

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی عبرت آموز داستان

ابو انتظار محمد خان

هنی بکس اینڈ پبلشرز
اردو بازار گلگشت ملتان
Ph:061-6224690

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی عبرت آموز داستان

کنور انتظار محمد خاں

ہنی بکس اینڈ پبلشرز اردو بازار گلگشت ملتان
061-6224690
061-6220686

نام کتاب	:	نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی عبرت آموز داستان
مصنف	:	کنور انتظار محمد خاں
تصحیح وسرورق	:	اسد سجاد اویسی
کمپوزنگ	:	راؤ محمد عبداللہ
پہلی بار	:	جون 2017ء
پرنٹر	:	**مخدوم پرنٹرز** بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔
ناشر	:	**ھنی بکس اینڈ پبلشرز**
		اردو بازار گول باغ گلگشت ملتان۔
قیمت	:	**=/300** روپے

پیش لفظ

"قرآن کریم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو قیامت تک کے لیے نمونہ قرار دیا اور مجھے اس نمونے کے سوا کسی اور طرف دیکھنے کی جرأت نہیں۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کا ایک ایک پہلو ہمارے سامنے ہے اور اگر ہم کسی اور طرف دیکھیں تو اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی"۔

یہ جواب تھا جسٹس سعد سعود جان قائم مقام چیف جسٹس کا جو مارچ 1996ء میں مستقل چیف جسٹس کی تقرری کے بارے میں وضاحت کے لیے ایوان صدر بلائے گئے جہاں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان سردار فاروق احمد لغاری نے ان سے پوچھا "سنا ہے آپ قادیانی ہیں؟" جسٹس سعد سعود جان کا جواب مدلل تھا۔ انہوں نے قادیانی ہونے سے انکار کیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی دیگر دعویدار نبوت کو اپنا راہنما ماننا بلکہ اس کی طرف دیکھنا بھی بدنصیبی قرار دیا۔ بیشک قیامت تک جنات اور انسانوں کی راہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ آپ کی پیدائش سے وصال تک تمام واقعات، حالات اور آپ کی زندگی کا ہر لمحہ احادیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے بعض موقع پرستوں، دھوکہ بازوں نے مہدی، مسیح اور نبی ہونے کے دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ ان دعویداروں کو علم تھا کہ وہ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ان کو نہ تو الہام ہوتا ہے اور نہ ہی وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کو یہ بھی علم تھا کہ وہ قرآن حدیث کی غلط تاویلیں کر رہے ہیں۔

بہت سے فریبی، مصنوعی پارسائی، غیب دانی بذریعہ ہمزاد، پیش گوئیوں اور شعبدہ بازی

کی بنیاد پر نبوت کے جھوٹے دعویدار بنے۔ قرآن وسنت سے نابلد اور جاہل لوگ ان کے جال میں پھنس کر ان کے پیروکار بن گئے۔ ان دعویداروں کے سامنے تین مقاصد تھے۔

(۱) عزت واحترام واندھی عقیدت (۲) بغیر محنت وکسب مالی فوائد

(۳) اقتدار

جھوٹے دعویداروں کی اکثریت پہلے دو مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب رہی لیکن انہیں اقتدار نصیب نہ ہوا۔ وہ اپنی زندگی میں ہی عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے لیکن ان دعویداروں میں چند ایسے افراد بھی تھے جنہیں اقتدار حاصل ہوا ان میں سے پہلا کارنامے والا "صالح بن طریف" نبوت کے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر شمالی افریقہ میں تامستا کا حکمران بھی بنا۔ غرضیکہ اس کا خاندان خود ساختہ نبوت کی بنیاد پر 451ھ تک اس علاقے کا حکمران رہا آخرکار اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا اور لوگوں نے ان کے خاندان کے تمام افراد کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک سے اب تک نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے حالات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ تاریخ اور دوسری کتابوں سے ان افراد کے بارے میں چھان بین کر کے راقم الحروف نے 1982ء میں قومی ٹرسٹ کے اخبار روزنامہ "مشرق" کے میگزین میں "نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی عبرت آموز داستان" کے نام سے قسط وار مضامین شائع کرائے جسے عوام نے بے حد پسند کیا۔ ان مضامین کو جدید خطوط پر استوار کر کے اس کتاب کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس تحقیقی کاوش کو پسند فرمائیں گے۔

کنور انتظار محمد خاں
ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ملتان
0322-6104655

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
بمطابق 16 جون 2017ء

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1۔	مسیلمہ کذاب	7
2۔	اسود عنسی	14
3۔	سجاح بنت حارث	21
4۔	طلیحہ اسدی	29
5۔	حارث کذاب دمشقی	45
6۔	مغیرہ بن سعید عجلی اور بیان بن سمعان تمیمی	44
7۔	صالح بن طریف	50
8۔	بہافرید زوزانی نیشاپوری	54
9۔	اسحاق اخرس مغربی	59
10۔	استاد سیس خراسانی	65
11۔	ابوعیسیٰ اسحاق اصفہانی	68
12۔	عبداللہ بن میمون اہوازی	72
13۔	بابک بن عبداللہ خرمی	78
14۔	یحییٰ بن فارس ساباطی	86
15۔	علی بن محمد خارجی و بہبود زنگی	93
16۔	حمدان بن اشعث قرمط (بانی قرامطی تحریک)	101
17۔	علی بن فضل یمنی	110
18۔	عبدالعزیز باسندی	117
19۔	حسین بن حمدان خصیبی	121
20۔	ابوالطیب احمد بن حسین متنبی	126
21۔	قلیل دورانیہ کے مدعیان نبوت	135
	۱۔ حامیم بن من اللہ مجکسی	135
	۲۔ اصفر بن ابوالحسین تغلبی	138
	۳۔ رشید الدین ابوالحشر سنان	141

	۴۔	عبدالحق بن سبعین مرسی	142
	۵۔	ابوالقاسم احمد بن قسی	144
	۶۔	راعی شامی	145
	۷۔	احمد بن ہلال حسانی	146
	۸۔	حاجی محمد فرہی	147
	۹۔	شیخ بجیک	147
	۱۰۔	شیخ محمد خراسانی	148
	۱۱۔	ابراہیم بزلہ	148
22۔		بایزید روشن جالندھری	150
23۔		سباتائی سیوی	159
24۔		میر محمد حسین مشہدی نمود و فرمود	165
25۔		مرزا علی محمد باب شیرازی	175
26۔		بہاءاللہ نوری	183
27۔		مرزا غلام احمد قادیانی	193
28۔		قادیانی جماعت کے چند مدعیان نبوت	228
	۱۔	چراغ دین جموی	229
	۲۔	منشی ظہور الدین اروپی	229
	۳۔	یار محمد قادیانی	230
	۴۔	عبداللہ تیماپوری	230
	۵۔	احمد نور کابلی	232
	۶۔	محمد صدیق بہاری	232
	۷۔	عبداللطیف گناچوری	233
	۸۔	نبی بخش	234
	۹۔	عبداللہ پٹواری	234
29۔		محمد یحییٰ بہاری	236

1

مسیلمہ کذاب

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد حضرت محمد ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اہل مدینہ اور ان کے اطراف میں بسنے والے قبائل سے معاہدے کئے۔ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ کی شہرت مدینہ سے نکل کر پورے عرب میں پھیل چکی تھی۔ مختلف قبائل کے وفد مدینہ آتے، آپ ﷺ سے سوالات کیے جاتے اور جواب پا کر وہ ملت اسلامیہ میں داخل ہو جاتے۔ ایک وفد یمامہ سے آیا جس میں ایک شخص بھی شامل تھا جس کی عمر 100 برس کے قریب تھی۔ آپ نے اسے قریب بٹھالیا اس نے چند سوالات کیے اسلام میں داخل ہوا۔ چلتے ہوئے ایک خواہش کا اظہار کیا کہ یا رسول ﷺ آپ مجھے اپنا جانشین نامزد کر دیں نبوت میں شریک فرمالیں۔ ہم مل کر حکومت کریں گے آپ ﷺ اس بوڑھے شخص کی نیت بھانپ گئے تھے۔ آپ نے اپنے سامنے پڑی ہوئی کھجور کی ٹہنی اٹھا کر فرمایا کہ امور خلافت (حکومت) میں مجھ سے یہ شاخ خرما بھی طلب کرو تو میں دینے کے لیے تیار نہیں۔ یہ بوڑھا شخص اٹھا اور اپنے وفد کے ساتھ واپس یمامہ روانہ ہو گیا یہ 100 سالہ شخص مسیلمہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ ابو ثمامہ اور ابو یاران اسکی کنیت تھی۔ یہ چرب زبان اور سحر انگیز گفتگو کرنے کا ماہر تھا۔ حضور پاک ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ رحمان یمامہ کے نام سے مشہور تھا۔

حضرت محمد ﷺ کی کامیابی دیکھ کر مسیلمہ بن کبیر ہر صورت میں خطہ عرب کا حکمران بننا چاہتا تھا۔ ہزاروں قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے آپ ﷺ کے جان نثار مسلمانوں کی تعداد ہزاروں میں پہنچ چکی تھی۔ مکہ فتح ہو چکا تھا قریش ہار مان کر آپ کے پیروکار بن چکے تھے مسیلمہ بھی مختلف منصوبے سوچتا رہا۔ آخر اس کے دماغ میں خیال آیا کہ کیوں نہ نبوت کا دعویٰ کر دیا جائے اور قریش کی قیادت کے مقابلے میں اپنے قبائل کو عصبیت کی بنیاد پر محرک کیا جائے۔ چنانچہ یمامہ پہنچ کر اس نے لوگوں کو اکٹھا کر کے یہ اعلان کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ اسکے قبیلہ بنو حنیفہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا۔ اسے مبارکباد دی۔ مدینہ سے آ کر بنو حنیفہ قبیلہ کے ایک شخص رحال بن عنفوہ موسوم بہ نہار نے گواہی دی کہ اس کے سامنے حضرت محمد ﷺ نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا تھا۔ ہزاروں لوگ یمامہ کے پیروکار بن گئے۔ اب وہ حضرت محمد ﷺ اور مسیلمہ دونوں کو نبی ماننے لگے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد بنو حنیفہ کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اس میں شامل لوگوں نے مسیلمہ کی بڑی تعریف کی اور اسے حامل وحی قرار دیا تو حضرت محمد ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا مسیلمہ ان تیس مشہور کذابوں میں سے ایک کذاب ہے جو دجال اعور سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں۔ اس دن سے مسیلمہ کا نام مسیلمہ کذاب مشہور ہو گیا۔ وفد واپس چلا گیا انہوں نے سارے واقعات مسیلمہ کذاب سے بیان کئے۔ اس پر مسیلمہ نے قلم دوات منگوا کر سرکار اقدس ﷺ کی بارگاہ میں ایک خط تحریر کیا:

"یہ خط مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اکرم ﷺ کے نام

السلام علیک

معلوم ہو کہ میں امر نبوت میں آپ کا شریک ہوں۔ آدھی زمین ہمارے لئے

ہے اور آدھی قریش کے لئے لیکن قوم قریش زیادتی کرتے ہیں"۔

(تاریخ ابن خلدون، جلد اوّل)

مسیلمہ کا یہ خط ابن النواحہ وابن اشال لے کر گئے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے دونوں افراد سے فرمایا کہ تم لوگ اس امر کی شہادت دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں ابن النواحہ اور ابن اشال نے جواب میں نہایت رعونت سے کہا کہ ہم مسیلمہ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر قاصد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔ (مسند ابوداؤد)

آپ نے اس خط کا جواب تحریر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ خط میں تحریر تھا:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنیوالوں پر سلام ہو۔ زمین اللہ کی ہے اللہ اپنے بندوں میں جسے چاہے اس کا وارث بنادے اور عاقبت متقین کے لئے ہے"۔

طبری کے مطابق یہ واقعہ حج الوداع سے واپسی کا ہے۔

مسیلمہ نے اپنی نبوت کا پرچار شروع کر دیا وہ کہتا تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس نے خود ساختہ وحی پر مشتمل کتاب کا نام "فاروق اوّل" رکھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد قرآن منسوخ ہوگیا۔ اس نے قرآن پاک کی آیات سے ملتی جلتی عبارتیں گھڑیں اور اسے وحی الٰہی کا نام دیا۔ سورہ العادیات کے مقابل اس نے اپنا کلام گھڑا۔ والزرعات زرعا۔ الحاصدات حصدا، والذارمات قسم ہے کھیتی کرنے والوں کی اور قسم ہے کھیتی کاٹنے والوں اور بھوسہ صاف کرنیوالے گیہوں کو اڑانے والوں کی اور قسم ہے آٹا پیسنے والوں کی اور قسم ہے تیل اور گھی کے لقمے کھانے والوں کی کہ تم کو صوف والے (بادیہ نشین) عربوں پر فضیلت دی گئی ہے اور مٹی (سے مکان بنانے) والے (شہری عرب) تم

سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ تم اپنی روکھی سوکھی، روٹی کی حفاظت کرو، عاجز و درماندہ کو پناہ دو اور طلب اور مانگنے والوں کو اپنے پاس ٹھہراؤ۔

قرآن پاک کی سورہ فیل کی مقابلے میں کلام گھڑا الفیل واما الفیل (ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کی بدنما دم اور لمبی سونڈ ہے۔ یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔ ایک اور من گھڑت وحی ملاحظہ فرمائیں۔

''اے مینڈکی، مینڈکی کی بچی اسے صاف کرتو صاف کرتی ہے۔ تیرا بالائی حصہ تو پانی میں ہے اور نچلا حصہ مٹی میں ہے نہ تو تو پانی پینے والے کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے''۔ مسیلمہ کے ساتھیوں نے اس کی ہدایت پر من گھڑت کلام کو وحی ربانی کہہ کر کتاب ''فاروق اول'' اور ''فاروق ثانی'' اور ایک ''مصحف'' میں تحریر کیا۔

مسیلمہ کے معجزات:

اس کے پیروکار اسے حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں شریک ٹھہراتے تھے۔ آپ ﷺ کے محیر العقل واقعات یمامہ میں بھی پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ مسیلمہ سے بھی معجزے طلب کئے گئے۔ ایک عورت مسیلمہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے نخلستان کے پودے بارش نہ ہونے کی وجہ سے مرجھا گئے اور کنوؤں میں پانی خشک ہوگیا آپ ہمارے نخلستان اور کنوؤں کے لئے دعا فرمائیں۔ جس طرح حضور ﷺ اہل یمن کے لیے دعا فرمائی تھی۔ مسیلمہ نے اپنے نائب بہار سے پوچھا کہ انہوںؐ نے کس طرح دعا فرمائی تھی۔ اس نے بتایا کہ آپ نے کنوؤں کا پانی منگوایا۔ منہ میں گھونٹ لیا اور پھر کلی کا پانی ان کنوؤں میں ڈال دیا۔ کلی کے پانی کا گرنا تھا کہ کنویں کے پانی کی سطح بلند ہونا شروع ہوگئی اور وہ اوپر تک آگیا۔ اسنے بتایا کہ آپ ﷺ کی دعا سے خرما کے پودے ہرے بھرے ہوگئے۔ مسیلمہ نے بھی رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا لعاب دہن کنویں میں ڈلوایا لیکن اسکا الٹا اثر ہوا۔ کنوؤں کا پانی اور بھی نیچے اتر گیا۔ خرما کے درخت پہلے سے بھی

زیادہ سوکھ گئے۔ مسیلمہ کا نائب بہار جو کافی عرصہ تک مدینہ میں قیام پذیر رہا۔ مسیلمہ کو آپ ﷺ کا قصہ بتایا کہ حضرت محمد ﷺ کے لعاب دہن سے دکھتی آنکھ ٹھیک ہو گئی مسیلمہ نے بھی آشوب چشم کے مریض کی آنکھ پر اپنا لعاب دہن لگایا لیکن شفا کی بجائے اسکی بینائی ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ ایک بار اس نے ایک دودھ دینے والی بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اسکا سارا دودھ خشک ہو گیا۔ ایک عورت نے اپنے بچوں کی درازی عمر کی دعا مسیلمہ سے کرائی جب وہ گھر واپس آئی تو معلوم ہوا کہ بڑا لڑکا کنویں میں گر کر مر گیا اور دوسرا لڑکا چارپائی پر لیٹا حالت نزاع میں ہے۔ اس نے بنو حنیفہ کے چند بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تو تمام بچوں کے سر کے بال گر گئے۔

مسیلمہ نے من مانی وحی کی بنیاد پر جس شریعت کی بنیاد رکھی اسکے مطابق شراب نوشی جائز، مردوں کو نکاح وعقد کی ضرورت نہیں، جنسی مباشرت ایک جبلی لذت ہے اس لئے ایسے عقد کی پابندی لگا کر پیروکاروں کو کیوں محروم رکھا جائے۔ رشتہ داروں میں شادی کو ممنوع قرار دیا۔ تعداد ازدواج کی بھی کوئی حد نہیں تھی۔ اس کے پیروکار جتنی چاہتے اتنی عورتیں اپنے استعمال میں لاتے۔ مسیلمہ نے ماہ رمضان کے روزے دن میں رکھنے کی بجائے رات کے روزے (شبہ) کا حکم دیا۔ پانچ کی بجائے 3 نمازیں ظہر، عصر، مغرب مقرر کیں۔ نماز میں درود پاک ممنوع قرار دیا گیا۔ نماز میں قرآن کی تلاوت کی بجائے مسیلمہ پر اترنے والا کلام پڑھنے کا حکم دیا۔

ان تمام باتوں کے باوجود مسیلمہ کے گرد چالیس ہزار سے زائد جنگجو جمع ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے خلاف ان علاقوں کے حاکموں کو کارروائی کا حکم دیا تھا۔ لیکن کوئی موثر کارروائی نہ ہو سکی۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ان عناصر نے زور پکڑا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عکرمہؓ کے ماتحت فوج کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ ان کے پیچھے حضرت شرجیلؓ کو بھیجا۔ لیکن حضرت شرجیلؓ کی آمد

سے قبل ہی مسیلمہ اور مسلمانوں میں لڑائی شروع ہوگئی تھی لیکن مسلمان کامیاب نہ ہوسکے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت شرجیلؓ کی قیادت میں لشکر بھیجا۔ حضرت شرجیلؓ کے پیچھے حضرت خالد بن ولیدؓ ایک لشکر لے کر یمامہ پہنچ گئے۔ اس لشکر کے پہنچنے سے قبل مسیلمہ کذاب نے سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت سے شادی کر کے مزید قوت حاصل کر لی۔ یمامہ میں دونوں لشکر مدمقابل ہوئے، دونوں میں شدید لڑائی ہوئی۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی مسیلمہ کی فوج پر مجاہدین کا دباؤ بڑھتا رہا آخر وہ اپنی فوج کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوا۔ اور باغ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ باغ کے چاروں طرف فصیل نما دیوار تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت براء بن مالکؓ کو باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ وہ اندر کودے اور باغ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسلامی لشکر باغ میں داخل ہو گیا۔ مسیلمہ اب مجاہدین میں گھر چکا تھا۔ وہ زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر باغ سے باہر نکلا۔ باہر سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ کھڑے تھے جو فتح مکہ کے روز اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے نیزے کے ساتھ مسیلمہ کے خلاف لڑنے کے لیے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں باغ کے باہر موجود تھے حضرت وحشیؓ نے نیزے کا کارگر وار مسیلمہ کذاب پر کیا۔ جو اس کے بدن کو چیرتا ہوا باہر نکل آیا۔ مسیلمہ کذاب گھوڑے سے گرا۔ حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کا سر قلم کر کے نیزے پر چڑھایا تو اس کی قوم بنو حنیفہ نے اپنے کذاب کا حشر دیکھا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ بھاگ کھڑے ہوئے، ہزاروں پیروکار قتل ہوئے۔ یہ لڑائی باغ اور اسکے باہر ہوئی۔ فریقین بالکل قریب تھے اس لئے دونوں کا زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمان فتح یاب ہوئے۔ 12 ہجری میں ہونے والی اس جنگ نے نبوت کے جھوٹے دعویدار اور ان کے پیروکاروں کا خاتمہ کر دیا۔

اس جنگ میں پینتالیس کے قریب اہم صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ مورخ ابن اثیرؒ کے مطابق شہید ہونیوالوں میں حضرت عبادہ بن بشیر انصاریؓ (بدری) عباد بن حارث

انصاریؓ (غزوہ احد) عمیر بن اوسؓ (احد) عامر بن ثابت انصاریؓ (بدر)، عمارہ بن جزم انصاریؓ (بدر)، علیؓ بن عبداللہ، عائذ بن ماعص انصاریؓ، فروہ بن نعمانؓ (احد)، قیس بن حارث انصاریؓ (احد)، سعد بن جماز انصاریؓ (احد)، ابو دجانہ انصاریؓ (احد)، سلمہ بن مسعود انصاریؓ، سائب بن عثمان بن مظعونؓ (بدر)، سائب بن عوامؓ، طفیل بن عمروؓ (خیبر)، زراہ بن قیس انصاریؓ، مالک بن عمروؓ (بدر)، مالک بن امیہؓ، مالک بن عوس انصاریؓ (احد)، معن بن عدی (بدر)، مسعود بن سنان اسودؓ (احد)، نعمان بن عصرؓ (بدر)، صفوانؓ و مالکؓ بن عمرو سلمی (بدر)، ضرار بن ازور اسدیؓ، عبداللہ بن حارثؓ، عبداللہ بن مخرمہؓ (بدر)، عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی (بدر)، عبدالعزیز بن عتیقؓ، شجاع بن ابی وہب اسدیؓ (بدر)، ہریم بن عبداللہؓ، ولیدؓ بن عبد شمس، ورقہ بن ایاسؓ (بدر)، یزید بن اوسؓ، ابوحبہ بن غزیہ انصاریؓ، ابو عقیل بلویؓ (بدر)، ابو قیس بن حارثؓ، یزید بن ثابتؓ، ابو حذیفہ بن عتبہؓ، ابو عبداللہؓ اور سالمؓ شامل ہیں۔ ان میں اکثریت ان صحابہ کرام کی تھی جو غزوہ بدر، احد اور مختلف غزوات میں حصہ لے چکے تھے۔ یہ بڑا نقصان تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالوں اور ان کے پیروکاروں کے خلاف قتال کر کے رہتی دنیا تک یہ طے کر دیا کہ ان کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ جہاد اور قتال ہی ان کا حل ہے۔

2

اسود عنسی

خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کے عہد مبارک ہی میں اہل یمن نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اہل یمن کی رہنمائی کے لیے بھیجا تاکہ وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں آپ ﷺ نے پہلے باذان کو یمن پر حاکم مقرر فرمایا تھا۔ باذان کی وفات کے بعد یمن کے علاقے کو گیارہ حصوں میں تقسیم فرمایا گیا اور امیر مقرر کئے گئے۔ نجران پر عمر بن سلیم، نجران اور زبید کے درمیانی علاقے پر خالد بن سعید، ہمدان پر عامر بن شہر، صنعا پر شہر بن باذان، عسک پر طاہر ابوہالہ، مارب پر ابوموسیٰ، مراد پر فروہ بن مسیک، جند پر یعلیٰ بن امیہ، حضرموت پر زیاد بن لبیہ انصاری، سکاسک اور سکون پر عکاشہ بن ثور، بنو معاویہ و بنو کندہ پر مہاجر عامل مقرر ہوئے۔ تمام اہل یمن اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم ﷺ کے مقرر فرمائے ہوئے لوگوں سے رجوع کرتے۔ یہ تمام حاکم حضور اکرم ﷺ کے ارشادات عالیہ کے مطابق فیصلہ کرتے اور ان پر عملدرآمد کرتے یہی زکوٰۃ اور عشر وصول کرتے اور مستحق افراد میں تقسیم کرتے۔

یمن میں مزحج قبیلہ بھی آباد تھا۔ اس قبلہ کی ایک شاخ "عنس" کہف خار نامی گاؤں میں آباد تھی۔ یہ قبیلہ بھی اسلام قبول کر چکا تھا۔ اس قبیلہ کا ایک شخص عیلہ بن کعب تھا جو بہت بڑا شعبدہ باز اور کاہن تھا۔ اس دور میں عالم عرب میں کاہنوں کو ایک خاص مقام

حاصل تھا۔ یہ کاہن شیاطین و جنات کے ذریعہ آئندہ ہونے والے کچھ واقعات لوگوں کو بتا دیتے تھے۔ عبہلہ بن کعب کا رنگ بالکل کالا تھا چونکہ عربی میں کالے کو "اسود" کہتے ہیں اس لیے یہ اپنے علاقے میں اسود عنسی کے نام سے مشہور تھا۔

اسود کے مزاج میں بڑی نرمی اور بردباری تھی وہ دھیمے اور میٹھے لہجے میں گفتگو کر کے ہر سننے والے کو متاثر کر لیتا تھا اس کا اخلاق بھی نہایت بلند تھا۔ کہانت اور شعبدہ بازی کی وجہ سے اس کے اپنے قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل کے افراد بھی اس کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اتنی موثر شخصیت ہونے کے باوجود لوگ اپنے تنازعات حضور اکرم ﷺ کے مقرر فرمائے ہوئے عاملین کے روبرو پیش کرتے تھے اس کا اسے بہت رنج تھا وہ چاہتا تھا کہ جس طرح لوگ مستقبل کے واقعات اس سے دریافت کرتے ہیں۔ اپنے تنازعات بھی اس کے روبرو پیش کریں وہ فیصلہ کرے مجرموں کو سزا دے مال وصول کرے۔ اس کے ماتحت قبائل ہوں۔ سب پر اس کا حکم چلے ان خواہشات نے اسے شیطان کا شکار بنا دیا اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے قبیلہ کے چند افراد اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

اسود شعبدہ باز بھی تھا اس کے پاس ایک گدھا تھا جسے اس نے بڑی محنت سے اس طرح سدھایا کہ وہ اس کے اشاروں پر عمل کرتا تھا۔ جب وہ گدھے کو خدا کے حضور سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو گدھا بڑی عاجزی سے اپنا سر زمین پر رکھ کر سجدہ کرتا جب وہ گدھے کو بیٹھ جانے کا اشارہ کرتا تو گدھا بیٹھ جاتا۔ جب وہ اسے کھڑے ہونے کا حکم دیتا تو گدھا کھڑا ہو جاتا، جب وہ گدھے کو چلنے کا اشارہ کرتا تو گدھا چل پڑتا، گدھا اس کی زبان کو سمجھتا تھا۔ اسود اس گدھے کو ساتھ لے کر نجران پہنچا اہل نجران کے سامنے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں انہیں اپنی نبوت قبول کرنے کی دعوت دی اور نبوت کے ثبوت میں گدھے کا معجزہ پیش کیا۔ لوگ گدھے کے معجزے سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ گدھا تو ایک ضدی جانور ہوتا

ہے۔ان کے خیال میں یہ اسود کی نبوت کا ثبوت ہی تھا کہ ایک ضدی جانور اسود کے احکام بلا حیل و حجت بجالاتا تھا۔اہل نجران اس کی نبوت پر ایمان لے آئے وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے وہ اپنے دماغ سے بھی عبارتیں گھڑ کر انہیں وحی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرتا تھا۔اہل نجران کا اس کی نبوت پر ایمان لے آنا اس کی بہت بڑی کامیابی تھی لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہی تھا اس نے اپنے عقیدت مندوں میں سے چند نوجوانوں کو مسلح کر کے ایک چھوٹا سا لشکر منظم کیا۔اس لشکر میں صرف سات گھوڑے اور چند اونٹ تھے دوسری طرف یمن میں اسلام تازہ تازہ آیا تھا۔وہاں کے لوگ عسکری اعتبار سے غیر منظم تھے۔دوسرے مدینہ منورہ بھی یہاں سے کافی دور تھا یہ تمام حالات اس کے حق میں سازگار تھے۔اسود نے سب سے پہلے عمرو بن خرم اور خالد بن سعید کو نجران سے ان مسلح نوجوانوں کی مدد سے نکال دیا اور خود نجران کا حاکم بن بیٹھا۔اب اس کے لشکر میں اضافہ بھی ہو گیا۔اس نے قیس بن عبدالغیوث کو اپنا وزیر اور سپہ سالار بنا کر مراد کی طرف بھیجا جس نے بڑی آسانی سے فروہ بن مسیک کو ہٹا کر اسودی حکومت قائم کی۔اسود پھر صنعا کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا۔صنعا میں شہر بن باذان حکمران تھے لیکن یہاں بھی اسود کے مقابلہ کے لئے کوئی اسلامی لشکر نہ تھا۔نہ ہی شہر بن باذان جہاد کے لئے مسلمانوں کو تیار کر سکے۔شہر بن باذان نے چند مسلمان ساتھیوں کی مدد سے اسود کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن اسود کامیاب ہوا اور شہر بن باذان شہید ہو گئے۔اسود نے نہ صرف صنعا پر قبضہ کیا بلکہ شہر بن باذان کی بیوہ مہرزبانہ آزاد کو بھی زبردستی اٹھا کر لے گیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بھی صنعا میں تھے آپ صنعا سے نکل کر مارب آئے۔ ابوموسیٰ کو حالات بتائے ابوموسیٰ کاسک چلے گئے اور آپ سکون آ گئے۔یہی حال طاہر بن ابوہالہ کا تھا انہوں نے جبل صنعا میں پناہ لے کر اپنی جان بچائی اب اسود پورے یمن کا حکمران بن گیا تھا۔اس کی حکومت صحرائے حضرموت سے طائف تک شمال میں بحرین

سے احسا تک پھیل گئی تھی اور جنوب میں عدن تک کا علاقہ اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا حکمران بن کر اسود کے مزاج میں تبدیلی آگئی وہ پہلے بڑا منکسر المزاج اور بردبار تھا اب وہ نہایت مغرور اور متلون مزاج ہو گیا تھا۔ خاص کر اپنے معتمد خاص سپہ سالار قیس بن عبدالغیوث کو ہر وقت ذانتار رہتا تھا ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ نے قیس کے ذہن میں اس کے خلاف نفرت پیدا کر دی تھی۔ قیس اب اسود سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اکیلے ایسا ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔

آپ ﷺ نے سکون کے مسلمانوں کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں اسود کی سرکوبی کا حکم تھا۔ مسلمان اب اسود کے خلاف کاروائی کرنے کو تیار تھے لیکن اسود کے پیر بھی بہت مضبوط تھے۔ اس کا بے حساب لاؤ لشکر تھا جب کہ مسلمانوں کے پاس ایسی کوئی بڑی قوت نہ تھی یہ بکھرے ہوئے تھے اور ایک مرکز پر جمع کر کے اسود کے خلاف جہاد کرنا عملی طور پر ناممکن تھا۔ مسلمان بھی موقع کی تلاش میں تھے۔ مسلمانوں کو قیس اور اسود کے درمیان تعلقات کی کشیدگی کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ قیس کے قریب ہو گئے۔ قیس نے یمن میں موجود آزاد بیوہ شہر بن باذان کے چچازاد بھائی فیروز دیلمی سے اسود کے بارے میں خفیہ بات چیت کی لیکن اسود کو اپنے شیاطین کے ذریعے قیس کے ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے قیس کو بلا کر پوچھا "قیس مجھے پتا چلا ہے کہ تم میرے قتل کے لئے دشمنوں سے ساز باز کر رہے ہو"۔ یہ سن کر قیس کا رنگ اڑ گیا اس نے دست بستہ عرض کی حضور کے تقدس اور عظمت کا سکہ میری لوحِ دل پر اس طرح نقش ہے کہ اس طرح کے کافرانہ وسوسے میرے دل کے پار ہو ہی نہیں سکتے"۔

اسود کو قیس کی باتوں کا یقین ہو گیا اور اس نے قیس کو رخصت کر دیا قیس سیدھا مسلمانوں کے پاس آیا اور انہیں اسود کے ساتھ گفتگو کی تفصیل بتائی مسلمان یہ سن کر محتاط ہو گئے۔ اسود کے قتل کا منصوبہ اب آخری مراحل میں تھا۔ صنعا کے دو مسلمان فیروز دیلمی اور

خشنس دیلمی اس منصوبے کے روح رواں تھے۔اسود کو ان دونوں کی حرکات کی خبر ہوگئی تو انہیں بلایا۔انہوں نے بڑے طریقے سے اپنی جان چھڑائی۔پورے یمن میں مسلمان اب جہاد کے لئے تیار تھے لیکن ان دونوں نے یمن میں مسلمان قبائل کو اطلاع بھیجی کہ جب تک کہ ہم یہاں مضبوط نہ ہوں ایسا کوئی قدم نہ اٹھایا جائے جب موقع مناسب ہوگا جہاد کا اعلان کر دیا جائے گا۔دونوں کا خیال تھا کہ صرف اسود کے قتل سے ہی معاملہ حل ہو جائے گا اور اسود کے قتل سے یہ فتنہ ختم ہو جائے گا اور پورا یمن اسلام کے پرچم تلے ہوگا۔ان دونوں نے اسود کے محل میں شہر بن باذان کی بیوہ سے خفیہ ملاقات کی جسے اسود نے زبردستی اپنے محل میں رکھا ہوا تھا۔وہ بھی اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی اس لیے وہ اس منصوبے میں شریک ہوگئی۔

حالات کا رنگ دیکھ کر اسود نے قیس کو بلوایا۔وہ قیس کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن قیس بھی حالات کو بھانپ گیا تھا اکیلا اسود کے پاس نہ گیا وہ اپنے ساتھ دس مسلح نوجوان لے گیا۔مسلح نوجوانوں کو قیس کے ساتھ دیکھ کر اسود کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ قیس کو قتل کر دے۔ قیس حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسود کے ساتھ اس کا تصادم ہو۔اس نے اسود سے کہا میں آپ کو رسول مانتا ہوں اور آپ پر وحی لانے والے کو بھی سچا یقین کرتا ہوں لیکن وحی میں غلطی کا امکان بھی تو ہو سکتا ہے آپ میرے بارے میں بالکل بدگمانی نہ رکھیں۔اسود نے فوراً اپنا ارادہ بدلا اور قیس سے کہنے لگا:

''قیس تم اب بھی میرے قتل کی سازش میں شریک ہو آخر کیوں مجھے یہ وحی آئی ہے کہ قیس کو قتل کر دیا جائے۔قیس نے کہا کہ میں تو حضور کا غلام ہوں حضور کے ہر حکم کی تعمیل میرے لئے باعث سعادت ہے حضور اگر آپ میری طرف شفقت نہ فرمائیں گے تو میں اپنے آپ کو خود ہلاک کر لوں گا''۔

قیس کی اداکاری نے کام کیا اسود کا دل اب قیس کی طرف سے بالکل صاف

ہوگیا تھا اس نے قیس کو جانے کی اجازت دے دی اور خود محل سے باہر آ گیا تین مسلمان اس کے محل کے باہر کھڑے تھے ان میں فیروز دیلمی بھی تھا۔ اسود نے فیروز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، فیروز میرا ارادہ ہے تجھے ذبح کردوں کیونکہ تم میرے قتل کے منصوبے بنا رہے ہو۔ فیروز نے نہایت عاجزی سے کہا:

''حضور کیا آپ کو خبر نہیں کہ میری ماموں زاد بہن آزاد حضور کے حرم میں ہے ہمارے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ حضور نے ہمیں سسرالی قرابت سے مشرف فرمایا۔ اگر آپ منصب سعادت پر فائز نہ ہوتے تو ہم بڑی سے بڑی قیمت پر بھی اپنی قسمت حضور کے ہاتھ میں فروخت نہ کرتے اتنے میں ایک شخص اور آ گیا اس نے اسود سے کہا کہ یہ شخص آپ کے خون کے درپے ہے اسود نے کہا کل کے روز فیروز اور اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا جائیگا۔ یہ کہہ کر اسود دوبارہ محل میں آ گیا اور بستر پر دراز ہوگیا وہ سخت پریشان تھا اس نے محافظوں کو بلایا اور انہیں ہدایات دیں۔ محافظ بارہ دروازوں پر چوکنا کھڑے ہو گئے۔ حالات بڑے نازک ہو گئے تھے قیس نے فیروز کو بلا کر باہمی مشورہ کیا فیصلہ ہوا اور تیاری شروع ہوگئی سورج ڈوب گیا تھا صنعا کی گلیوں میں اندھیرا چھا گیا تھا کچھ گھروں میں شمعیں روشن تھیں اسود کے محل میں سناٹا چھایا ہوا تھا دروازے اور دیوار کے ساتھ محافظ تیر تھامے کھڑے تھے محل کی پچھلی طرف کچھ سائے محل کی جانب بڑھ رہے تھے ان میں فیروز بھی شامل تھا جو قوی ہیکل تھا۔ یہ سب عقبی دیوار سے محل میں داخل ہو گئے محل کے اندر بھی پہرہ دار تھے۔ سامنے کمرے میں اسود سویا ہوا خراٹے لے رہا تھا، آزاد اس کے قریب بیٹھی تھی جس نے اس کو بہت زیادہ شراب پلا دی تھی۔ کچھ لوگ پہرہ داروں پر نظر رکھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ وقت آنے پر پہرہ داروں سے نمٹا جا سکے اور فیروز اپنا کام کر سکے۔ فیروز دروازہ کے قریب پہنچا تو اسود اچانک کھڑا ہو گیا اس نے فیروز کو پہچان لیا تھا اس نے فیروز سے کہا:

''فیروز تمہیں مجھ سے کیا واسطہ تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟'' اس کے الفاظ میں

مایوسی تھی فیروز ایک لمحہ کے لیے رُکا، اس کے ذہن نے کام کیا کہ اگر وہ اس وقت واپس لوٹا تو موقع ہاتھ سے چلا جائے گا اور پھر اس کے سارے ساتھی بھی مارے جائیں گے اور مہر زبانہ آزاد بھی زندہ نہ بچے گی۔ اس نے ہمت کی اور بڑی پھرتی سے اسود کو پکڑ لیا اسود بستر سے ابھی کھڑا نہ ہوا تھا فیروز پورا شاہ زور تھا۔ اس کے باوزؤں میں بے پناہ طاقت تھی اس نے اسود کی گردن پکڑی اور زور سے مروڑ کر توڑ دی جو ایک طرف ڈھلک گئی۔ اس کے منہ سے خرخر کی آواز نکل رہی تھی آواز سن کر پہرہ دار لپکے تو مہر زبانہ آزاد نے انہیں روک دیا۔ وہ ان سے کہنے لگی خاموش رہو ہمارے پیغمبر پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ وہ خاموشی سے باہر چلے گئے قیس نے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن تن سے جدا کر دی یہ سب کچھ رات کو ہوا۔

صنعا والے اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھے صبح ہوئی تو اسود کے قتل کی خبر پورے صنعا میں پھیل گئی اسود کے پیروکاروں نے انتقام میں مسلمان بچوں کو پکڑنا شروع کر دیا مسلمان اب جہاد کے لئے بالکل تیار تھے۔ انہوں نے بھی اسود کے پیروکاروں کو قیدی بنا لیا بعد میں دونوں فریقوں نے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کر لیا اس طرح یمن اسود اور اس کے پیروکاروں کے وجود سے پاک ہو گیا۔ حضرت معاذؓ بن جبل کو مسلمانوں کا امیر بنایا گیا حضور اکرم ﷺ نے اسود کے قتل کی پیشین گوئی پہلے ہی فرما دی تھی۔ اسود کا فتنہ صرف چند ماہ جاری رہا۔

3

سجاح بنت حارث

حضرت محمد ﷺ کے وصال کے موقع پر پورے عرب میں سراسیمگی پھیل گئی۔ وقتی طور پر اسلام کے مرکز مدینہ سے دوسرے علاقوں میں رہنے والے قبائل مرتد ہو گئے انہوں نے اسلامی حکومت سے آزادی کا اعلان کر دیا۔ بنی تمیم کے مختلف قبائل میں آپ ﷺ نے مختلف عمال مقرر فرماتے تھے۔ قبائل رباب، عوف اور انباء میں زبرقان بن بدر، قبائل مقاعس اور بطون میں قیس بن عاصم، بنو عمیر میں صفوان بن صفوان، بنو مالک میں وکیع بن مالک اور حنظلہ میں مالک بن نویرہ عمال مقرر تھے۔ ان میں سے صفوان تو حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں علاقے کے صدقات وزکوۃ لیکر حاضر ہوئے لیکن قیس بن عاصم نہ آیا۔ وہ حالات کا انتظار کرنے لگا افراتفری کے اس دور میں بنو تمیم سے تعلق رکھنے والی سجاح بنت حارث نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ حارث بن سوید بن عقفان کی بیٹی تھی۔ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اس کی پرورش دریائے دجلہ و فرات کے درمیانے علاقہ الجزیرہ میں ہوئی۔ یہ بڑی ذہین تھی اور اپنے دور کی مشہور کاہنہ تھی۔

کاہنوں کا عرب کی زمین میں بڑا مقام تھا۔ اس دور میں سو سال سے زیادہ عمر رسیدہ سطیح بڑا مشہور کاہن تھا۔ یہ وہی سطیح تھا جس کے پاس ہندہ اپنے شوہر فاکہ بن مغیرہ کی

طرف سے الزام بدکاری لگنے کے بارے میں مکہ کی دس عورتوں کے ساتھ اپنی صفائی کے لئے آئی تھی۔ واقعہ کچھ اسطرح ہے کہ ان کا شوہر فاکہ بن مغیرہ اپنے مکان کے بیرونی حصہ میں باہر سے آنیوالوں سے ملاقات کر رہا تھا۔ پھر سب رخصت ہوگئے تو موصوف بھی باہر آگئے اور مہمانوں کے ساتھ دور تک چلے آئے اسی اثناء میں مکہ کا ایک شخص بیرونی حصہ کا دروازہ کھلا دیکھ کر اندر آیا۔ اندر کسی کو نہ پا کر مردانہ حصہ سے باہر نکل رہا تھا کہ ہندہ کا شوہر آگیا۔ ادھر ہندہ بھی زنانہ حصہ سے نکل کر مردانہ حصہ میں اپنے شوہر کو دیکھنے آئی تھی تو کوئی موجود نہ تھا۔ ابھی کھڑی سوچ ہی رہتی تھی کہ اسکا شوہر اندر داخل ہوا۔ اس کے دل میں یہ شک پیدا ہوگیا کہ ہندہ کے اس شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ اسی لئے ہندہ مردانہ حصہ میں موجود تھی۔ ہندہ نے اپنی بے گناہی کے لئے لات ومنات کی قسمیں کھائیں لیکن اس کا شوہر مطمئن نہ ہوا۔ آخر دونوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا لہٰذا ہندہ میکے آگئی، پنچائت ہوئی۔ فیصلہ ہوا کہ مشہور کاہن سطیح کے سامنے یہ معاملہ رکھا جائے۔ وہ غیر مرئی مخلوق کے ذریعے صحیح حالات بتائے گا۔ چنانچہ مکہ سے دونوں خاندانوں کے مرد وزن ہندہ سمیت اونٹوں پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آئے۔ سطیح کی رہائش گاہ کے مردانہ حصہ میں مکہ سے آیا ہوا قافلہ اس کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ خواتین نقاب لیے ہوئے تھیں۔ سطیح آیا تو ہندہ کے شوہر نے الزام کو دہرایا۔ سطیح ان خواتین میں آیا جن کے سر اور منہ پر پردہ تھا۔ سطیح نے ایک خاتون کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ تم اس کے بارے میں پوچھنے آئے ہو۔ سب نے کہا ہاں۔ سطیح نے ہندہ کے سر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا سطیح نے کہا کہ یہ عورت بالکل پاک باز ہے اور اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو عرب کے خطے کے ایک حصہ کا بادشاہ بنے گا۔ وہ سب باہر آگئے تمام اپنے اونٹوں پر بیٹھنے لگے شوہر نے ہندہ کے قریب جا کر کہا کہ اسکا دل اب صاف ہے۔ ہندہ نے جواب دیا میرا دل صاف نہیں ہے۔ تیرے جیسے شکی مزاج کی زوجیت میں میں نہیں رہ سکتی، چنانچہ اسی وقت دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ ہندہ نے اسکی زوجیت سے آزاد ہو

کر ابو سفیان سے نکاح کر لیا جس سے معاویہ پیدا ہوئے۔

سجاح بھی سطیح کی سطح کی کاہنہ تھی لوگ دور دور سے غیب کی باتیں اس سے پوچھنے آتے تھے۔ گزرے ہوئے واقعات وہ من وعن بتا دیتی تھی۔ کاہنوں پر اصل میں شیاطین اترتے ہیں ان کے قلب پر شیاطین کا قبضہ ہوتا ہے۔ سجاح نہایت فصیح و بلیغ عبارتیں زبان پر لاتی۔ مقفی و مسجی عبارتوں میں کلام کرتی۔ نہایت مدلل انداز میں گفتگو کرتی اس کے دعوئی نبوت پر سب سے پہلے بنو تغلب ایمان لائے۔ اس نے نہایت دلربا عبارتوں میں مختلف قبائل کو خطوط لکھے۔ بنی تمیم کے رئیس مالک بن نویرہ نے اسکا خط پڑھا تو اتنا متاثر ہوا کہ خود اسکی خدمت میں حاضری دی۔ اسلام ترک کر کے اسکے دین کا پیروکار بن گیا۔ اسی طرح بہت سے قبائل اسلام کو خیر باد کہہ کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ صرف جاہل لوگ ہی اس کے پیروکار نہ بنے بلکہ اہم افراد بھی اسکی جمعیت میں شامل ہو گئے جن میں سے احنف بن قیس، حارث بن بدر، زیاد بن بال بنی ایاد کے قبیلے کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہوئے۔ بنی نہر عقہ بن بلال کے ساتھ اور بنی شیبان سلیل بن قیس کے ساتھ سجاح پر ایمان لے آئے۔

ہزاروں کی جمعیت لے کر وہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئی۔ اس کے قبیلہ بنی تمیم کے کچھ سردار ابھی تک اس کے مخالف تھے۔ سجاح نے مدینہ پر حملہ سے پہلے مخالف قبیلہ کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ بنی تمیم پر سجاح کے لشکر نے حملہ کر دیا بنی تمیم مقابلہ نہ کر سکے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا ایک سردار وکیع بن مالک کو سجاح سے صلح کرنا پڑی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سجاح سے مل گیا، اب سجاح کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ وہ آگے بڑھی، قبائل بنی رباب سے جنگ ہوئی۔ ان قبائل نے سجاح کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سجاح کی فوج ان کا مقابلہ نہ کر سکی وہ گھیرے میں آگئے اور اسکے کئی اہم سردار گرفتار ہوئے لیکن وہ بالکل نہ گھبرائی۔ عورت کی تمام خوبیاں اسکے اندر تھیں اس نے رنگ بدلا بات چیت کی پیشکش کی اس کی گفتگو میں اتنی تاثیر تھی کہ فاتح قبائل نے صلح کر لی۔ تازہ دم ہو کر اس نے

مدینہ کی طرف اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ فوج اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑی مدینہ کے راستے میں قبائل کو سجاح کی فوج کی اطلاع مل چکی تھی چنانچہ نباح کے مقام پر پہنچی تو وہاں پہلے سے موجود جنگ کے لئے تیار اوس بن خزیمہ اور بنی عمرہ قبائل نے اس کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ابھی مدینہ کی منزل دور تھا، سخت لڑائی ہوئی، سجاح نے اپنے پیروکاروں کے حوصلے بڑھائے۔ اسکی آواز پر جوش میں اضافہ ہو گیا لیکن اوس بن خزیمہ اور بنی عمرہ کے قبائل کے سامنے اسکے پیروکار نہ ٹھہر سکے فریقین کا زبردست نقصان ہوا اسکے دو سردار ہذیل اور عقبہ گرفتار ہوئے۔ اسکے مکروفریب نے کام کیا۔ اس نے اپنے حسن اور شیریں گفتگو سے مخالفوں کو بڑا متاثر کیا۔ جنگ بند ہو گئی دونوں فریق کے سردار اسکے خیمہ میں بیٹھے۔ ان پر سجاح کا اتنا اثر ہوا کہ مخالفوں نے جیتی ہوئی بازی ہار دی۔ اس نے اپنے جنگجوؤں کو اس شرط پر چھڑا لیا کہ وہ ان کے علاقے سے چلی جائیگی۔ اس صلح پر اس کے دو اہم سردار مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک اپنے ساتھیوں سمیت سجاح سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات حضور پاک ﷺ کی جانب سے بنو مالک اور بنو حنظلہ میں عمال تھے۔ انہوں نے محاصل مدینہ جا کر بیت المال میں جمع نہ کرائے بلکہ مرتد ہو کر سجاح سے جا ملے اور یہ صدقات سجاح کے جنگی فنڈ میں جمع کرا دیئے۔ سجاح نے ان دونوں کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن حق ان پر واضح ہو چکا تھا وہ سمجھ گئے تھے کہ سجاح جھوٹی مکار اور عیار عورت ہے۔ مقفیٰ و مسجع عبارتیں خود گھڑ کر انہیں وحی کا نام دیتی ہے۔ اسے غیب سے کوئی خبر نہیں ملتی۔

رات ہو چکی تھی اسکی فوج کا ایک حصہ ناراض ہو کر جا چکا تھا وہ پریشان تھی ساری رات خیمہ میں کروٹیں بدلتی رہی۔ اس کے قریب ہی یمامہ کا علاقہ تھا جہاں مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا ہوا تھا۔ ہزاروں لوگ اس کے پیروکار بن چکے تھے۔ اسے جنگ میں کامیابی بھی ہوئی تھی اس کے بہت سے لوگ مسیلمہ سے جا ملے تھے مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بھی اسکا خیال یہ تھا کہ یہ بھی مسیلمہ سے مل جائیں گے اس

لئے اس نے ایک فیصلہ کیا۔ وہ دیر تک جاگتی رہی رات گئے نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تو پہرہ دار بھی سو گئے۔

جب اٹھی تو اس نے اپنے قریبی سرداروں کو اکٹھا کر کے ایک تازہ وحی سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ مسیلمہ کی دستبرد سے لوگوں کو بچائے۔ اس پر حملہ کر کے اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا یقین دلایا ہے فوج تیار ہوگئی اب اسکی منزل مدینہ کی بجائے یمامہ تھی۔ فوج اسکی میٹھی آواز پر یمامہ کی طرف بڑھتی رہی۔ مسیلمہ کو بھی اس کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے اپنے خصوصی مشیروں سے مشورہ طلب کیا حالات پر غور ہوا کہ سجاح کی فوج سے لڑنا بے کار ہے۔ ایک طرف ثمامہ بن اثال یمامہ میں آ کر حملہ آور ہو سکتے ہیں دوسری شرجیل بن حسنہؓ کی قیادت میں اسلامی فوج یمامہ کی طرف بڑھ رہی ہے اس لئے سجاح سے صلح ہی بہتر ہے۔ اس نے سجاح کے پاس قیمتی تحائف بھیج کر کہلا بھیجا "پہلے عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے چونکہ قریش نے بدعہدی کی ہے کہ وہ نصف میں نے تم کو دے دیئے۔ (تاریخ ابن خلدون جلد اول صفحہ 240) سجاح نے اس پیش کش پر غور کیا۔ مشیروں سے مشورہ کیا سب نے صلح کی تائید کی بعض روایات کے مطابق مسیلمہ نے خود چالیس اہم افراد کا وفد لے کر تحائف کے ساتھ سجاح سے ملنے کی پیشکش کی جسے قبول کر لیا گیا۔

مسیلمہ اپنے خیمہ میں اپنے مشیروں کے ساتھ واپس آ گیا وہ بڑا خوش تھا۔ اس کے حکم پر ایک خوش نما اور پر تکلف خیمہ نصب ہوا۔ اس میں قالین بچھائے گئے اور قسم قسم کے عطر اور خوشبوؤں سے اسے معطر کیا گیا۔ خوبصورت ریشمی پردے بھی لٹکائے گئے۔ بیٹھنے کے لئے نرم اور ریشمی گدے بچھائے گئے سجاح سے ایک اور ملاقات کے لئے پیغام بھیجا۔ سجاح نے قبول کر لیا وہ خوبصورت ریشمی نیا جوڑا پہن کر مسیلمہ سے ملاقات کرنے مسیلمہ کے قلعہ کے دروازہ پر پہنچی۔ محافظین اسے خصوصی خیمہ میں لے گئے۔ خوشبوؤں سے اسکا دماغ

معطر ہو گیا۔ وہ بڑا سرور محسوس کر رہی تھی، وہ نرم ریشمی گدے پر بیٹھ گئی۔ مسیلمہ قلعے سے نکل کر سجاح سے ملنے خاص خیمے میں پہنچا۔ سجاح کھڑی ہو گئی مسیلمہ کی عمر تو سو سال کے قریب تھی لیکن اس کے قویٰ مضمحل نہ ہوئے تھے وہ بظاہر 50 سال کا مرد لگتا تھا۔ دراز قد، گٹھواں جسم، رعب دار چہرہ وہ مسیلمہ کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ پھر دونوں بیٹھ گئے بالکل قریب۔ سجاح نے بھی اپنے کپڑوں پر عطر لگایا ہوا تھا۔ لیکن خیمہ کی معطر فضا اس کو مسحور کر رہی تھی۔ مسیلمہ نے محافظوں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جب دو غیر محرم مرد و عورت تنہائی میں ملتے ہیں تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ شیطان نے انہیں اور قریب کر دیا۔ مسیلمہ نے سجاح سے کہا کہ جناب پر کوئی تازہ وحی نازل ہوئی ہے تو سنائیے۔ سجاح بولی پہلے آپ اپنی تازہ وحی سنائیں۔ مسیلمہ نے اپنا منہ سجاح کے قریب کر کے یہ من گھڑت وحی سنائی۔

الم ترىٰ الىٰ ربک فعل بالحبلے اخرج منها نسمتے تسعىٰ بين صفاق وحشىٰ (کیا تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتے کہ وہ حاملہ عورتوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ ان سے چلتے پھرتے جاندار نکالتا ہے۔ جو نکلتے وقت پردوں اور جھلیوں کے درمیان لپٹے ہوتے ہیں)

سجاح مسیلمہ کے اور قریب ہو گئی اس نے مزید وحی کی فرمائش کی۔ مسیلمہ نے اسے ایک شہوت انگیز کلام سنایا۔ سجاح اس کی بانہوں میں تھی سجاح نے اس کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ مسیلمہ نے کہا کہ تم بھی نبیہ ہو میں بھی نبی ہوں۔ میں تمہیں اپنی زوجیت میں لیتا ہوں سجاح نے اس کے منہ کے قریب اپنا منہ کر کے کہا قبول ہے۔ پھر وہ میاں بیوی بن گئے تین دن تین رات دونوں اس خیمے میں رہے چوتھے روز وہ مسیلمہ سے رخصت ہوئی اور اپنے لشکر میں واپس آئی تو اس کے فوجی سردار اس کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے پوچھا کہ مسیلمہ سے مزید شرائط کیا طے ہوئیں؟ سجاح نے جواب دیا کہ مسیلمہ سچا نبی ہے۔ اس نے میری

نبوت کو تسلیم کرلیا اور میں بھی اسکی نبوت پر ایمان لے آئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم دونوں نے نکاح کرلیا ہے میں اب مسیلمہ کی زوجہ ہوں۔ سرداروں نے حق مہر کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگی میں یہ بات پوچھنا ہی بھول گئی۔ سب نے کہا آپ اسی وقت تشریف لیجا کر مسیلمہ سے حق مہر طے کریں۔ عرب کے دستور میں حق مہر کے بغیر نکاح کا تصور ہی نہ تھا۔ سجاح فوراً اپنے سرداروں کی معیت میں نہایت تیز قدموں سے مخصوص خیمہ میں پہنچی تو مسیلمہ موجود نہ تھا۔ اس نے خیمہ سے نکل کر اپنے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیئے تھے۔ وہ خوف میں مبتلا تھا اسے یقین تھا کہ سجاح کے پیروکار اس نکاح کو کبھی قبول نہ کریں گے وہ اس پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ سجاح بھی چند پیروکاروں کے ساتھ قلعہ کے دروازہ پر پہنچی۔ مسیلمہ کو خاتون اول کی آمد کی اطلاع دی گئی مسیلمہ سہا ہوا تھا وہ دروازے پر آنے کی بجائے چھت پر چلا گیا۔ اوپر سے بلند آواز میں آنے کا مقصد پوچھا سجاح نے اوپر منہ کر کے نہایت ترشی سے کہا کہ میرے ساتھ نکاح تو کرلیا لیکن میرا حق مہر تو بتاؤ۔ مسیلمہ نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا مناد (منادی کرنے والا) آیا ہے۔ سجاح نے جواب دیا۔ میرے ساتھ میرا موذن شیث بن ربیع موجود ہے مسیلمہ نے شیث سے کہا کہ تم جا کر منادی کردو کہ پانچ نمازیں لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے صبح اور عشا کی نماز مومنوں کے لئے سجاح کے مہر میں معاف کردیں یاد رہے مسیلمہ اور اسکے پیروکار حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو بھی مانتے تھے۔ البتہ نبوت میں مسیلمہ کو شریک ٹھہراتے تھے۔ سجاح اور اسکے اہم سردار عطا بن حاجب، عمرو بن اہیم، غیلان بن خرشہ اور موذن شیث بن ربیع واپس اپنے لشکر میں آگئے یہ سب بڑے شرمسار تھے عطاء بن حاجب نے چلتے ہوئے طنزیہ شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے۔

”ہماری پیغمبر عورت ہے جسے ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں اور لوگوں کے پیغمبر مرد ہیں“۔

رات ہوگئی تھی سجاح خیمہ میں آگئی باقی پیروکار بھی آرام کرنے لگے مسیلمہ کے

ساتھ صلح تو ہو گئی تھی لیکن شرائط صلح اور ان پر عمل درآمد طے ہونا تھا۔ دوسرے روز فریقین کا اجلاس ہوا۔ مسیلمہ نے سجاح کو یمامہ کے سال کے محاصل میں نصف اسی وقت ادا کر دیئے نصف کے لئے ہذیل، عقبہ اور زیاد کو یمامہ چھوڑ دیا۔ سجاح لشکر کے ساتھ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید بھی مدینہ سے اسلامی لشکر لیکر مفسدوں اور مرتدوں کو سبق سکھانے یمامہ کی طرف آرہے تھے سجاح کی فوج اسلامی لشکر دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ سجاح بھی جان بچا کر جزیرہ پر آگئی۔ اسلامی فوج کو دیکھ کر سب بھاگ گئے۔ مسیلمہ اور اس کے ساتھی قتل ہوئے۔

سجاح کا مسیلمہ کذاب سے نکاح اسکے پیروکاروں کے لئے شرم کا باعث تھا چنانچہ بہت سے جنگجو اس کو چھوڑ گئے۔ اس کے پاس ایک مختصر سی جمعیت رہ گئی تھی۔ اس نے پھر مشورہ کیا ان میں مدینہ پر حملہ کی سکت نہ تھی۔ رہی سہی کسر مسیلمہ اور اسکے ساتھیوں کے قتل اور اسکی نبوت کے خاتمہ نے پوری کر دی۔ وہ قبیلہ بنو تغلب میں رہائش پذیر ہوگئی۔ اس کی نبوت کافور ہو چکی تھی۔ یہاں خاموشی اور امن سے زندگی بسر کرنے لگی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بنو تغلب کے علاقہ میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑا تو حضرت امیر معاویہؓ نے بنو تغلب کے افراد کو بصرہ میں آباد کرایا۔ سجاح بھی ان افراد کے ساتھ بصرہ آگئی، اس نے اپنے قبیلہ کے ساتھ دل سے اسلام کو قبول کیا۔ سجاح نے اسلام لانے کے بعد اپنی پوری زندگی نہایت دین داری اور پرہیزگاری کے ساتھ گزاری اور اسلام کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئی۔ بصرہ کے حاکم اور حضرت محمد ﷺ کے صحابی حضرت سمرہ بن جندبؓ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابن خلدون)

4

طلیحہ اسدی

سرکار دو عالم ﷺ کا دور مبارک تھا ظلمت میں بھٹکے ہوئے انسان ہادی برحق محمد ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر کے اپنے سینے نور ایمانی سے بھر رہے تھے۔ تاریکی چھٹ رہی تھی، پتھر سے بنے ہوئے بتوں کے سامنے سر جھکانے والے اب اپنے معبود حقیقی کے حضور پانچوں وقت سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ وہ رحمت العالمین کی ہدایت پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی دولت لوٹ رہے تھے۔ خیبر کے نواح میں قبیلہ بنو اسد آباد تھا۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو کر اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزار رہا تھا۔

اس قبیلہ کا ایک شخص طلیحہ بن خویلد بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ بظاہر مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا دل اور دماغ مسلمان نہیں ہوا تھا وہ شیطانی وسوسوں کا شکار تھا۔ اسے رب کے حضور سجدہ اور رکوع بالکل ناپسند تھا یہ خیال پہلے اس کے ذہن تک محدود تھا پھر اس نے کھلے عام سجدے اور رکوع پر تنقید شروع کر دی کہ رب بے نیاز ہے وہ ہر قسم کے تکلفات سے بے نیاز ہے۔ وہ تمہاری پیشانیوں کو خاک پر رگڑنے، سجدے کرنے سے بے نیاز ہے۔ وہ تمہاری پشت کو خم کرنے رکوع سے بھی نیاز ہے۔ شروع میں ان باتوں پر لوگوں نے کان نہیں دھرے لیکن آہستہ آہستہ اس کا پروپیگنڈہ کام کر گیا اور قبیلے کے کچھ لوگ اُس کے ہم نوا بن گئے وہ شاطر ذہن اور جودت طبع کا مالک تھا، بڑا فصیح اور بلیغ تھا۔ اپنی گفتگو سے لوگوں کو متاثر

کر لیتا تھا۔ بہت سے نوجوان اس کے معتقد ہو گئے اپنے گرد نوجوانوں کا ہجوم دیکھ کر حکمرانی کا شوق اس میں انگڑائیاں لینے لگا۔

خواہشات کی رو میں اُس نے اسلام کو ترک کر کے نبوت کا دعویٰ کر دیا اس کے معتقد اس کی نبوت پر ایمان لے آئے اس نے لوگوں میں مشہور کر دیا کہ جبرائیل اس کے پاس آتے ہیں اور اس کے وزیر ہیں۔ وہ ہر کام اپنے وزیر حضرت جبرائیلؑ کے مشورہ سے کرتا ہے وہ اپنی عبارتیں جوڑ کر انہیں وحی کا نام دیتا اور اپنے معتقدین کو سناتا رہتا تھا۔ اس کے معتقدین سوچے سمجھے بغیر انہیں وحی آسمانی سمجھ کر سنتے تھے اس کی ایک وحی ملاحظہ فرمائیے:

(عربی سے ترجمہ: "قسم ہے آبی پرندوں کی، جنگلی پرندوں کی، ترشی کی جو خشک زمین میں رہتی ہے۔ کہ زمانہ ماضی میں سالہا سال سے قرار پا چکا ہے کہ ہمارا ملک شام اور عراق تک وسعت پذیر ہوگا"۔

یہ عبارت اس کے ارادے کو واضح غمازی کرتی ہے اس کے ذہن نے فرضی شریعت کے کچھ احکام گھڑے تھے۔ اس نے نماز میں قیام کو ضروری قرار دیا اور سجدہ اور رکوع کو حذف کر دیا۔

طلیحہ بڑا عیار مکار اور حالات سے فائدہ اٹھانے والا تھا۔ ماہر نفسیات کی طرح وہ انسان ذہنی رجحان کو خوب جانتا تھا اس کے معتقدین اس کی زبردست تشہیر کر رہے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلہ بنی اسد اور گرد و نواح کے دوسرے قبیلے اس کے پیروکار بن گئے۔ اس کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی اس کامیابی کو دیکھ کر اس کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ اس نے اپنے چچازاد بھائی حبال کو سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی نبوت کی دعوت دے کر مدینہ بھیجا۔ حبال نے مدینہ پہنچ کر سرکار دو عالم ﷺ کے حضور حاضر ہو کو طلیحہ کی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ (معاذ اللہ) خواجہ کائنات حضرت محمد ﷺ نے بڑے تحمل اور بردباری سے طلیحہ کے نبی

ہونے کا ثبوت طلب فرمایا۔ حبال نے کہا کہ اس پر ذوالنون آتا ہے اس پر سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ذوالنون کا نام کہیں سے سن لیا ہوگا یہ سن کر حبال نے بڑے مغرورانہ انداز میں کہا۔

"آپ کیا کہتے ہیں کیا وہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جس کو لاکھوں مخلوق اپنا ہادی اور نجات دہندہ مانتی ہو۔" آپ ﷺ حبال کی اس گستاخی پر ناخوش ہوئے آپؐ نے فرمایا خدا تمہیں ہلاک کرے اور تمہارا خاتمہ بخیر نہ ہو۔

حبال مدینہ منورہ سے بے عزت ہو کر لوٹا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عزار بن اوزارؓ کو جہاد کی تحریک کے لئے طلیحہ کے قریبی قبائل میں بھیجا۔ ان قبائل سے ہزاروں افراد حضرت محمد ﷺ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عزار بن اوزارؓ کے ساتھ ہو گئے۔

لشکر اسلام واردات کے مقام پر پہنچا مقابلے پر ہزاروں طلیحہ کے پیروکار تھے۔ دونوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر طلیحہ کے پیروکار بدحواس ہو کر بھاگ گئے لیکن ابھی تک طلیحہ کے بے شمار پیروکار اس کے گرد جمع تھے۔ اور وہ ان پر حکمرانی کر رہا تھا طلیحہ نے اپنے معتقدوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سمیران کے لئے ناکافی تھا اس لئے ایک حصہ براق میں آ کر آباد ہو گیا اور دوسرا حصہ ذی القصہ میں۔ طلیحہ نے ذی القصہ میں آباد پیروکاروں، لیث اور مذبح قبائل سے تعلق رکھنے والوں پر اپنے چچازاد بھائی حبال کو حاکم بنا دیا۔

سرکار دوعالم ﷺ کے وصال اور جیش اسامہ کی روانگی کی اطلاع حبال کو ملی تو اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے اپنا ایک جاسوس مدینہ منورہ بھیجا جو حالات کا جائزہ لے کہ مدینہ میں کتنی جمعیت مجاہدین کی ہے۔ یہ جاسوس قاصد کے روپ میں مدینہ منورہ گیا جس نے حضرت ابوبکر صدیق سے زکوۃ کے معافی کے بارے میں گفتگو کی۔ اصل مقصد اس کا صرف حالات کا جائزہ لینا ہی تھا۔ حالات کو دیکھ کر اس نے حبال کو پوری پوری رپورٹ پیش

ہونے کا ثبوت طلب فرمایا۔ حبال نے کہا کہ اس پر ذوالنون آتا ہے اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ذوالنون کا نام کہیں سے سن لیا ہو گا یہ سن کر حبال نے بڑے مغرورانہ انداز میں کہا۔

''آپ کیا کہتے ہیں کیا وہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جس کو لاکھوں مخلوق اپنا ہادی اور نجات دہندہ مانتی ہو۔'' آپ ﷺ حبال کی اس گستاخی پر ناخوش ہوئے آپؐ نے فرمایا خدا تمہیں ہلاک کرے اور تمہارا خاتمہ بخیر نہ ہو۔

حبال مدینہ منورہ سے بے عزت ہو کر لوٹا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عزار بن اوزارؓ کو جہاد کی تحریک کے لئے طلیحہ کے قریبی قبائل میں بھیجا۔ ان قبائل سے ہزاروں افراد حضرت محمد ﷺ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عزار بن اوزارؓ کے ساتھ ہو گئے۔

لشکر اسلام واردات کے مقام پر پہنچا مقابلے پر ہزاروں طلیحہ کے پیروکار تھے۔ دونوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر طلیحہ کے پیروکار بدحواس ہو کر بھاگ گئے لیکن ابھی تک طلیحہ کے بے شمار پیروکار اس کے گرد جمع تھے۔ اور وہ ان پر حکمرانی کر رہا تھا طلیحہ نے اپنے معتقدوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سمیران کے لئے ناکافی تھا اس لئے ایک حصہ براق میں آ کر آباد ہو گیا اور دوسرا حصہ ذی القصہ میں۔ طلیحہ نے ذی القصہ میں آباد پیروکاروں، لیث اور مذحج قبائل سے تعلق رکھنے والوں پر اپنے چچازاد بھائی حبال کو حاکم بنا دیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے وصال اور جیش اسامہ کی روانگی کی اطلاع حبال کو ملی تو اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے اپنا ایک جاسوس مدینہ منورہ بھیجا جو حالات کا جائزہ لے کہ مدینہ میں کتنی جمعیت مجاہدین کی ہے۔ یہ جاسوس قاصد کے روپ میں مدینہ منورہ گیا جس نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے زکوٰۃ کے معافی کے بارے میں گفتگو کی۔ اصل مقصد اس کا صرف حالات کا جائزہ لینا ہی تھا۔ حالات کو دیکھ کر اس نے حبال کو پوری پوری رپورٹ پیش

کی۔حبال نے تیسرے دن ہی مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کو حبال کے ارادے کی اطلاع ملی تو آپ نے چند مسلمان اونٹوں پر سوار کر کے حبال کے لشکر کی طرف بھیجے ان مجاہدین نے حبال کے لشکر کو ذی حسی تک پیچھے دھکیل دیا لیکن یہ حبال کی ایک چال تھی حبال اپنی فوج کا کچھ حصہ ذی حسی کے مقام پر چھوڑ آیا تھا۔اس نے مجاہدین کو دیکھ کر خالی مشکوں میں ہوا بھر کر اور منہ رسیوں سے باندھ کر مجاہدین کے راستے میں پھینک دیں اس سے مجاہدین کے اونٹ بدک گئے اور اپنے سواروں کو واپس مدینہ لے آئے۔

صورت حال بڑی نازک تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آپؓ کے ارادے چٹان سے بھی زیادہ سخت تھے آپؓ حالات سے بالکل نہ گھبرائے آپ نے مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ان کو جہاد کے لئے تیار کیا ساری رات آپ مجاہدین کو لڑائی کے لئے آراستہ کرنے میں مصروف رہے۔اور صبح صادق سے پہلے ہی پاپیادہ مجاہدین کو لے کر اس ٹیلے پر جا پہنچے جہاں حبال کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا آپ نے جاتے ہی حملہ کر دیا یہ حملہ غیر متوقع تھا۔جس کے لئے حبال کی فوج تیار نہ تھی بہت سے حبال کے سپاہی مجاہدین کی تیغ سے واصل جہنم ہوئے۔باقی بھاگ گئے حبال نے بڑی مشکل سے بھاگ کر جان بچائی صبح سورج طلوع ہونے سے قبل لڑائی ختم ہو گئی تھی۔مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کی یہ پہلی جنگی کامیابی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی شجاعت اور تدبر نے مسلمانوں کو کامرانی سے ہمکنار کیا۔

طلیحہ کو حبال اور اپنے پیروکاروں کی شکست کی خبر ہو گئی تو اس نے انتقام کے جوش میں بنی عیسی اور ذبیان قبائل کے مسلمانوں کو پکڑ کر شہید کروا دیا۔اس ظلم کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت ابوبکرؓ صدیق کو بڑا صدمہ ہوا اس دوران حضرت اسامہؓ بن زید کا لشکر کامیاب

ہو کر شام سے واپس لوٹ آیا تھا۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا لشکر اسامہؓ کو بھی مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تا کہ وہ ستالیس اور خود مدینہ میں موجود قلیل سی تعداد لے کر طلیحہ کو کیفر کردار تک پہنچانے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ ابرق کے مقام پر طلیحہ کے پیروکاروں اور لشکر اسلامی میں خوب جنگ ہوئی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ بنی جلس، بنی بکر اور بنی ذبیان کے قبائل جو طلیحہ کے پیروکار تھے۔ بھاگ کر طلیحہ کے پاس چلے گئے اور اس پورے علاقے پر پرچم اسلام لہرانے لگا آپ اور آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن رفقا نے عرض کی آپ کی موجودگی مدینہ میں بہت ضروری ہے آپ کی غیر موجودگی سے مدینہ منورہ میں کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ آپ واپس مدینہ آگئے آپ نے واپس مدینہ آ کر اسلامی لشکر کو گیارہ حصوں میں تقسیم فرمایا ہر دستے کو الگ الگ جھنڈے عطا کئے۔ آپ نے سفید جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کو دے کر طلیحہ کی سرکوبی کے لئے روانگی کا حکم دیا۔

قبیلہ بنو اسد اور غطفان کی پیروی میں مشہور زمانہ حاتم طائی کا قبیلہ بنی طے بھی طلیحہ کا پیروکار بن گیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی روانگی سے قبل آپ نے حضرت عدیؓ بن حاتم طائی کو بنی طے کی طرف روانہ کیا کہ وہ اپنے قبیلے طے کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لا سکے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم طائی اپنے قبیلے میں پہنچے انہیں اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوج میں شامل ہو گئے طے کو دیکھ کر حضرت عدیؓ قبیلہ جذیلہ میں گئے اور انہیں بھی اسلام کی دعوت دی وہ بھی مسلمان ہو گئے اوان کے ایک ہزار سوار لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید نے عکاشہ بن حسنؓ اور ثابت بن ارقم کو طلیحہ کی طرف ایک فوج کا دستہ دے کر بھیجا تا کہ حجت پوری کی جائے۔ لیکن راستے میں حبال سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور حبال مارا گیا حبال کی ہلاکت کی خبر سن کر طلیحہ خود لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے کو آیا

حضرت خالدؓ بن ولید بھی فوج لے کر پہنچ گئے تھے طلیحہ خیمہ سے باہر نکل آیا تھا۔ ایک کثیر تعداد پیروکاروں کی اس کے ہمراہ تھی لیکن طلیحہ پر خوف سے کپکپی طاری ہوگئی اس میں مسلمانوں سے لڑنے کی بالکل سکت نہ تھی۔ فوج کو مقابلہ میں بھیج کر میدان جنگ میں ایک طرف چادر اوڑھ کر بیٹھ گیا اور مصاحبوں سے کہنے لگا کہ ابھی مجھ پر وحی نازل ہوگی اس کی فوج مسلمانوں سے لڑتی رہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس شدت سے حملے کیے کہ طلیحہ کی شکست یقینی ہوگئی۔ حالات کو دیکھ کر بنی فرازہ کا سردار عینیہ بن حصص طلیحہ کے پاس گیا جو ابھی تک چادر اوڑھے دُبکا بیٹھا تھا کیوں حضور کوئی وحی آئی طلیحہ نے کہا ابھی جبرائیل تشریف نہیں لائے عینیہ بولا تو جبرائیل کب آئیں گے؟ ہماری تو طاقت ہی جواب دے گئی طلیحہ نے کہا فکر نہ کرو جاؤ لڑو عینیہ میدان جنگ میں پھر آ گیا اور لڑتا رہا وہ کئی بار طلیحہ کے پاس وحی کے بارے میں پوچھنے لگا آخری بار طلیحہ نے کہا جبرائیل آئے تھے اور انہوں نے رب جلیل کا یہ پیغام دیا ہے۔

(عربی سے ترجمہ) "تیرے لئے شدت جنگ ایسی ہوگی جیسی کہ خالد کے لئے ہے اور ایک معاملہ ایسا گزرے گا جو تو کبھی فراموش نہ کرے گا"۔

عینیہ نے واپس ہو کر فوجیوں کو طلیحہ پر نازل تازہ وحی سنائی عینیہ نے اپنے لشکر کو صاف کہہ دیا کہ طلیحہ نبی نہیں بلکہ کاذب دجال ہے۔ اس لئے مفت میں اپنی جانیں مت گنواؤ یہ سن کر بنی فرازہ نے جنگ بند کردی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ دیکھ کر طلیحہ کے دوسرے پیروکار بھی فرار ہوگئے طلیحہ تو پہلے ہی فرار کے لئے تیار تھا اس نے اپنی بیوی نوار کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ کر شام پہنچا اور قبیلہ بنی کلب میں رہائش پذیر ہوگیا بنی اسد اور غطفان قبائل نے سچے دل سے اسلام قبول کیا بعد میں طلیحہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عمرؓ فاروق کے دور خلافت میں طلیحہ شام سے مکہ مکرمہ حج کی ادائیگی کے

لیے آیا اور وہ مدینہ منورہ گیا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق سے ملاقات کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے من گھڑت الفاظ کو وحی الٰہی سے تعبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر افترا کیا کہ "خدائے برتر تمہارے مونہوں کو خاک پر رگڑنے سے مستغنی ہے اور تمہاری پشت کی خمیدگی سے بھی بے نیاز ہے اور جھاگ دودھ کے اوپر ہی رہتا ہے"۔ طلیحہ نے نہایت شرمندگی سے کہا کہ امیر المومنین یہ بھی کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جسے اسلام نے بالکل معدوم کر دیا۔ یہ سن کر امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق خاموش ہو گئے۔ طلیحہ کی باقی زندگی کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

5

حارث کذاب دمشقی

عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کا دور حکومت تھا۔ اسلامی سلطنت میں امن قائم ہو چکا تھا۔ قاتلین حسینؓ اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔ 64 ہجری میں یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا معاویہ بن یزید بن معاویہ دمشق کے تخت پر بیٹھا۔ لیکن وہ چالیس روز کے اندر ہی انتقال کر گیا۔ اسلامی سلطنت میں خانہ جنگی کا دور دوبارہ شروع ہو گیا۔ شام و مصر پر مروان بن حکم قابض ہو گیا۔ مروان کے انتقال کے بعد عبدالملک بن مروان سلطنت اسلامی کا سربراہ بنا۔ وہ انتظامی امور کا ماہر تھا پورے ملک میں امن قائم ہو گیا دمشق اُموی حکمرانوں کا پایہ تخت تھا۔ مختلف شہروں سے لوگ دمشق میں آباد ہو گئے تھے ان میں ابوجلاس عبدی قریشی بھی تھا۔ اس کا ایک غلام حارث بن عبدالرحمٰن بن سعید متنبی دمشقی تھا جو نہایت عبادت گزار تھا۔ ابوجلاس نے اسکی پرہیزگاری دیکھ کر اسے آزاد کر دیا۔

حارث غلامی سے آزاد ہوا تو ابوجلاس کے گھر سے رخصت ہو کر ایک کرائے کے مکان میں رہنے لگا پنجگانہ نماز کے علاوہ دن رات عبادت کرتا، تہجد، اشراق اور اوابین کے نوافل باقاعدگی سے ادا کرتا۔ اکثر روزے رکھتا جو کی ایک روٹی اسکی غذا تھی۔ کم کھاتا، کم بولتا اور کم سوتا تھا۔ پھر کسی اہل اللہ کی رہنمائی کے بغیر اس نے مختلف وظائف و اوراد شروع کر دیئے۔ شام ابدالوں کا مسکن ہے لیکن کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ بیعت نہ ہوا۔

پیرومرشد کے بغیر ہی مختلف منزل کے لئے چلہ کشی کرنے لگا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے عجیب قسم کی چیزیں نظر آنے لگیں کبھی وہ محسوس کرتا کہ وہ تخت پر بیٹھا ہے اور غیر مرئی مخلوق تخت کو اٹھا کر آسمان کی طرف لیجارہی ہیں کبھی اسے آسمان پر مختلف رنگ نظر آتے کبھی وہ مصلّٰی پر بیٹھا وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ سردیوں کا موسم تھا اس نے محسوس کیا کہ اسے کوئی نام لیکر پکار رہا ہے۔ دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو کوئی نہ تھا پھر مصلّٰی پر بیٹھ گیا پھر اسے آواز آئی کہ اسکا والد اسے پکار رہا ہے۔ اس کا والد دمشق سے دور حولہ میں رہتا تھا۔ باہر آیا تو دروازوں پر کوئی نہ تھا۔ وہ پریشان ہوگیا اس نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن سعید کو خط لکھا جس میں عجیب وغریب پیش آنے والے واقعات کا ذکر تھا۔ اس نے گمان ظاہر کیا کہ یہ شیطانی کارستانی ہے۔ والد نے معاملہ پر غور کیا اس نے خط کے جواب میں لکھا بیٹا تو اس کام کو بے خطر کر گزر جس کے لئے غیر مرئی قوت نے تجھے حکم دیا ہے۔ یہ شیطان نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: ''لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز بدکار پر اُترا کرتے ہیں'' (الشعراء: 222،221)۔ اور تو نہ تو دروغ گو ہے اور نہ ہی بدکار۔ اس لئے تو ایسے وسوسوں کو اپنے قریب نہ آنے دے اور فوراً اس کی تعمیل کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

روحانیت اور طریقت ایک سائنس ہے لیکن اس کے حصول کے لئے مرشد کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ روحانی منزل تک پہنچنے کے لئے سالک کو پرخطر راستوں سے گزرنا پڑتا ہے جہاں شیاطین کے پہرے ہیں۔ یہ شیاطین سالک کو اپنی منزل تک پہنچنے میں سخت مزاحمت کرتے ہیں اسے گمراہ بھی کرتے ہیں۔ اسے ڈراتے ہیں، اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں یہ شیاطین بزرگوں کا روپ دھار لیتے ہیں اور کبھی یہ خدا بھی بن جاتے ہیں۔ نام سے آواز دیتے ہیں کبھی اسے یقین دلاتے ہیں کہ تو میرے قریب ہوگیا ہے کبھی اسے مہدی کہہ کر پکارتے ہیں کبھی اعلےٰ مقام پر فائز کردیتے ہیں۔ جو سالک ان کے جال

میں پھنس گیا وہ دین و دنیا دونوں سے چلا گیا۔ اس لئے بعض وظائف کرنے والے پاگل ہو جاتے ہیں، ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں ناپاک رہتے ہیں، شیاطین کی ٹیم اس کے ہمرکاب رہتی ہے غرضیکہ حارث بھی شیطان کے پنجہ میں آگیا۔ اس پر شیاطین مسلط ہو گئے شیاطین اسکی ہر فرمائش پوری کرتے اس کی خواہش پر بے موسی پھل لاتے۔ وہ پتھر پر انگلی مارتا تو پتھر سے تسبیح کی آواز آتی۔

حارث کی شہرت دمشق اور مضافات میں دور دور تک پھیل گئی لوگ اس کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ بعض اسے ولی بعض ابدال سمجھتے۔ ایک روز اس نے اعلان کیا کہ وہ دمشق کے مضافات میں موضع دیر مراں سے فرشتوں کو نکلتا ہوا دکھا سکتا ہے۔ ایک وقت مقررہ پر لوگ دیر مراں پہنچ گئے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ ایک طرف ایک تخت بچھایا گیا تھا۔ جس پر آکر حارث بیٹھ گیا۔ اس نے بلند آواز میں اعلان کیا کہ سب آنکھیں بند کرلیں سب نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے کچھ پڑھا پھر اس نے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔ لوگ حیران تھے ان کے سامنے حسین وجمیل فرشتے انسانوں کی صورت میں گھوڑوں پر سوار ہو کر جارہے ہیں۔ یہ منظر کئی منٹ تک جاری رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ سب نے آنکھیں بند کرلیں دوبارہ کھولنے کا اعلان ہوا تو فرشتے غائب تھے۔ سب لوگ حیران تھے لوگ قطار اندر قطار سٹیج پر آکر اس کے ہاتھ چوم رہے تھے۔ بعض لوگ اس کے قدموں میں گرے پڑے تھے۔ یہ مجمع جلوس کی شکل میں دمشق آگیا اس پر دولت کی بارش شروع ہوگئی کرائے کا مکان چھوڑ کر قیمتی عمارت خریدلی۔ لوگوں کا ہر وقت جم غفیر رات گئے تک اس کے پاس رہتا۔

حارث کی کرامتوں اور خارق عادت افعال کی شہرت دمشق سے نکل کر مصر، عراق اور دوسرے علاقوں میں پہنچ گئی۔ لوگ اس سے دعائیں کرانے لگے، بیماری سے شفایابی کے لئے اس کے بول کے منتظر رہتے، دولت کی ریل پیل ہوگئی، نوکروں کی تعداد میں اضافہ

ہونے لگا، پہلے کم غذا، کم بولنا اور کم سونا اسکا معمول تھا اب وہ معتقدین کے جھرمٹ میں رہ کر لوگوں کے سوالات کے جواب بھی دیتا۔ مہمانوں کی خاطر تواضع بھی کرتا، لوگوں سے تحائف بھی وصول کرتا۔ اب اسے نیند بھی زیادہ آنے لگی اب غیر مرئی طاقتوں نے اسے کہا کہ وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ ایک آواز نے کہا تو اللہ کا نبی ہے۔ وہ حیران و پریشان تھا اب اسے روزانہ نظر نہ آنے والے کی آواز آتی کہ تو نبی ہے۔ تو اللہ کا رسول ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے نبی کے اعلے مقام پر فائز کیا ہے۔ لیکن وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرنے میں ہچکچاتا رہا۔ غیر مرئی قوتیں اس پر غالب آگئیں لیکن وہ دینی فرائض باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔

ایک روز ایک دمشقی قاسم بن بخیرہ اس کے پاس آیا عوام کا جم غفیر جا چکا تھا۔ خادم لوگوں کے لائے ہوئے نذرانے سمیٹ کر اندر رکھ رہے تھے۔ حارث اکیلا بیٹھا ہوا تھا قاسم بن بخیرہ اس کے بہت قریب تھا۔ وہ اس سے اہم باتیں بھی کر لیتا تھا جسے وہ عوام سے چھپاتا تھا قاسم نے اس سے پوچھا کہ تم کس بات کے مدعی ہو؟ یعنی روحانیت کے کس مقام پر فائز ہو؟ ولی اللہ ہو، غوث ہو، قطب ہو، ابدال ہو، کیا ہو؟ حارث نے بڑے اعتماد سے کہا کہ یہ عہدہ تو میں جس کو چاہے عنایت کر دوں۔ میں تو اللہ کا نبی ہوں، حارث کے منہ سے یہ کلمہ سن کر قاسم آگ بگولا ہو گیا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا اس نے نہایت ترش لہجے میں کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ قطعاً بند ہے۔ قاسم حارث کے پاس سے اٹھ کر قصر خلافت پہنچا اور خلیفہ عبدالملک بن مروان سے ملاقات کر کے حارث کے فتنہ سے مطلع کیا۔ خلیفہ نے اپنے طور پر خفیہ طور پر حارث کے دعویٰ کی تصدیق کی تو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ حارث کو بھی مسلط شیاطین نے عبدالملک بن مروان کے ارادوں سے حارث کو باخبر کر دیا۔ حارث راتوں رات اپنے چند مریدوں کو لے کر دمشق سے بھاگ کر بیت المقدس پہنچ گیا۔

حارث نے اپنا مرکز بیت المقدس کو بنالیا وہ ہر وقت بیت المقدس میں حاضر رہتا

پانچوں نمازیں ادا کرتا اور پھر اپنے مکان میں آجاتا جواس نے دمشق سے اسکے ساتھ آنے والے چند مریدوں سے مل کر لیا تھا۔ یہ مرید شہر میں پھر جاتے اور بیت المقدس کی زیارت کو آنے والے افراد کو پھنسا کر حارث کے پاس لے آتے۔ یہ اکثر نو وارد ہوتے تھے۔ حارث ان سے توحید اور ذات باری کے بارے میں پر مغز گفتگو کرتا۔ اس نے خارق عادات افعال کا مظاہرہ بیت المقدس میں بھی کیا۔ غرضیکہ بیت المقدس میں دمشق سے زیادہ کاروبار چلا۔ ایک روز بصرہ کا رہنے والے ایک شخص بیت المقدس آیا تو حارث سے ملاقات ہوئی وہ حارث کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ وہ اب اس کے پاس لگاتار آنے لگا ایک روز اس نے اپنی نبوت کا برملا بصری کے سامنے اظہار کر دیا۔ اس نے کہا کہ آپ کی ہر بات بہت خوش کن اور اثر انگیز ہے لیکن میں آپ کے دعوئ نبوت کو نہیں مان سکتا۔ حارث نے اسے کہا کہ آپ غور ضرور کرو۔ بصری نے سوچا حارث ایک فتنے کو جنم دینے والا ہے۔ اس لئے اسکا خاتمہ از حد ضروری ہے ان دنوں خلیفہ عبدالملک بن مروان منبرہ میں آیا ہوا تھا۔ بصری اس کی خدمت میں پہنچا اور حارث کے دعوئ نبوت کے بارے میں خلیفہ کو مطلع کیا۔ خلیفہ پہلے ہی حارث کی تلاش میں تھا چنانچہ خلیفہ نے دس فرغانہ کے سپاہی بصری کی قیادت میں حارث کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیئے۔ بصری فوج کے اس دستہ کو لیکر رات کے وقت حارث کے مکان پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا بڑی مشکل سے دربان نے دروازہ کھولا تو حارث موجود نہ تھا۔ حارث کے مریدوں نے کہا کہ تم اللہ کے نبی کو قتل کرنا چاہتے ہو اللہ نے اسے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ بصری نے سپاہیوں کو لیکر مکان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ آخر ایک کونہ میں چھپا ہوا پکڑا گیا۔ بصری کے حکم سے سپاہیوں نے زنجیر گردن میں ڈال کر دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر اسے گورنر بیت المقدس کے پاس لے گئے۔ وہ بیت المقدس کے دروازے کے قریب پہنچے تو حارث نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں (بغرض محال) سیدھے راستے کو چھوڑ دوں تو یہ حق فراموشی مجھ پر وبال ہوگی اور اگر ہدایت پر قائم

رہوں تو یہ اس کلام پاک کی بدولت ہے جسے میرے رب نے مجھ پر نازل کیا ہے"۔
(5-34) اس آیت کا پڑھنا تھا کہ گلے اور ہاتھ کی زنجیریں ٹوٹ کر زمین پر جا گریں۔ سپاہی اور بصری حیران و پریشان تھے۔ چند سپاہیوں کے دل میں حارث کی حقانیت کے بارے میں وسوسہ بھی پیدا ہوا۔ حالات بھی ایسے ہی تھے لیکن بصری نے اسے قابو کرلیا اس نے سپاہیوں کو زنجیر میں جکڑنے کا حکم دیا سپاہیوں نے زمین سے زنجیر اٹھا کر پھر ہاتھ گلے سے باندھے اور اپنے ساتھ لے چلے حارث چلتا رہا۔

آگے جا کر پھر اس نے پھر یہ آیت پڑھی تو زنجیر ٹوٹ کر زمین پر جا گری لوگ اکٹھے ہو چکے تھے انہوں نے سپاہیوں سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ سپاہی تو خاموش رہے بصری نے جواب دیا کہ یہ زندیق ہے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوا ہے، شیطان اسکی مدد کر رہا ہے۔ خلیفہ عبدالملک نے اسے گرفتار کر کے اسکے دربار میں پیش کرنیکا حکم جاری کیا ہوا ہے۔ بصری کی باتیں سن کر لوگ مشتعل ہو گئے وہ اسے سنگسار کرنا چاہتے تھے ایک دو پتھر اسے لگے بھی حارث نے سپاہیوں کو کہا کہ مجھے بیڑی پہنا دیں میں اب اسی حالت میں خلیفہ کے سامنے پیش ہوں گا۔ اور آپ دیکھو گے خلیفہ بھی میری نبوت پر ایمان لے آئیگا۔ چنانچہ سپاہیوں نے بیڑی اٹھائی، حارث کو جکڑا اور پھر دمشق لے آئے۔ راستے میں کئی خارق عادات واقعات رونما ہوئے لیکن سپاہی خلیفہ کے دربار میں اسے پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

رات ہو چکی تھی اسے حوالات میں بند کر دیا سخت پہرہ لگایا گیا لیکن وہ کچھ دیر بعد حوالات سے باہر آجاتا کوتوال نے حوالات کو خود تالا لگایا تھا اور دروازے پر کرسی ڈال کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے اسکی آنکھ لگی تو حارث حوالات سے باہر اسکے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اسی چکر میں صبح ہو گئی۔ اسے ناشتہ کرایا گیا وہ نماز پڑھتا رہا اور مصلّٰی پر بیٹھ کر وظائف پڑھتا رہا۔ دن نکلنے کے بعد اسے خلیفہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے

کوئی آثار نہ تھے۔ مطمئن چہرہ کے ساتھ وہ خلیفہ کے سامنے پیش ہوا خلیفہ کے ساتھ صدر اعظم اور مفتی اعظم بھی تھے دمشق کے علماء اور اہم افراد بھی حاضر تھے۔ دربار میں مکمل خاموشی تھی خلیفہ کے سامنے اسے بلایا گیا تو اس نے حاضرین پر ایک گہری نظر ڈالی۔ اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں وہ خلیفہ کے بالکل سامنے زنجیروں میں جکڑا ہوا کھڑا تھا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے پوچھا کہ واقعی تم مدعی نبوت ہو؟ حارث نے بڑے اعتماد سے جواب دیا ہاں۔ حارث نے وضاحت کرتے ہوئے کہا یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ جو کچھ کہتا ہوں وحی الہی کے مطابق کہتا ہوں۔ خلیفہ نے اسے دوبارہ زندان میں پہنچانے کا حکم دیا۔

قاضی القضاۃ مفتی اعظم نے حارث کو موت کی سزا تجویز کی۔ جسے خلیفہ نے منظور کر لیا اگلے روز اسے مقتل میں لایا گیا مقتل قصر خلافت کے قریب ایک کھلا میدان تھا جہاں مجرموں کو سزائیں دی جاتیں۔ موت کی سزا مجرم کی تلوار سے گردن اڑا کر دی جاتی۔ مجرم کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر زمین بٹھا دیا جاتا۔ پھر جلاد تیز تلوار کا وار پچھلی طرف سے اس کی گردن پر کرتا گردن کٹ کر علیحدہ ہو جاتی۔ سعودی عرب میں موت کی سزا کا یہی طریقہ اب تک رائج ہے لیکن دمشق میں گردن زنی کے علاوہ نیزہ مار کر بھی موت کی سزا دی جاتی تھی۔ خلیفہ نے حارث کو نیزہ مار کر ہلاک کرنیکا کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ عوام کے سامنے حارث کو مقتل میں لایا گیا سزا پر عملدر آمد کے لئے قاضی القضاہ، مفتی اعظم، صدر اعظم اور خلیفہ بھی موجود تھے۔ حارث ستون کے ساتھ زنجیروں سے باندھا گیا۔ ایک مضبوط جسم کے جلاد نے پوری طاقت سے نیزہ کا وار حارث پر کیا۔ لیکن یہ وار ناکام گیا حارث کو کچھ نہ ہوا وہ ستون سے بندھا ہوا مسکراتا رہا۔ سزا پر عمل در آمد کا منظر دیکھنے والوں میں حارث کے مرید بھی شامل تھے۔ انہوں نے با آواز بلند کہا کہ انبیاء علیہ السلام کے جسم پر ہتھیار اثر نہیں کرتے۔ چونکہ حارث بھی اللہ کا نبی ہے۔ اس لئے نیزہ کے وار کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ خلیفہ صدر اعظم اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے جلاد کو دوبارہ نیزہ مارنے کا حکم دیا گیا لیکن نیزے کا

اس کے جسم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ مفتی اعظم نے خلیفہ کے کان میں کوئی بات کہی۔ خلیفہ نے جلاد کو اپنے پاس بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارے چنانچہ جلاد نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا تو نیزہ اس کے جسم کے پار ہو گیا۔ خون کا ایک فوارہ اس کے جسم سے نکلا اور آخر موت سے ہمکنار ہو گیا۔

علمائے کرام نے حارث کے دعووں، زنجیریں ٹوٹنے، فرشتے گھوڑوں پر سوار نظر آنے، نیزے کے وار کا اثر نہ کرنے کے بارے میں مختلف تاویلات پیش کی ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان" میں ان واقعات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ہتھکڑیاں" زنجیریں کھولنے والا اسکا شیطان دوست تھا اور گھوڑوں پر سوار ملائکہ نہ تھے بلکہ وہ جنات تھے۔ بعض علما کی رائے کے مطابق حارث کو قرآن پاک کی بعض آیات کے خواص اور اثرات کا علم تھا۔ اس نے یہ طاقت وظائف سے حاصل کی ہوئی تھی اس نے متعلقہ آیت پڑھی تو بیڑیاں کھل گئیں۔ نیزہ اثر نہ کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں آیت موجود ہے اسکا علم حارث کو تھا۔ قرآن پاک میں ایک ایسی آیت بھی موجود ہے اسکے پڑھنے سے کوئی بم، تلوار اور نیزہ اثر نہیں کرتا۔ باقی رہا گھوڑوں پر سوار نظر آنے کا معاملہ تو یہ نظر بندی بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں قوت متخیلہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ آگرہ کے تاج محل کو ایک خاص علم کے حامل شخص نے پوری دنیا کی آنکھوں سے کئی منٹ کے لئے غائب کر دیا تھا۔ اسی طرح فرعون کے جادوگروں نے رسیاں زمین میں ڈالیں تو وہ سانپ بن کر چلنے لگے یہ ایک علم ہے۔ حارث کو یہ علم آتا تھا اس لئے اس نے حاضرین کی قوت متخیلہ میں گھوڑوں پر سوار افراد دکھائے۔ یہ مافوق الفطرت واقعات عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے کافی ہیں۔ حارث ان سب کا عامل تھا لیکن اسے شیطان نے ورغلایا اور اس سے دعویٰ نبوت کرا دیا۔

6

مغیرہ بن سعید عجلی اور بیان بن سمعان تمیمی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد عالم اسلام جن مصائب اور فساد سے دوچار ہوا تاریخ کے اوراق ان سے رنگین ہیں۔ بے شمار صحابہ کرام شہید ہوئے۔ معاملہ مصر کے گورنر کے خلاف شکایت سے شروع ہوا۔ مصر سے لوگ آئے اور حضرت عثمانؓ کے سامنے گورنر کی سبکدوشی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے گورنر مصر کو سبکدوش اور محمد بن ابی بکر کو نیا گورنر نامزد کر دیا۔ لوگ مصر کی طرف نامزد گورنر کے ساتھ چل پڑے راستے میں ایک مشکوک سانڈنی سوار سے ایک خط برآمد ہوا جس پر تحریر ہوا تھا کہ محمد بن ابوبکر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ اور سابقہ گورنر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہیں گے اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ خط پڑھتے ہی حاضرین مشتعل ہو گئے انہوں نے تلواریں سونت لیں اور واپس مدینہ آ گئے چھت کی جانب سے بیت خلافت میں کودے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا پھر قاتلانِ حضرت عثمانؓ کو گرفتار کرنے اور سزا دینے کا مطالبہ ہوا حضرت علیؓ خلیفہ بن چکے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کی بنا پر جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئی جس میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے۔ اسلامی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی شام کے حصہ پر حضرت معاویہؓ امیر تھے جبکہ باقی خطے کے حکمران حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے۔

اس سنگین واقعہ میں مروان بن حاکم کا ہاتھ تھا جس نے یہ خط تحریر کر کے خلیفہ

حضرت عثمانؓ کی مہر ثبت کی۔ اللہ تعالیٰ کے ڈھنگ بھی نرالے ہیں، فساد کی جڑ مروان بن حکم یزید کے بیٹے کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کا سربراہ بنا جس کی اولاد میں سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز بھی خلیفہ بنے جنہیں مورخین عمر ثانی کا خطاب دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالحکومت بنالیا حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ بنے جو معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ حالات بدلتے رہے کوفہ پر خالد بن عبداللہ قسری حکمران بنا۔ اس کا ایک غلام مغیرہ بن سعید عجلی تھا جو حضرت امام باقرؒ کی خدمت میں رہ چکا تھا وہ امام کا معتقد تھا۔ خالد بن عبداللہ قسری نے مغیرہ کی عبادت اور اہل بیت سے محبت دیکھ کر اسے آزاد کر دیا وہ امام باقر کی خدمت میں رہنے لگا امام باقر کی وفات کے بعد اس نے امامت کا دعویٰ کر دیا اس نے کہا کہ امام باقرؒ نے اسے امام نامزد کر دیا ہے اور امامت کا سارا فیض اسے منتقل کر دیا ہے۔ اس کی گفتگو بڑی سحر انگیز تھی الفاظوں کے استعمال کا اسے ڈھنگ آتا تھا۔ لوگ اس کی باتیں بڑے غور سے سنتے کچھ لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ اسے امام کا فیض یافتہ ماننے لگے۔ پھر اس نے مزید ترقی کی اس نے اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز کر دیا اور وحی کے ذریعے اسم اعظم سکھا دیا ہے جس کی مدد سے وہ مردوں کو زندہ اور لشکروں کو پسپا کر سکتا ہے۔

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے لوگ اس کا امتحان لینے لگے۔ محمد بن عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ نے اپنی خادمہ کو دو درہم دے کر کہا کہ ان دو درہم کی مچھلی لے آؤ خادمہ کو کہہ کر وہ ایک بصری طالب علم کے ساتھ مغیرہ کے پاس آیا مغیرہ نے کہا کہ میں تمہاری خواہش بتا سکتا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے اپنی خادمہ کو دو درہم دے کر کس لئے بازار بھیجا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تمہارے والدین نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا تھا پھر وہ خود ہی کہنے لگا تم نے اپنی خادمہ کو دو درہم دے کر مچھلی لانے کے لئے

بھیجا ہے۔ محمد بن عبدالرحمن ابی لیلیٰ اور بصری طالب علم مغیرہ کی بچی باتیں سنکر بہت حیران ہوئے۔ تاہم انہوں نے اسے امام یا نبی ماننے سے انکار کردیا اور اپنا ایمان بچا کر اپنے گھر آگئے۔

یہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا دور تھا۔ مغیرہ کے پیروکاروں میں روز بروز اضافہ ہورہا تھا۔ بعض اسے امام تو مانتے تھے نبی نہ مانتے تھے لیکن کمزور ایمان کے حامل افراد نے اسے نبی تسلیم کرلیا تھا۔ نبوت کے مقام پر ترقی کر کے وہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو نہ صرف امام مانتا تھا بلکہ انہیں امام مہدی خیال کرتا تھا۔ وہ لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے بعد امامت محمد بن عبداللہ بن امام حسنؓ کی طرف منتقل کی گئی۔ جو نفس ذکیہ کے نام سے مشہور تھے اسکا خیال تھا کہ حضرت نفس ذکیہ کی حکومت آئے گی اور پوری دنیا میں امن قائم ہوگا۔

مغیرہ عجیب وغریب گفتگو کرتا تھا وہ لوگوں کو کہتا تھا کہ معبود حقیقی انسانی صورت پر نور کا ایک پیکر ہے اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اس کے اعضا حروف تہجی کی صورت پر ہیں۔ الف اس کے دونوں قدموں کی مانند ہے عین اسکی دونوں آنکھوں کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سر پر نور کا تاج ہے جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تخلیق کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اسم اعظم سے متکلم ہوا۔ اسم اعظم نے پرواز کی اور تاج کی شکل اختیار کر کے اس کے سر مبارک پر آگیا وہ کہتا تھا کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ میں اسم اعلیٰ سے یہی تاج مراد ہے جب اللہ تعالیٰ نے کائنات عالم کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے بندوں کے اعمال کو اپنی انگلیوں سے لکھا۔ اپنے بندوں کے برے اعمال دیکھ کر غضبناک ہوا تو اسکا جسم عرق آلود ہوگیا۔ جس سے دو دریا بہہ نکلے۔ ایک شیریں دوسرا تلخ پھر اللہ تعالیٰ نے دریائے شیریں کی طرف نظر رحمت کی تو اسکی شکل صورت دریا میں منعکس ہوئی۔ حق تعالیٰ نے اپنے پرتو جمال کا کچھ حصہ لیکر اس سے سورج اور چاند بنائے اور باقی عکس کو فنا کردیا تا کہ اسکا کوئی شریک باقی نہ رہے۔ پھر

دریائے شیریں سے مومن پیدا فرمائے اور دریائے تلخ سے کفار پیدا کئے۔ پھر اس نے اپنی امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی لیکن سب نے اٹھانے سے انکار کر دیا۔

اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسم اعظم کے ذریعے قوم عاد، ثمود اور ان کے درمیانی علاقہ میں فوت ہونیوالے افراد کو زندہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک روز کوفیوں کی ایک بڑی تعداد نے اس سے مردہ زندہ کرنیکا مطالبہ کر دیا وہ تمام لوگوں کو لیکر ایک قریبی قبرستان میں گیا۔ وہ کچھ پڑھنے لگا پھر آسمان کو دیکھنے لگا پھر قبروں پر دھواں سا نظر آیا۔ اس دھویں میں لوگوں نے دیکھا کہ ٹڈیوں جیسے چھوٹے جانور قبروں پر اڑ رہے ہیں۔ پھر یہ جانور غائب ہو گئے مغیرہ نے حاضرین کو بتایا کہ یہ قبر میں مدفون افراد کی ارواح تھیں جو ٹڈیوں کی شکل میں اڑتی ہوئی نظر آئیں بہر حال کچھ لوگوں نے مغیرہ کے دعویٰ پر یقین کر لیا لیکن بہت سے مطمئن نہ ہوئے۔

مغیرہ کوفہ کے لوگوں کو گمراہ کر رہا تھا پورے علاقے میں فساد پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے تھے کچھ مغیرہ کو نبی اور کچھ اس کو دھوکہ باز اور جادوگر مانتے تھے۔ یہ گروہ آپس میں لڑتے رہتے تھے آخر خالد بن عبداللہ قسری نے جو ہشام بن عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا 119 ہجری میں اس کی گرفتاری کا پروانہ جاری کیا۔ پولیس نے چھاپہ مارا تو اس کے ساتھ چھ پیروکار بھی پکڑے گئے۔ ساتوں کو گرفتار کر کے گورنر کے دربار میں لایا گیا قاضی کوفہ اور علماء کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ مغیرہ سے پوچھا گیا کہ تم نبوت کے دعویدار ہو مغیرہ نے جواب دیا اس میں کیا شک ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ پھر اس کے چھ مریدوں سے بھی پوچھا گیا کہ کیا آپ مغیرہ کو نبی مانتے ہو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ مغیرہ کو سچا نبی مانتے ہیں۔

خالد بن عبداللہ قسری کی موجودگی میں قاضی نے مغیرہ اور اسکے چھ پیروکاروں کو

موت کی سزا کا حکم سنایا قصر حکومت سے ملحقہ کھلی جگہ پر ان سب کو لیجایا گیا۔ انہیں سرکنڈوں کے گٹھوں سے علیحدہ علیحدہ باندھا گیا۔ پھر سرکنڈوں کو روغن عطف چھڑک کر آگ لگادی گئی نبوت کا دعویدار مغیرہ اور اس کے چھ پیروکار سب کے سامنے جل کر راکھ ہو گئے۔

مغیرہ کو انجام تک پہنچا کر خالد بن عبداللہ قسری علماء کے ساتھ پھر قصر حکومت میں آیا جہاں ایک اور مدعی نبوت بیان بن سمعان تیمی زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا تھا۔ قاضی اور خالد قسری نے پھر عدالت لگائی۔ بیان بن سمعان سے انہوں نے پوچھا کہ تم مدعی نبوت ہو؟ بیان بن سمعان نے تسلیم کیا کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے خالد بن عبداللہ قسری والی کوفہ کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی کہ اس گمراہ شخص نے حضرت امام باقرؒ کو بھی اس کی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ بیان بن سمعان نے اپنے معتمد خاص عمر بن عظیف کے ذریعے امام باقرؒ کو خط لکھا جس عنوان تھا:

ترجمہ: "تم میری نبوت پر ایمان لاؤ گے تو سلامت رہو گے اور ترقی بھی کرو گے۔ تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبی بناتا ہے"۔ حضرت امام باقرؒ یہ خط پڑھ کر بہت غضبناک ہوئے۔ آپ نے قاصد سے فرمایا کہ اس خط کو نگل جاؤ وہ نگل گیا تھوڑی دیر میں تڑپنے لگا اور پھر جان اسکے جسم سے نکل گئی۔ پھر امام باقرؒ نے بیان کے حق میں بددعا کی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے خالد قسری نے گرفتار کرادیا اور اب اسکے سامنے مجرم کی حیثیت سے زنجیریں پہنے کھڑا تھا۔ بیان بن سمعان کا دعویٰ تھا کہ ذات خداوندی اسکے جسم میں حلول کر گئی ہے۔ بیان کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ اسے قرآن کا صحیح مفہوم سمجھایا گیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ عوام قرآن کا اصل مطلب نہیں سمجھ سکتے وہ کہا کرتا تھا کہ معبود ازلی ایک نوری شخص ہے جس کے چہرے کے سوا تمام بدن فنا ہو جاتا ہے۔ وہ قرآن پاک کی سورہ رحمٰن کی دو آیتوں کو اپنے بیان کی تائید میں پیش کرتا تھا اللہ کے چہرہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ بیان بن سمعان حضرت علیؓ کی خدائی کا قائل تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک جزو حضرت علیؓ بن ابوطالب کے جسد

مبارک میں حلول کر کے ان سے متحد ہو گیا۔ جس کی وجہ سے حضرت علیؓ میں قوت پروردگار پیدا ہو گئی اسی قوت پروردگار نے درہ خیبر اکھاڑ اتھا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کا جزو محمد بن حنیفہ کی ذات میں حلول کر گیا اس کے بعد اس کے فرزند ابو ہاشم عبداللہ بن محمد کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان بن سمعان کے جسم میں حلول کیا جو محمد بن حنیفہ کی امامت کا قائل تھا اس کا ایمان تھا کہ آسمان اور زمین کے معبود الگ الگ ہیں۔ جب بیان کے نظریہ کے بارے میں حضرت امام جعفرؓ صادق سے عرض کیا کہ بیان قرآن کی ایک آیت کی یہ تاویل کرتا ہے۔ حضرت امام جعفرؓ صادق نے فرمایا کہ ''زمین اور آسمان کا معبود ایک ہی خدائے واحد ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور بیان دجال کذاب ہے''۔

بیان کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ اسم اعظم جانتا ہے اور اسم اعظم کے ذریعے لشکر کو شکست دے سکتا ہے اور زہرہ کو بلا سکتا ہے اور زہرہ میرے پکارنے پر جواب دیتا ہے۔ اس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ امام جعفرؓ صادق نے اس پر لعنت کی اور اب وہ خالد بن عبداللہ قسری کے سامنے مجرم کی حیثیت سے کھڑا تھا اس کا جرم ثابت ہو گیا تھا۔ خالد نے بیان کو حکم دیا کہ زمین پر پڑے ہوئے سرکنڈوں کا گٹھا اٹھاؤ وہ جھکا اور ایک گٹھے کو اٹھا لیا۔ اس پر خالد نے کہا کہ افسوس کہ تم ہر کام میں حماقت اور جلد بازی سے کام لیتے ہو مغیرہ کا حشر بھی تمہارے سامنے تھا۔ تم نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا خالد کا خیال تھا کہ مغیرہ کی ہلاکت کو مدنظر رکھ کر وہ اپنا دعویٰ بدل لے گا۔ اس پر شیطان مسلط تھا شیطان اسے بھیانک انجام کی طرف لے گیا خالد نے پھر کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اپنے اسم اعظم کے ذریعے لشکروں کو شکست دے سکتے ہو اب اپنے اسم اعظم کے ذریعے مجھے میرے رفقاء علماء قاضی میرے عمال سے آپنے آپ کو بچا لو۔ وہ خاموش کھڑا رہا پھر اس پر بھی نفط چھڑک کر آگ لگا دی گئی تھوڑی دیر میں شعلوں کی لپیٹ میں آ کر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

7

صالح بن طریف

صالح بن طریف کا بچپن سپین کے قلعہ برباط میں گزرا، نہایت غریب گھرانے سے اس کا تعلق تھا۔ جوانی میں قدم رکھا تو تلاش روزگار میں برباط کو خیر آباد کہہ کر سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ کسی شہر میں جا کر دین کی تعلیم حاصل کی حصول علم کے دوران اتفاق سے ایسے شخص سے واسطہ پڑ گیا جو جادو کا ماہر تھا۔ اُس سے جادو سیکھا لیکن طبیعت نے کسی جگہ بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ سمندری قافلے میں شامل ہو کر شمالی افریقہ کے مقام تامستا پر اُترا، شمالی افریقہ جسے مغرب اقصیٰ بھی کہتے تھے، موجودہ لیبا، مراکش، تیونس اور الجزائر پر مشتمل خطہ ہے یہاں بربر اور عرب قبائل آباد ہیں۔ بربر قبائل قریباً تین ہزار سال قبل یورپ سے آکر مغرب اقصیٰ میں آباد ہو گئے تھے ان کے رنگ گورے ہیں تامستا میں بربر آباد تھے۔ صالح جب تامستا پہنچا تو اجنبی نوجوان کو دیکھ کر اس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ وہ اُن کی زبان بالکل نہیں سمجھتا تھا اور تامستا کے لوگ صالح کی زبان نہیں جانتے تھے اس نے اشارے سے بتایا کہ وہ بھوکا ہے ایک نوجوان بھاگ کر اُس کے لیے کھانا لے آیا گوشت، دودھ، مچھلی کی فراوانی تھی۔ آج اُس نے پہلی بار پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ شام ہو گئی تھی لوگوں کی بھیڑ اس کے چاروں طرف تھی وہ درمیان میں حیران پریشان بیٹھا تھا ایک بزرگ نے تمام کو چلے جانے کا حکم دیا۔ آہستہ آہستہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے بوڑھا بربر اسے اپنے گھر لے گیا اس کے کپڑے پرانے

اور بوسیدہ ہو چکے تھے انہیں دھوئے ہوئے بھی کافی دن ہو گئے تھے ان کپڑوں میں پسینے کی سخت بدبو آرہی تھی بربر نے اسے نئے کپڑے دیئے رنگ اسکا بھی گورا تھا وہ بالکل بربر ہی لگتا تھا۔

اُسے تینوں وقت کھانا ملتا تھا اُس نے اپنے میزبان سے جانے کی اجازت مانگی لیکن میزبان اور دوسرے بربروں نے اُسے جانے نہ دیا اب وہ اُن کی زبان بھی سمجھ لیتا تھا وہ اپنے میزبان کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کئی دن ان کے لیے اور ٹھہر گیا جادو وہ جانتا ہی تھا اُس نے ایک دو شعبدے بربروں کو دکھائے۔ یہ بربروں کے لئے بڑی حیرانی کی بات تھی اسلام ان قبائل میں آچکا تھا لیکن یہ اسلام کی اصل تعلیمات سے نا آشنا تھے وہ جاہل اور وحشی تھے۔ شعبدے دیکھ کر بربر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اس کے خارق عادات واقعات کی شہرت پورے تامستا میں پھیل گئی۔ لوگ اسے دیکھنے آتے اُسے دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے منہ پر ملتے تھے بعض صالح سے گفتگو بھی کرتے، صالح گفتگو میں بڑا محتاط ہو گیا تھا وہ بہت کم جواب دیتا جو کچھ صالح کہتا تمام بربر اسے دل سے مان لیتے اب صالح کی شخصیت تامستا میں ابھر رہی تھی۔ وہ جو حکم دیتا تمام لوگ اس کا حکم بلا تامل بجالاتے تھے صالح کے منہ سے نکلے ہوئے ہر الفاظ کو وہ سچ سمجھتے تھے۔

لوگوں کو اپنا گرویدہ دیکھ کر صالح نے اب کہنا شروع کر دیا تھا کہ اصل میں وہ مہدی ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھی ہوں گے اور جنکی اقتداء میں حضرت مسیح نماز بھی پڑھیں گے صالح کے اس دعوے کو لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے تسلیم کر لیا تھا کچھ عرصے بعد 127ھ میں صالح نے لوگوں میں مشہور کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ بتا دیتا ہے اس پر وحی آتی ہے لوگوں نے یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا تو اس نے دعویٰ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبی بنا دیا ہے۔ لوگوں نے یہ بھی تسلیم کر لیا پھر اس نے لوگوں کو بتایا کہ جناب حضرت محمد ﷺ کی طرح اس پر بھی قرآن نازل ہوتا ہے اس نے اپنی من گھڑت عبارتوں کو قرآن کا نام دیا اس کی من گھڑت عبارتیں 80 تھیں ان عبارتوں کے

نام بھی اس نے رکھے۔ مثلاً سورۃ الیک، سورہ حجر، سورہ فیل، سورہ آدم، سورہ نوح، سورہ فرعون، سورہ موسیٰ، سورہ ہارون، سورہ ہاروت و ماروت، سورہ ابلیس، سورہ افلاسیاط، سورہ الجراد، سورہ غرائب الدنیا۔

سورہ غرائب الدنیا سب سے اہم سورۃ تھی جس میں بے شمار اسرار و حقائق اور صالحی مذہب کے اصول درج تھے۔ حلال و حرام کے احکام بھی اسی سورت میں تھے اسی صورت کو اس نے اپنے پیروکاروں کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا۔ پانچ کی بجائے دس نمازوں کا حکم دیا۔ پانچ دن میں اور پانچ رات کو نماز اشاروں سے پڑھی جاتی تھی آخری رکعت کے آخر میں پانچ سجدے کرتے تھے۔ وضو میں ناف اور کمر کو دھونا بھی صالحی شریعت میں لازمی تھا۔ رمضان کے بجائے رجب میں روزے رکھنے کا حکم دیا۔ محرم کو ہر شخص پر قربانی واجب کی اس کا حکم تھا کوئی شخص غسل جنابت نہ کرے البتہ زنا کے مرتکب کے لئے غسل لازمی تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جس عورت سے اور جتنی عورت سے چاہے شادی کریں تعداد ازدواج کی کوئی پابندی نہ لگائی البتہ چچا کی بیٹی سے نکاح کو حرام قرار دیا۔ طلاق پر بھی کوئی حد نہ لگائی جتنی بار چاہے کوئی اپنی زوجہ کو طلاق دے اور جب چاہے رجوع کرلے کھانے کے وقت باکسک باکسائی کہنے کا حکم تھا۔ ہر جانور کا سر کھانا حرام اور مرغی کا گوشت کھانا مکروہ تھا صالح کی شریعت میں مرغی کو ذبح کرنا اور کھانا حرام تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ چور کو تلوار سے قتل کردیا جائے کیونکہ چور تلوار کی دھار کے علاوہ بالکل پاک نہیں ہوسکتا۔

لوگ اس کے احکام بلا چون و چرا بجالاتے تھے وہ نبوت کے اعلان کے بعد تامستا اور قرب و جوار کا بادشاہ بن گیا تھا ہر جگہ اس کا حکم چلتا تھا اس نے اپنا لقب صالح المومنین رکھ لیا تھا وہ کہتا تھا کہ وہ وہی صالح ہے جس کا ذکر جناب محمد ﷺ کے قرآن میں آیا ہے اس کا حکم تھا کہ اس کا لعاب دہن عوام کے چاٹنے سے عوام پر بے پناہ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ لوگ صالح کے تھوک کو تبرک سمجھ کر چاٹ لیتے تھے بہت سے اپنے گھروں کو

مریضوں کی شفا کے لئے بھی لے جاتے تھے۔

صالح نے تامستا ہی میں شادی کی جس سے اس کا لڑکا الیاس پیدا ہوا صالح پینتالیس سال تک نبوت کی آڑ میں تامستا اور اس سے ملحقہ علاقوں کے لوگوں کے جسم، دل و دماغ پر حکومت کرنے کے بعد 174 ہجری میں یہ کہہ کر تخت اپنے لڑکے الیاس کو دے گیا کہ وہ حکم ربی کے تحت عبادات میں اپنی باقی زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ جب ضرورت پڑی دوبارہ ظاہر ہوگا یہ کہہ کر وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی کسی نے نہ دیکھا۔

صالح کا لڑکا الیاس اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اس کے تمام کفریات پر عمل کراتا رہا۔ پچاس سال حکومت کرنے کے بعد 224 ہجری میں مر گیا اس کے بعد الیاس کا لڑکا یونس تخت پر بیٹھا اس نے اپنے دادا صالح کے دین کو زبردستی پھیلانے کی کوشش کی اس نے 380 قصبات اور دیہات نذر آتش کر دیئے۔ تقریباً آٹھ ہزار صحیح العقیدہ مسلمانوں کو قتل کرا دیا جنہوں نے صالحی دین کو ٹھکرا دیا تھا۔ آخر 268 ہجری میں یہ بھی ہلاک ہوا۔

اس کے بعد تامستا کے تخت پر ابو غفیر محمد بن معاذ بیٹھا اس نے بھی نبوت کا دعوئ کیا۔ اس کی 34 بیویاں تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں اولاد تھی 297 ہجری میں ہلاک ہوا۔ پھر اس کا بیٹا ابوالانصار عبداللہ تخت پر بیٹھا اور اپنے مورث کی شریعت کو رائج رکھ کر چوالیس سال حکومت کر کے یہ بھی ہلاک ہوا تو اس کے بیٹے ابو منصور عیسٰی کی عمر اس وقت بائیس سال تھی تخت پر بیٹھتے ہی اس نے بھی نبوت کا دعوئ کر دیا۔ اس نے اپنی نبوت اور حکومت کو پھیلانے کی خوب کوششیں کیں جس میں یہ کامیاب ہوا۔ اس نے جنگی لڑائیاں لڑیں فتح یاب ہوا۔ 329 ہجری میں یہ بھی دنیا سے سدھارا اس کے بعد اس کی اولاد میں سے ابو حفص عبداللہ تخت پر بیٹھا۔ اس دور میں ان کے کفر و الحاد کے خلاف مسلمان متحد ہو گئے تھے اور آخر 451 ہجری میں تامستا خانہ ساز نبی کے پیروکاروں سے پاک ہو کر اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔

8

بہافرید زوزانی نیشاپوری

بہافرید زوزانی نیشاپور کے نزدیک زوزان میں پیدا ہوا۔ جوان ہوا تو روزی کی تلاش میں وطن سے نکل کھڑا ہوا۔ مختلف شہروں اور مختلف ملکوں سے ہوتا ہوا چین جا پہنچا۔ چین اسے کچھ ایسا راس آیا کہ اُس نے سات برس چین میں گزار دیئے چین اس وقت دنیا کا ترقی یافتہ ملک تھا۔ بہت سی صنعتوں میں اس کا پوری دنیا میں نام تھا۔ خاص کر کپڑے کی صنعت تو پورے عروج پر تھی باریک اور نفیس کپڑا چین میں بُنا جاتا تھا جس کا کوئی جواب نہ تھا۔ کئی گز کپڑے کا ٹکڑا انسان کی مٹھی میں آجاتا تھا۔ بہافرید جب چین سے اپنے وطن واپس ہوا تو اس نے نہایت باریک کپڑے کی سبز رنگ کی قمیض بھی دوسرے تحفوں کے ساتھ پوٹلی میں باندھ لی اور پوٹلی سر پر اٹھائے اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔ شام ہو چکی تھی سورج غروب ہو گیا تھا اور مغرب کی طرف آسمان پر شفق کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ دور اسے سیراوند کا قصبہ نظر آرہا تھا۔ یہیں اس کا باپ ماہ فیروزین اس کے دوسرے بہن بھائیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اندھیرا چھا رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ رات ہونے سے پہلے ہی سیراوند پہنچ جائے اس نے اپنے قدم تیز کر دیئے لیکن لگاتار کئی ماہ کے سفر سے وہ تھک چکا تھا لیکن ماں باپ بہن بھائیوں اور وطن کی محبت کے مارے نے تھکاوٹ کو خاطر میں نہ لانے دیا وہ پھر بھی زیادہ تیز نہ چل سکا سیراوند پہنچے سے پہلے ہی رات ہو چکی تھی۔

جب وہ سر پر پوٹلی رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا قصبے میں داخل ہوا تو بازار بند ہو گئے تھے۔
گلیوں اور بازاروں میں اندھیرا تھا کہیں کہیں کتے بھونکنے کی آوازیں آتیں تو لڑکھڑا کر کھڑا ہو جاتا وہ کافی دیر تک اپنا گھر تلاش کرتا رہا لیکن ناکام رہا کیونکہ ایک تو بالکل اندھیرا تھا دوسرے سات برس کے عرصے میں قصبہ میں کافی تبدیلیاں آ چکی تھیں پرانے مکانات کی جگہ نئے مکانات بن گئے تھے وہ پریشان تھا کہ اب کیا کرے اور کس سے اپنے مکان کا پتہ پوچھے وہ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ اس کی ٹانگیں اب چلنے سے بالکل جواب دے چکی تھیں۔ اس قصبے میں سرائے بھی نہ تھی اور نہ ہی اسے پتہ تھا جہاں جا کر وہ رات بسر کر سکے۔ قصبے کی آبادی مجوسی اور مسلمانوں پر مشتمل تھی مجوسی زرتشت کے پیروکار تھے جنہوں نے کئی صدی قبل مسیح میں شرک میں جتلا ایرانیوں کو توحید کا پیغام دیا لیکن دو تین صدیوں کے بعد زرتشت کی تعلیم میں ایرانیوں نے تحریف کر دی اور آگ پرستی اور سورج پرستی مجوسیوں کے مذہب کا حصہ بن گئی مسلمانوں کی کئی مساجد بیرا وند میں تھیں لیکن مجوسیوں کا صرف ایک ہی آتش کدہ (گیاری) تھا بہافرید مجوسی تھا۔

اسے رات گیاری میں بسر کرنی چاہیے یہ خیال آتے ہی وہ مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا بالآخر گیاری تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا لیکن گیاری کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازہ زور سے کھٹکھٹایا لیکن کوئی دروازہ کھولنے نہ آیا۔ پجاری بھی سو چکے تھے اس کی ہمت جواب دے رہی تھی اس کا دل تو چاہتا تھا کہ دروازے پر پڑ کر ہی رات بسر کر دے لیکن باہر تو کتے پھاڑ ڈالیں گے وہ اٹھا دروازے پر کھڑے ہو کر پھر سوچنے لگا ایک خیال اس کے ذہن میں آیا اس نے پوٹلی اپنے بائیں بازو میں لٹکائی اور دروازہ پکڑ کر دروازہ پر چڑھنے کی کئی بار کوشش کی لیکن ناکام ہوا لیکن وہ ہر صورت میں گیاری کی دیوار پر چڑھنا چاہتا تھا۔
تھوڑی دیر ستانے کے بعد اُس نے ایک بار پھر کوشش کی اس کا ہاتھ دروازے کے اوپر اینٹ پر مضبوطی سے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا اس نے دوسرے ہاتھ سے دیوار کو پکڑا اور زور لگا کر دیوار پر چڑھ گیا لیکن دیوار اتنی اونچی تھی کہ صحن میں اترنے کی اس میں ہمت نہ تھی

وہ دیوار پر پوٹلی لٹکائے چلتا رہا۔ ایک جگہ دیوار آگیاری کی چھت سے بالکل قریب تھی وہ اس طرف سے چھت پر چڑھ گیا چھت پر کھڑے ہو کر تمام قصبے کے مکانات صاف نظر آرہے تھے۔ وہ تھکا ہوا تھا چھت پر ایک طرف لیٹ کر وہ سو گیا گرمیوں کے دن تھے صبح مسجد سے جب اذان کی آواز بلند ہوئی تو وہ اٹھ بیٹھا پوٹلی اس کے سامنے پڑی ہوئی تھی کچھ سوچ کر اس نے پوٹلی کھولی اور چینی قمیص نکال کر پہن لی اور پرانی قمیض اس پوٹلی میں باندھ کر ایک طرف بیٹھ کر سورج نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

صبح جب روشنی پھیلی تو گیاری کا دروازہ کھلا، لوگ عبادت کے لئے گیاری میں آنے شروع ہوئے تو بہافرید چھت کے سرے پر آکر بیٹھ گیا تا کہ دروازے سے داخل ہونے والوں کو نظر آسکے کچھ لوگوں نے اسے دیکھ لیا وہ صحن میں کھڑے ہو کر چھت کی طرف بہافرید کو دیکھنے لگے۔ دستور جی (مجوسی عالم) بھی آگیا تھا۔ لوگوں نے چھت پر بیٹھے ہوئے بہافرید کی طرف اشارہ کر کے صورت حال سے دستور جی کو آگاہ کیا۔ سب حیران تھے کہ صبح کس طرح یہ گیاری کی چھت پر چڑھ گیا ہے بہافرید بھی موقع کی تلاش میں تھا لوگوں کو صحن میں جمع دیکھ کر اس نے با آواز بلند کہنا شروع کیا۔

حیرانی کی کوئی بات نہیں میں فروذین کا لڑکا بہافرید ہوں آپ سب کو معلوم ہے کہ پچھلے سات برسوں سے میں یہاں نہیں تھا۔ اصل میں ہوا یہ کہ (خداوند عالم) نے مجھے آسمان پر بلا لیا تھا۔ میں سات برس تک آسمان کی سیر و سیاحت کرتا رہا مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی سیر بھی کرائی آخر واپسی پر مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ میں صبح سویرے آسمان سے نازل ہوا ہوں۔ ذرا میری اس قمیض کی طرف تو دیکھو کیا دنیا میں کہیں ایسا باریک اور نفیس کپڑا ہے۔ یہ قمیض خداوند نے مجھے جنت میں پہنائی تھی۔

بہافرید نے آتش کدے کی چھت کی منڈیر کے بالکل قریب جھک کر اپنی قمیض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تمام لوگ حیران تھے۔ وہ اوپر منہ اٹھائے بہافرید کی طرف

دیکھ رہے تھے جواب پاؤں نیچے لٹکائے منڈیر پر بیٹھا ہوا تھا لوگ یوں خاموش تھے جیسے ان پر سکتہ طاری ہو گیا ہو اس خاموشی کو ایک کسان نے یہ کہہ کر توڑا کہ میں نے بہا فرید کو خود اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتے دیکھا ہے جب میں صبح سویرے کھیتوں میں ہل چلا رہا تھا۔ اب مجمع میں سے کئی اور بہا فرید کے گواہ بن گئے لوگ کہیں سے سیڑھی لے کر آئے اور بہا فرید سیڑھی کے ذریعے نیچے آیا۔ سب لوگ بڑے غور سے بہا فرید کے بغیر دھلے ہوئے چہرے اور قمیض کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ قمیض جنت ہی کی ہو سکتی ہے انہوں نے کبھی ایسا کپڑا دیکھا ہی نہیں تھا۔

لوگوں کی اپنی تقریر اور قمیض سے متاثر دیکھ کر بہا فرید نے یہ اعلان کیا کہ زرتشت کے پیروکاروں پر اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ خفیہ طریقے سے اپنے احکامات اس کے پاس بھیجتا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے پیروکار ہو گئے۔ اس کی شہرت اب سیراوند سے باہر نیشاپور تک پہنچ گئی تھی مجوسی لوگ دور دراز سے اس کی زیارت کو آتے۔ اور اس کی نبوت پر ایمان لے آتے وہ اب سیراوند سے نیشاپور آ گیا جہاں اس کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اس نے کچھ احکامات بھی گھڑ لئے تھے جن کو وہ کتاب الٰہی کا نام دے کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہا۔ اس نے اپنی امت کے لوگوں پر سات نمازیں فرض کیں پہلی نماز میں خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان ہوئی۔ دوسری نماز میں آسمان اور زمین کی پیدائش کا ذکر تھا۔ تیسری نماز میں حیوانات اور دیگر مخلوق کے رزق کا ذکر ہوتا۔ چوتھی نماز میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہوتا۔ پانچویں نماز میں بعث اور حشر کا ذکر ہوتا۔ چھٹی نماز میں اہل جنت کی آسائش کا ذکر ہوتا۔ ساتویں نماز جنت کے نظاروں کے بیان پر مشتمل تھی۔ یہ نمازیں قبلہ کی بجائے آفتاب کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھیں۔ اس کا یہ حکم تھا کہ آفتاب کو سجدہ کیا جائے لیکن سجدہ میں صرف ایک گھٹنا زمین سے لگے۔ چین سے واپسی کے سفر میں چونکہ اس کے سر اور داڑھی کے بال بڑھ گئے

تھے۔اس لئے اس نے یہ حکم بھی کردیا کہ کوئی شخص نہ تو بال کٹوائے اور نہ انہیں منڈوائے۔اس کا حکم تھا کہ جب تک مویشی لاغر نہ ہوجائے اس کی قربانی نہ کی جائے اس نے شراب کی ممانعت کردی اس کا یہ بھی حکم تھا کہ کوئی بھی شخص چار سو درہم سے زیادہ عورت کا حق مہر نہ باندھے اس نے ان احکامات پر مشتمل فارسی میں ایک کتاب بھی ترتیب دی تھی جسے وہ الہامی کہا کرتا تھا۔

یہ دور خلافت عباسیہ کے بانی اور داعی ابومسلم خراسانی (مروندی) کا تھا۔ابومسلم پستہ قد تھا اس کی ٹانگیں چھوٹی اور دھڑ لمبا تھا۔یہ عجیب قسم کے دل و دماغ کا مالک تھا اس کے چہرے پر مسرت کے وقت نہ تو کسی نے مسکراہٹ دیکھی تھی اور نہ ہی غصے کی وقت کوئی غصے کے آثار۔ہر قسم کے حالات میں اس کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر پیدا نہیں ہوتا تھا اس نے بنوامیہ کے ہزاروں حامی قتل کرائے وہ اس علاقے کا عملی حکمران تھا۔وہ بنی عباس کے لئے بیعت لے رہا تھا۔131 ہجری کا زمانہ تھا،اموی سلطنت ختم ہوکر نئی سلطنت کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔بنوامیہ کے حامی ابومسلم کے ڈر سے چھپے پھر رہے تھے ایسے دور میں ابومسلم نیشاپور آیا تو مجوسی اور مسلمانوں کے ایک وفد نے ابومسلم سے ملاقات کی اور بہافرید کی شکایت کی ابومسلم کو بتایا کہ بہافرید نے زرتشت اور اسلام میں فساد پیدا کردیا تھا۔مجوسی اور مسلمانوں دونوں اس سے تنگ ہیں ابومسلم نے فوراً عبداللہ بن شعبہ کو بہافرید کو گرفتار کرکے اس کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔عبداللہ بن شعبہ چند رفقاء کو ساتھ لے کر بہافرید کے مسکن پہنچا تو بہافرید پہلے ہی بھاگ چکا تھا عبداللہ بھی اس کے پیچھے ہولیا۔بہافرید بادغیس چلا گیا یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا لیکن عبداللہ کو اپنے انجام کی خبر تھی وہ بھی اس کے پیچھے گیا اور بڑی مشکل سے بہافرید کو گرفتار کرکے ابومسلم کے سامنے پیش کردیا ابومسلم نے کوئی سوال کیے بغیر بہافرید پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کردیا۔ابومسلم نے پھر بہافرید کے پیروکاروں کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا بہت سے پیروکار بھاگ گئے اور بہت سے قتل ہوئے بہافرید اپنے انجام کو جا پہنچا۔

9

اسحاق اخرس مغربی

اسحاق اخرس شمالی افریقہ میں دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں پیدا ہوا شروع ہی سے اسے تعلیم کا شوق تھا قرآن پاک اور دوسرے اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے انجیل، توریت اور زبور بھی پڑھیں۔ مختلف شہروں میں جا کر مختلف زبانیں سیکھیں وہ بڑا ذہین اور پُر اثر گفتگو کا ماہر تھا۔ عربی اور فارسی روانی سے بولتا تھا سحر، شعبدہ بازی اور دوسرے فنون میں ماہر ہونے کے باوجود اسے مناسب روزگار اور معاشرہ میں صحیح مقام نہ مل سکا تھا وہ مختلف ملکوں سے ہوتا ہوا اصفہان پہنچا۔

نہ جانے اس کے دل میں کیا آیا کہ شہر جانے کی بجائے شہر سے باہر عربی مدرسہ کے صدر دروازہ پر گونگا بن کر بیٹھ گیا طلبا جب بھی دروازے سے گزرتے وہ انہیں بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا۔ شام کو طلباء میں کھانا تقسیم ہوا وہ بیٹھا دیکھتا رہا اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس نے اشاروں سے ایک طالب علم سے کھانا مانگا طالب علم اسے اندر مدرسے میں لے گیا اس نے طلباء کو یہ بھی سمجھایا کہ وہ پردیسی ہے اور رہنے کے لئے اس کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں طلباء کو ترس آیا۔ اسے مدرسے میں ایک کمرے میں جگہ دیدی وہ اس تنگ کمرے میں رہنے لگا صبح اٹھ کر مدرسے میں جھاڑو دیتا اور تھوڑی بہت طلباء اور مدرسین کی خدمت سرانجام دے دیتا۔ تمام طلباء اس سے بے تکلف ہو گئے تھے طلباء کو اس گونگے کی

حرکتیں بہت پسند تھیں مدرسہ میں کیا شہر میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس سے مذاق نہ کرتا ہو وہ پورے دس سال خود ساختہ گونگا بنا رہا۔ اور اس پورے دس سال میں اس نے کسی کو شک بھی نہ ہونے دیا کہ وہ بہترین گفتگو کرتا ہے اور بہت بڑا عالم ہے ہر کوئی اسے مادر زاد گونگا اور بے علم جاہل سمجھتا تھا۔

اسحاق نے خفیہ طریقہ سے ایک ایسا روغن تیار کر لیا تھا جسے چہرے پر ملنے سے چہرہ چمک اٹھتا تھا آخر ایک رات جب سب سوئے ہوئے تھے مدرسہ میں سناٹا چھایا ہوا تھا وہ چپکے سے اٹھا کوٹھڑی میں مکمل اندھیرا تھا اس نے اندھیرے میں ٹٹول کر کونے میں پڑی ہوئی پوٹلی سے روغن نکالا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر ملا اور پھر ہاتھ چہرے پر مل لئے اس نے دو شمعیں بھی تیار کی ہوئی تھیں جلدی سے انہیں بھی روشن کر کے ایک طرف رکھ دیا ان شمعوں کی روشنی میں اس کا چہرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بے حد چمک اور دلفریبی پیدا ہو گئی تھی پھر اس نے زور سے چیخنا شروع کر دیا اس کی اچانک اور زوردار چیخ سن کر مدرسے کے تمام طلباء اور مدرس بھاگ کر بدحواس ہو کر اس کی طرف دوڑے اسحاق مصلّی پر کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اور نہایت خوش الحانی سے قرأت کر رہا تھا یہ حالت دیکھ کر وہ نہایت حیران اور پریشان کھڑے ہو گئے یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ تو مادر زاد گونگا تھا یہ ضرور کوئی بہت بڑا بزرگ ہے اس کا چہرہ بھی نور سے چمک رہا ہے اس کی آواز میں بھی جادو ہے ایسی اچھی آواز تو کسی قاری کی بھی نہیں یہ قدرت کا بہت بڑا کرشمہ ہے تمام طلباء اور مدرس اس قسم کی باتیں سوچ رہے تھے صدر مدرس نہایت پرہیزگار اور متقی انسان تھے وہ سب سے زیادہ اس کرشمہ سے متاثر تھے تمام طلباء پر صدر مدرس کا رعب تھا۔

لیکن وہ نہایت سادہ لوح اور اہل زمانہ کی عادتوں سے بالکل ناواقف تھے انہوں نے تجویز پیش کی کہ عمائدین شہر کو بھی اس کرشمہ قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہیے تمام حاضرین نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ابھی شہر جا کر معززین کو اس کرشمہ قدرت کی اطلاع کی جائے تا کہ وہ

بھی مشاہدہ کر کے اپنے دل کو منور کر سکیں چنانچہ صدر مدرس کی قیادت میں طلباء اور دوسرے مدرسین کا ایک جلوس وقت سے بے نیاز شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات چونکہ کافی گذر چکی تھی اس لیے شہر کے دروازے بند تھے شہر کے چاروں طرف فصیل تھی سب نے پوری کوشش کی کہ محافظ دروازہ کھول دے لیکن محافظ نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ سب بے چین تھے کہ کسی طرح شہر والوں کو اس عجوبہ روزگار واقعہ کا جا کر بتا سکیں کسی نہ کسی طرح یہ جلوس شہر میں داخل ہو گیا شہر میں مکمل خاموشی تھی۔ گلیوں میں اندھیرا تھا لیکن ان کے پیروں کی آوازوں سے اصفہان کی گلیاں گونج اٹھیں ان کے شور سے لوگ اپنے بستروں سے اٹھ کر گلی میں آ گئے کہ دیکھیں کیسا شور ہے لوگ حیران و پریشان تھے جلوس کے شرکا سے پوچھنے پر مادرزاد گونگے کے ایک دم بولنے، خوش الحانی سے قرآن پڑھنے، اس کے چہرے پر نور کی روشنی کے بارے میں لوگوں کو بتایا۔ اس طرح شہر کے بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہو لیے۔

صدر مدرس سیدھے قاضی شہر کے گھر کے دروازے پر پہنچے قاضی شور سن کر پہلے ہی دروازے پر آ گئے تھے صدر مدرس نے سب کو خاموش کر کے سارا ماجرا قاضی سے بیان کیا قاضی بھی سن کر بہت حیران ہوا۔ قاضی نے انہیں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ والی شہر کو صورت حال سے آگاہ کیا جائے پھر سب سیدھے والی کے محل کے باہر پہنچ گئے۔ والی بھی شور سن کر اپنے محافظوں کے ساتھ باہر آ گیا تھا قاضی اور صدر مدرس نے پورا قصہ سنایا تو والی نے کہا یہ کوئی ایسی بات نہیں صبح ہو گی تو دیکھا جائے گا یہ کہہ کر وہ اندر محل میں چلا گیا لیکن پورے شہر میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر ٹولیوں میں مدرسہ کی طرف آ رہے تھے تاکہ بزرگ کی زیارت کر سکیں قاضی شہر بھی صدر مدرس کے ساتھ کچھ روسائے شہر کو لے کر مدرسے آئے تو باہر کا دروازہ بند تھا اور اسے تالا لگا ہوا تھا لیکن اسحاق اندر تھا قاضی صاحب نے باہر سے پکار کر کہا حضور والا آپ کو اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس نے آپ کو اس کرامت اور منصب جلیل سے نوازا ہے۔ ذرا دروازہ تو کھولیے کتنے مشتاقان حال حضور

کے دیدار کو حاضر ہوئے ہیں ہم کو مایوس نہ لوٹایئے یہ سن کر اسحاق بولا ''اے قفل کھل جا'' یہ کہتے ہی تالا خود بخود کھل کر زمین پر گر پڑا۔ اس کو دیکھ کر حاضرین کی خوش اعتقادی اور بھی بڑھ گئی سب اسحاق کے روبرو مودب ہو کر بیٹھ گئے۔

اسحاق کی بزرگی کے دبدبہ کا ان پر اتنا اثر تھا کہ کسی کی جرأت نہ تھی کہ ایک لفظ بھی منہ سے نکالے۔ پورے کمرے میں خاموشی تھی، شمعیں اب بھی جل رہی تھیں۔ سب متحیرانہ طور پر اسحاق کو دیکھ رہے تھے جس کا چہرہ اب بھی دمک رہا تھا بعض خوش اعتقاد تو سبحان اللہ سبحان اللہ کے الفاظ اپنے منہ سے پڑھ رہے تھے کچھ دیر مکمل خاموشی رہی پھر قاضی کھڑا ہو گیا۔ اس نے بہت ادب سے التماسانہ لہجے میں یہ کہہ کر کمرے کے سکوت کو توڑا ''حضور والا پورا شہر اس قدرت خداوندی پر سخت حیران ہے اس بارے میں اپنی زبان مبارک سے کچھ ارشاد فرمائیں تو بڑی نوازش اور کرم فرمائی ہوگی''۔

اسحاق پہلے ہی اس موقعہ کے انتظار میں تھا اس نے قدرے توقف کے بعد نہایت شیریں انداز میں کہنا شروع کیا میں مادر زاد گونگا تھا مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ میں کیا کرتا رہا ہوں لیکن پچھلے چالیس روز سے القائے ربانی کے کچھ آثار نظر آنے لگے تھے اور آج کی رات تو خدائے عالم نے مجھ ناچیز پر علم و فضل کی وہ بہاریں کھول دیں جن کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ اسرار و حقائق منکشف فرمائے جن کو زبان پر لانے کی بالکل اجازت نہیں۔ البتہ مجھے صرف یہ کہنے کی اجازت ملی ہے کہ آج رات دو فرشتے حوض کوثر کا پانی لے کر میرے پاس آئے۔ انہوں نے پہلے مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے السلام علیکم یا نبی اللہ، میں نے جواب نہ دیا میں گھبرایا کہ اللہ یہ کیا معاملہ ہے ایک فرشتے نے کہا اے اللہ کے نبی بسم اللہ کہہ کر ذرا منہ تو کھولئے۔ میں نے منہ کھول دیا اور دل ہی دل میں بسم اللہ پڑھتا رہا پھر فرشتے نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی جو شہد سے زیادہ میٹھی مشک سے زیادہ خوشبودار اور برف سے زیادہ سرد تھی اس کا

حلق سے نیچے اترتا تھا کہ مجھ میں قوت گویائی آ گئی۔ فوراً منہ سے کلمہ نکلا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں فرشتوں نے کہا کہ محمد ﷺ کی طرح تم بھی اللہ کے رسول ہو میں نے فرشتوں سے کہا کیسی بات کر رہے ہو۔ اس سے سخت حیران ہوں بلکہ مجھے سخت شرمندگی ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی رہنمائی کے لئے نبی مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے فرشتوں سے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور آپ کی ذات اقدس پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اب میری نبوت کا کیا معنیٰ؟ فرشتوں نے کہا یہ درست ہے لیکن حضرت محمد ﷺ کی نبوت مستقل حیثیت رکھتی ہے اور تمہاری ظلی اور بروزی ہے۔

اسحاق بیان کیئے جا رہا تھا اور حاضرین منہ کھولے نہایت حیرانی سے یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ اسحاق کی گفتگو کا ان پر گہرا اثر ہو رہا تھا پھر اسحاق نے کہا کہ جب فرشتوں نے ظلی نبوت کا منصب تفویض کیا میں نے معذوری ظاہر کی میں نے فرشتوں سے کہا نبوت کے دعوے میں بہت مشکلات ہوتی ہیں کیونکہ معجزہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی میری نبوت کو تسلیم نہ کرے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ وہ قادر مطلق جس نے تمہیں گونگا پیدا کر کے متکلم اور فصیح و بلیغ بنا دیا خود لوگوں کے دلوں میں تمہاری تصدیق کا جذبہ پیدا کر دے گا۔ تمہاری تصدیق کیلئے زمین اور آسمان بھی کھڑے ہو جائیں گے اسحاق نے حاضرین پر ایک نظر ڈال کر پھر کہا میں نے ایسی نبوت لینے سے بالکل انکار کر دیا میں نے فرشتوں سے کہا میں بغیر معجزے کے نبوت کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتا یہ سن کر فرشتوں نے کہا کہ اچھا معجزات ابھی لیجئے۔ جتنی آسمانی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئیں معجزے کے طور پر تمہیں ان سب کا علم دیا گیا اس کے علاوہ کئی زبانیں اور رسم الخط تمہیں عطا کیئے گئے اس کے بعد فرشتوں نے کہا کہ قرآن پڑھو میں نے جس ترتیب میں قرآن نازل ہوا پڑھ کر سنا دیا۔ پھر انہوں نے کہا انجیل پڑھو انجیل بھی میں نے سنا دی اس طرح توریت اور زبور بھی میں نے پڑھ کر سنا دی ان سب

کتب کا میرے دل پر القا ہوا تھا فرشتوں نے سن کر کہا اب کمر ہمت باندھ لو اور لوگوں کو غضب الٰہی سے ڈراؤ یہ کہہ کر فرشتے غائب ہو گئے اور میں نماز اور ذکر میں مشغول ہو گیا میرے قلب پر انوار و تجلیات کا جو نزول ہو رہا ہے اس کے کچھ آثار میرے چہرے پر بھی نمایاں ہو گئے ہیں۔

پھر اس نے ایک نظر مجمع پر ڈالی جو حیرت کا نشان بنے دم بخود بیٹھے تھے اسحاق کے بیان نے ان کے دل کو بہت متاثر کیا تھا۔ بعض اہل ایمان تذبذب کا شکار تھے اس نے اپنے بیان کی کامیابی دیکھ کر حاضرین سے کہا اب میں تم لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ جو شخص خدا، محمد ﷺ اور مجھ پر ایمان لایا اس نے فلاح پائی اور جس نے میری نبوت کا انکار کیا اس نے سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کو بیکار کر دیا ایسا منکر جہنم کا ایندھن ہمیشہ کے لئے بنا رہیگا۔ اسحاق کی یہ تقریر سن کر بہت سے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لے آئے اس مجلس میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اسحاق کو کاذب کہا۔ صدر مدرس اور دوسرے علماء نے بھی اسحاق کی نبوت کا انکار کیا۔

علماء کرام نے عوام کو بہت سمجھایا کہ اسحاق کاذب ہے اسلام مکمل ہو چکا ہے اور کسی نئے نبی کی اب کوئی گنجائش نہیں نہ ظلی کی اور نہ بروزی کی۔ قرآن اور سنت ہی رہنمائی کے لئے کافی ہیں لیکن عوام کی ایک خاص تعداد نے اسحاق کی نبوت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اصفہان میں اسحاق کی مخالفت شروع ہوئی تو اسحاق عمان اور بصرے کی طرف چلا گیا جہاں اس کے بہت سے لوگ معتقد ہو گئے جب اس کے پیروکاروں کی تعداد کافی ہو گئی تو اس نے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے عمال کو بصرہ، عمان اور قریبی علاقوں سے نکال کر خود ان علاقوں کا حاکم بن گیا آخر کار سخت معرکہ ہوا جس میں اسحاق قتل ہوا اور اس طرح نبوت کا یہ جھوٹا دعویدار اپنے انجام کو پہنچا۔

10

استاد سیس خراسانی

150 ہجری کے قریب خراسان میں استاد سیس نامی شخص نے بڑی شہرت حاصل کی استاد سیس نہایت زیرک اور گفتگو کا ماہر تھا ہر سننے والے کو اپنی باتوں سے متاثر کر لیتا تھا عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کا دور تھا اور خراسان اس کی سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ سیس نے لوگوں کو اپنے علم و دانش کا اثر دیکھا تو نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ہزاروں لوگ اس کی خود ساختہ نبوت پر ایمان لے آئے، تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے پیروکاروں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی خراسان کے اضلاع ہرات، بادغیس، بجستان وغیرہ کے باشندے اس کا ہر حکم ماننے کے لئے تیار تھے اس پورے علاقے میں استاد سیس عملاً حکمران تھا معتقدوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر سیس کے دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی آخر اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

اُس نے صرف خراسان کی حکمرانی پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ تین لاکھ کی تعداد میں فوج لے کر آگے بڑھا تا کہ مزید علاقے قابو کر سکے۔ مروالروز میں اسکا مقابلہ اجثم سے ہوا جو عباسی خلیفہ المنصور کی طرف سے وہاں کا گورنر تھا۔ اجثم بھی اپنی فوج لے کر اہل مروالروز کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلا گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں اجثم اور اس کے ہزاروں سپاہی مارے گئے استاد سیس اس معرکہ میں کامیاب ہوا عباسی خلیفہ کے بہت سے سردار جن میں جبرائیل بن یحییٰ، حماد بن عمرو، ابو نجم الصبانی، مسلم بن معاذ قابل ذکر ہیں جان بچا کر

بھاگ گئے۔ خلیفہ المنصور نے شکست کی خبر سنی تو بہت افسوس ہوا آخر اپنے بہترین سپہ سالار خازم بن خذیمہ کو سیس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔

خازم نے استادسیس کے مقابلہ پر جانے سے پہلے لڑائی کی خوب تیاری کی اس نے اپنی تقرری کو اسی بنا پر تسلیم کیا تھا کہ اُسے مکمل اختیارات دیے جائیں تا کہ کوئی شخص میرے منصوبے میں رکاوٹ نہ ڈالے خازم نے بائیس ہزار فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھا جو استادسیس سے پہلے شکست کھا چکی تھی۔ اس فوج کو اپنی تازہ اور منتخب فوج کے عقب میں جگہ دی اٹھارہ ہزار فوج اس کے علاوہ تھی اس فوج میں بکار بن مسلم ایک آزمودہ فوجی سردار بھی خازم کے ماتحت تھا۔

خازم فوج لے کر آگے بڑھا استادسیس کی فوج لڑائی کے لئے پہلے ہی سے تیار تھی خازم اتنی احتیاط اور مہارت سے فوج کو لایا کہ دشمن کو مطلق اطلاع نہ ہوئی خازم نے اپنی فوج کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا تمام فوج حیران تھی کہ کھلے میدان میں چاروں طرف خندق کھودنے کا کیا مقصد ہے۔ گہری خندق کھودنے کے بعد تمام فوج خندق میں چلی گئی۔ تمام ضروریات پہلی ہی سے اکٹھی کر لی گئی تھیں۔ خازم نے خندق میں چار دروازے بھی بنائے تھے۔ ہر دو دروازے پر چار چار ہزار جیالے سپاہی متعین کیے۔ اس نے اپنے مقدمتہ الجیش کے سردار کے ماتحت مزید دو ہزار فوج دی اس طرح اٹھارہ ہزار فوج خندقوں میں لڑنے کے لئے بالکل تیار چھپی بیٹھی تھی۔ استادسیس کی فوج آگے بڑھی خندق کھودی دیکھ کر اس کے پیروکاروں نے کدال اور پھاوڑے لے کر اس میں مٹی ڈالنی شروع کر دی اور اس دروازے تک پہنچ گئے جہاں بکار بن مسلم موجود تھا۔ بکار بن مسلم بڑی جوانمردی سے لڑا۔ دوسرے دروازے پر خازم خود تھا اس نے بھی عقب سے حملہ کر دیا خازم کے مقابلے پر استادسیس کا ایک سردار حولیش نامی اہل سجستان کے ساتھ حملہ آور ہوا خازم نے دشمن کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ھشیم بن شعبہ کو بکار بن مسلم کی طرف سے نکل کر

عقب سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ خود خازم قلب فوج کے ساتھ حریش السجستانی کے مقابلہ پر نکلا دونوں فریق بڑی دیر تک تلواروں سے لڑتے رہے مسلمانوں نے منصوبہ کے تحت اعلان کردیا کہ اہل طخارستان ہماری مدد کو آگئے ہیں۔ اس وقت نعرہ تکبیر بھی بلند ہوا حریش کی فوج مڑ کر دیکھنے لگی کہ کون آتے ہیں۔

دشمن کی توجہ بٹتے ہی خازم نے بہت شدید حملہ کیا عقب سے ہشیم کی فوج نے نیزوں اور تیروں سے حملہ کردیا میسرہ کی طرف سے نہار بن حصین اور اپنی سمت سے بکار بن مسلم بھی حملہ آور ہوئے اس حملہ کی تاب کی طاقت استادسیس کی فوج میں بالکل نہ تھی مسلمانوں نے دل کھول کر استادسیس کے پیروکاروں کو قتل کیا اس معرکہ میں استادسیس کے ستر ہزار پیروکار قتل اور چودہ ہزار قید ہوئے۔ استادسیس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی اور بقیہ تیس ہزار پیروکاروں کے ساتھ پہاڑوں میں جا چھپا۔

خازم نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا فوراً تعاقب میں جا پہنچا پہاڑ کا محاصرہ کرلیا خلیفہ جعفر المنصور کو اس معرکہ کی خبریں لگاتار جارہی تھیں۔ خلیفہ کے لڑکے المہدی نے ابوجون کی سربراہی میں مزید کمک خازم کو پہنچادی محاصرہ تنگ ہوتا چلا جارہا تھا۔ استادسیس اب شکنجہ میں آچکا تھا آخر استادسیس نے اپنے تیس ہزار پیروکاروں سمیت ہتھیار ڈال دیئے خازم نے اس کے پیروکاروں کو تو چھوڑ دیا لیکن استادسیس کے جرائم ناقابل معافی تھے اس لئے اسے اور اس کے لڑکے کو گرفتار کرکے لوہے کی بیڑیاں پہنادی گئیں دونوں کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا دونوں قتل ہوئے اور اپنے انجام کو پہنچے۔ اسی طرح تقریباً ڈیڑھ دو سال میں استادسیس کا فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

11

ابو عیسیٰ اسحاق اصفہانی

اصفہان میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی بھی کافی تعداد میں آباد تھے عباسیوں کا دور سلطنت تھا یعقوب ایک یہودی عالم تھا ابو عیسیٰ اسحاق اس کا لڑکا تھا جس نے خاندانی روایات کے تحت یہودی مذہبی تعلیم حاصل کی۔ توریت اور زبور عہد نامہ قدیم میں عبور حاصل کیا اپنے باپ کے بعد عالم بن گیا اصفہان کے یہودی اپنے مذہب کے مسائل کے حل کے لئے ابو عیسیٰ اسحاق سے ہی رجوع کرتے تھے ابو عیسیٰ اسحاق ذہنی طور پر نہایت زیرک اور جودت طبع کا مالک تھا۔ یہودیوں کو مذہبی معاملات نہایت موثر طریقے سے سمجھانے میں پورے علاقے میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی علمیت کا شہرہ دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ یہودیوں کا ہر وقت اس کے پاس مجمع لگا رہتا جنہیں وہ فلسفیانہ گفتگو سے متاثر کرتا رہتا تھا وہ پورے علاقے میں الوہیم کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا جس کا معنی ''عبادت گزار'' ہے۔

ابو عیسیٰ کا ذہن چونکہ تحقیقی قسم کا تھا وہ یہودیت کی سابقہ تعلیم سے مطمئن نہ تھا۔ اس علاقے میں اسلام روز بروز پھیل رہا تھا۔ لوگ اپنے سابقہ مذہب کے جوئے کو اپنے کندھوں سے اتار کر نئے دین میں داخل ہو رہے تھے ابو عیسیٰ بھی نئی روش اختیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہزاروں یہودیوں کا وہ رہنما تھا۔ اگر یہودیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیتا تو وہ

ہزاروں کی سرکردگی سے محروم ہو جاتا۔ ابوعیسیٰ ہزاروں یہودیوں کے دل و دماغ کا حکمران تھا۔ اس کے صرف ایک ہی اشارے پر متعدد یہودی اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار تھے۔ یہ بے تاج بادشاہ تھا ایسے حالات میں کس کا دل حکمرانی چھوڑنے کو چاہتا ہے۔ لیکن ابوعیسیٰ کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ یہودی مذہب میں نئے حالات کا مقابلہ کرنے کی بالکل سکت نہیں۔ اس کے ذہن کے مطابق تبدیلی ناگزیر تھی لیکن وہ ایسی تبدیلی چاہتا تھا جس سے وہ یہودیوں کی نگاہوں کا مرکز بن جائے۔

اس کے ذہن میں بہت سے خیالات تھے گفتگو کا ماہر تو تھا ہی اس نے بہت کچھ سوچ کر یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ حضرت مسیح تشریف ضرور لائیں گے جن کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ یہودیوں نے ابوعیسیٰ کی اس بات کو تسلیم کر لیا۔ تو ابو عیسیٰ نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح منتظر سے پہلے پانچ رسول یکے بعد دیگرے ضرور مبعوث ہوں گے۔ یہودیوں نے اس کے اس دعویٰ کو بھی تسلیم کر لیا ابوعیسیٰ نے اپنے حق میں حالات سازگار دیکھے تو دعویٰ کر دیا کہ وہ بھی رسول ہے۔ وہ مسیح منتظر کا رسول ہے اور مسیح منتظر کا رسول بھی مسیح ہوتا ہے یہودیوں نے بلا تامل اس دعویٰ کو بھی تسلیم کر لیا۔

اس کے دعوے کے بعد اس کی شہرت میں مزید اضافہ ہو گیا دوسرے شہروں سے یہودی اس کی زیارت کو آنے لگے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مسیح تمام انبیا پر فضیلت رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق ہر شخص پر واجب ہے۔ وہ یہودیوں کو من گھڑت عبارتیں سناتا رہتا تھا جنہیں وہ وحی الٰہی کا نام دیتا تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی مدون کی تھی جسے وہ کہتا تھا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے اس پر نازل کی ہے اس کتاب میں اس نے اپنے نئے مذہب کے احکام شریعت لکھے تھے جس کی بیشتر تعلیم یہودیت کے منافی تھی یہودی مذہب میں کچھ جانور اور پرندوں کا گوشت کھانا جائز ہے۔ لیکن ابوعیسیٰ نے تمام جانوروں، پرندوں، آبی جانوروں غرضیکہ ہر قسم کا گوشت کھانا حرام قرار دے دیا۔ اس نے اپنے پیروؤں پر دس نمازیں فرض کیں اور ان

کے اوقات مقرر کر دیے اور ہر ایک کو قیام نماز کی سخت تاکید کی۔ بے شمار یہودیوں نے ابو عیسیٰ کو رسول مان کر اس کی متابعت اختیار کر لی۔ کچھ ایسے یہودی بھی تھے جو اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہے اور ابو عیسیٰ کو کاذب کہتے رہے۔

ابو عیسیٰ کو اپنے دعوؤں سے بہت فائدہ رہا اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت پر سرفراز کر کے حکم دیا ہے کہ میں بنی اسرائیل کو ظالم قوموں اور غالب حکمرانوں سے نجات دلاؤں۔ وہ اس دعویٰ کی بنیاد پر سیاسی قوت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس دعویٰ نے یہودیوں پر بہت اثر کیا۔ اس وقت خلیفہ ابو جعفر منصور حاکم تھا ہزاروں یہودی علم بغاوت بلند کر کے ابو عیسیٰ کے گرد جمع ہو گئے وہ حقیقت میں ابو عیسیٰ کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ یہودیوں نے مال مویشی اور ہتھیار جمع کر کے ابو عیسیٰ کو حکمران مان لیا تھا۔ ابو عیسیٰ کے ارادے کی اطلاعات ابو جعفر منصور کو مل چکی تھیں۔ کچھ یہودی بھی ابو عیسیٰ کے دعوؤں کے خلاف ابو جعفر منصور کے وفادار تھے۔ ابو جعفر منصور نے ابو عیسیٰ کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ ''رے'' کے مقام پر ابو عیسیٰ کے پیروکاروں سے آمنا سامنا ہوا۔

ابو عیسیٰ اسلامی فوج کو دیکھ کر پہلے تو بہت گھبرایا لیکن یہودیوں کی بھاری تعداد ہتھیاروں سے لیس اس کے ساتھ تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ ان یہودیوں میں خلیفہ کی فوج سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ بالکل نہیں ہے یہ تو صرف سازش کر سکتے ہیں یہ بڑے دشوار لمحات تھے رات ہو چکی تھی۔ اسلامی فوج نے ''رے'' کے ایک طرف پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ رات کو لشکر نے آگ جلا رکھی تھی، آگ کے شعلوں نے ابو عیسیٰ پر اور ہیبت طاری کر دی تھی۔ ابو عیسیٰ نے اپنے پیروکاروں کو تسلی دے رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم ضرور دشمن پر فتح یاب ہوں گے۔ رات ابو عیسیٰ نے پریشانی میں گذاری، وہ فرار ہونا چاہتا تھا لیکن چاروں طرف اسی کے پیروکار تھے صبح ہوئی وہ اٹھا اپنے پیروکاروں کو اکٹھا کیا تمام خاموش دھڑکتے دلوں

کے ساتھ اپنے رہبر و رہنما کا ارشاد سننے کے لئے اس کے گرد کھڑے ہو گئے۔

"تمہیں مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتحیابی کا پیغام بھیجا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں ایک خط اپنے اور دشمنوں کے درمیان کھینچ دوں"۔

اس نے اپنے ہاتھ کی لکڑی سے زمین پر ایک لمبا خط کھینچ کر کہا ہمیں حکم ہے کہ "تم اس خط سے ادھر ہی رہنا اور اس خط سے آگے نہ بڑھنا دشمن کی مجال نہیں کہ اس خط سے آگے بڑھ کر تم حملہ آور ہو سکے"۔ یہ کہہ کر ابو عیسیٰ پیچھے آ گیا ابو جعفر منصور کا لشکر اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا لگاتار آگے بڑھ رہا تھا آخر وہ ابو عیسیٰ کے کھینچے ہوئے خط پر بھی پہنچ گیا۔ قریب تھا کہ یہ لشکر خط کو عبور کر لیتا ابو عیسیٰ پیچھے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے سوچا اس کے جھوٹ کا پول کھلنے والا ہے تو فوراً پیروکاروں میں سے نکل کر خط پر پہنچ گیا اس کو دیکھ کر اس کے پیروکار بھی خط پر آ گئے، لڑائی شروع ہوئی، بڑے زور کا معرکہ ہوا یہودی جان توڑ کر لڑے، بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری لڑتے رہے اور آخر دشمن سے میدان صاف ہو گیا۔ ابو عیسیٰ اور اس کے بہت سے پیروکار قتل ہوئے اور بہت سے میدان سے بھاگ گئے۔ ابو عیسیٰ خود بھی میدان جنگ میں ایک مسلمان کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔

12

عبداللہ بن میمون اہوازی

عبداللہ بن میمون کوفہ کے نزدیک ایک گاؤں اہواز کا رہنے والا تھا۔ عبداللہ کا باپ میمون بن دیصان المعروف قدح مجوسی امام جعفرؒ صادق کا آزاد کردہ غلام تھا۔ والی عراق نے اُسے کسی جرم میں قید کر دیا تھا تو اس نے قید خانہ میں اسلام میں کفروالحاد ملانے کا ارادہ کرلیا اور ایک ایسے مذہب کا خاکہ تیار کیا جس سے اسلام کی بیخ کنی ہو۔ اس نے اپنے لڑکے عبداللہ کو پہلے جادو وطلسمات اور شعبدہ بازی کی تعلیم دلائی۔ عبداللہ نے اسلام قبول کر کے اسماعیلی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ میمون نے عبداللہ کو نئے مذہب کے خاکہ سے روشناس کرایا۔ عبداللہ نئے مذہب کے لیے بہترین شخص تھا جس کا انتخاب میمون نے کیا تھا۔

حضرت امام جعفرؒ صادق کے دو صاحبزادے تھے اسماعیلؒ اور موسیٰ کاظمؒ۔ حضرت اسماعیلؒ اپنے والد کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ اسماعیلی حضرت اسماعیلؒ کو امام مانتے ہیں اور حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کے منکر ہیں۔ اسماعیلی حضرت اسماعیل کے بعد ان کے لڑکے محمدؒ بن اسماعیل کو امام مانتے ہیں۔ عبداللہ بن میمون شروع میں حضرت امام جعفرؒ صادق اور ان کے صاحبزادے اسماعیلؒ کی خدمت کرتا رہا۔ حضرت اسماعیلؒ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے محمدؒ کے ہاں خادم کے طور پر کام کرتا رہا۔ ان کے ساتھ وہ مصر بھی گیا۔ محمدؒ

کے انتقال کے بعد اُن کے غلام مبارک کو عبداللہ نے مذہب اسماعیلیہ کی تبلیغ کے لئے کوفہ بھیجا اور خود عبداللہ کوہستان، عراق اور بصرہ جا کر اسماعیلی مذہب کی اشاعت و ترویج کرتا رہا۔ اسماعیلی عبداللہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بڑا ہوشیار اور موقعہ پرست انسان تھا۔ اس نے اپنے باپ کی باتوں کو گانٹھ میں باندھ لیا تھا اور موقعہ کی تلاش میں تھا جس کے لیے اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ پوری اسماعیلی دنیا میں اس کا بڑا مقام تھا۔ ایک خاص مدت تک تو وہ لوگوں کو اسماعیلی مذہب کی دعوت دیتا رہا۔ بعد میں اس نے اپنے مسلک میں ترمیم کر لی اور لوگوں نے اس ترمیم کو قبول بھی کر لیا۔ پھر اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور مزید کامیابی دیکھ کر اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

اس نے اسماعیلی مذہب چھوڑ کر نئے مذہب کی بنیاد ڈالی وہ اس کے باپ کے نام پر میمونہ مشہور ہوا۔ بعد میں اس مذہب کو باطنی مذہب کہا جانے لگا۔ عبداللہ بڑا زیرک تھا۔ اس نے باطنی مذہب کی تبلیغ کے لئے خلف نامی ایک شاطر اور زبان آور شخص کو اپنے نائب کی حیثیت سے خراسان، کاشان، طبرستان اور قم کی طرف روانہ کیا۔ خلف نے وہاں میمونہ مذہب کی خوب تبلیغ کی، خلف کی زبان میں بڑا اثر تھا وہ علم الکلام کا ماہر تھا اس نے عبداللہ کے لائے ہوئے مذہب کو اہل بیت کا مذہب قرار دیا۔ اس نے لوگوں کو کہا کہ "اہل بیت اطہار کا یہی مسلک ہے۔ نام نہاد مسلمانوں نے اپنی طرف سے مذہب تراش لیے ہیں۔ تکلفات اور تشریحات کی تنگی میں پھنس گئے ہیں اور لذائز و نفائس سے محروم ہیں"۔

علما کو خلف کے عقائد کا علم ہوا تو حکومت تک شکایت پہنچی۔ خلف کی گرفتاری کا حکم ہوا لیکن خلف کو علم ہو گیا اور وہ رَے کی طرف بھاگ گیا جہاں کچھ عرصہ کے بعد اپنی موت مر گیا۔

خلف کا جانشین احمد مقرر ہوا۔ احمد بھی اپنے باپ کی طرح نہایت چالاک تھا۔ اس نے اس زمانے کے مشہور شاعر اور عالم غیاث کو 203 ہجری میں داعی مقرر کر کے عراق

کی طرف بھیجا۔ غیاث علوم عقلیہ کا ماہر اور نہایت چالاک شخص تھا۔ فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ غیاث نے عراق میں عبداللہ بن میمون کے بنائے ہوئے باطنی مذہب کی خوب تبلیغ کی۔ بہت سے مسلمانوں کو گمراہ کیا اور اپنا ہمنوا بنایا۔ اس نے سب سے پہلے اس مذہب پر ایک کتاب تحریر کی جس کا نام 'البیان' رکھا۔ اس کتاب میں اُس نے صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام کے نئے معانی بیان کئے اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی مراد حج، زکوٰۃ وغیرہ سے وہی ہے جو باطنی مراد لیتے ہیں، اہل شرع نے جو کچھ سمجھا غلط سمجھا ہے۔ غیاث کی کوششوں سے باطنی مذہب کی خوب تشہیر ہوئی۔ آزاد خیال لوگوں کو عبداللہ بن میمون کا یہ نیا طریقہ جو کمال درجہ کی آزادی اور بے باکی سے ہمکنار تھا بڑا پسند آیا اور لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ قرب و جوار میں غیاث کی دعوت کا شور اٹھا، وہ روزانہ اپنی تعلیمات کا درس دیتا تھا، سینکڑوں ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے درس میں روزانہ شامل ہوتے۔ اس نے علمائے اسلامیہ سے مناظرے کیے مگر ہر میدان میں شکست کھائی تاہم یہ مذہب تیزی سے پھیلتا رہا حکومت وقت نے غیاث کو گرفتار کرنا چاہا تو وہ مرو کی طرف بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ مرو میں رہا پھر رے کا قصد کیا لیکن راستے میں ہی مر گیا۔ عبداللہ بن میمون نے غیاث کے مرنے کی خبر سنی تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اور اس افسوس میں وہ ایسا مغموم ہوا کہ بیمار پڑ گیا اور پھر نہ اُٹھ سکا اور گمراہی کا بیج بو کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس نئے مذہب کے مطابق اسلامی شریعت کے جس قدر احکام وارد ہوئے ہیں۔ ان کے اصل معنی وہ نہیں جو ظاہر میں مراد لئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ قرآنی آیات کی اپنی مرضی سے ایسی تاویل کرتے تھے جسے ظاہری الفاظ سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ ان کے نزدیک شریعت کا ایک ظاہر ہوتا ہے جسے تنزیل کہتے ہیں اور ایک باطن ہوتا ہے جسے تاویل کہتے ہیں۔ ظاہر باطن کا مقصود اور باطن ظاہر کا مقصود ہے اور کوئی ظاہر ایسا نہیں جس کا باطن نہ ہو اور کوئی باطن ایسا نہیں جس کا ظاہر نہ ہو ورنہ یہ محض خیالی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا ظاہر

بھی ہے اور باطن بھی مگر ظاہر جو لغت سے مفہوم ہوتا ہے ہرگز قابل اعتقاد اور قابل عمل نہیں بلکہ قابل اعتقاد اور حقیقی مقصود وہی عمل ہے جو اس کا باطن ہے۔ مثلاً نماز کا باطن امام وقت کی اطاعت ہے روزہ کا باطن یہ ہے کہ اپنے مذہب و مسلک کو اغیار سے مخفی رکھا جائے۔ حج کا باطن امام کے حضور میں پہنچنا ہے۔ باطنیہ نے اسی طرح سینکڑوں مسائل میں ظاہر کی باطنی تاویل و تحریف کی۔ اس تاویل کاری نے سیدھے سادے دین کو ایک موہوم چیز بنا دیا۔ ہر حرف عمل کے لیے نہیں بلکہ گفتگو کے لیے ہے ورنہ دین تو اعتقاد اور عمل کا نام ہے۔ باطنیوں نے دوزخ، جنت، فرشتوں، جرم، سزا، شیاطین، وحی، نمرود، طوفان نوح، کشتی نوح، عصائے موسیٰ وغیرہ تمام الفاظ کو نئے معانی دیئے اور اس طرح قرآن کی معنوی تحریف کا دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے دین کو اپنی امنگوں اور خواہشوں کا کھلونا بنا کر رکھ دیا۔ باطنی خالق کرد گار کی صفات اور معجزات انبیاء کے بھی منکر تھے وہ ہنود کی طرح قیامت کے منکر اور تناسخ کے قائل تھے۔ وہ دنیا کو حادث کی بجائے قدیم مانتے تھے۔ باطنیوں کے نزدیک بہن اور بیٹی سے شادی بالکل جائز ہے قیروانی باطنی نے سلیمان بن حسن کو ایک رسالہ میں لکھا مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو صاحب حق و خرد ہونے کا مدعی ہو اور اس کے گھر میں حسینہ و جمیلہ بہن یا بیٹی ہو تو خود اس سے شادی نہ کرے اور اجنبی لوگوں کے حوالے کردے۔ اگر یہ جاہل جانتا کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا خود سب سے زیادہ مستحق ہے تو کسی اجنبی کو کبھی تفویض نہ کرتا۔ قیروانی نے یہ بھی لکھا کہ اصحاب شریعت نے لوگوں کو خواہ مخواہ نماز، روزہ، حج وغیرہ قسم کے جھمیلوں میں پھنسا رکھا ہے اور ناحق طرح طرح کی پابندیاں عائد کر کے خلق خدا کو لذات سے محروم کر رہے ہیں۔ باطنی لوگ ہر عورت کو بلا نکاح حلال سمجھتے تھے۔ نماز پڑھنے والے اور حج کرنے والے کا مذاق اڑاتے تھے۔

باطنیوں نے اس شیطانی مذہب کی خوب تبلیغ کی انہوں نے تبلیغ کے لیے کئی قسم کے حیلے اور ترکیبیں استعمال کیں چونکہ اس مذہب کا سب سے بڑا مقصد دین اسلام کو

نقصان پہنچاتا تھا۔ اس لیے اسلام کے دشمنوں نے باطنی مذہب اختیار کرلیا اور پورے عالم اسلام میں باطنی مذہب کی تبلیغ کے لیے داعی بھیجے گئے۔ داعی کے لیے لازمی شرط تھی کہ وہ گفتگو کا ماہر ہو اس میں ظاہر کو تبدیل کر کے باطن کی طرف پھیرنے کی کامل استعداد ہو۔ داعی کو ہدایت تھی کہ وہ کسی ایسے گھر میں داخل نہ ہو جہاں چراغ جل رہا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ علم کلام کا کوئی عالم موجود نہ ہو کیونکہ ایسے عالم کی موجودگی میں اس مذہب کی تبلیغ میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔ داعی کو یہ بھی ہدایت تھی کہ وہ کسی بنجر زمین میں تخم ریزی نہ کرے۔ یعنی کسی ایسے مسلمان کے آگے تبلیغ نہ کرے جو ذی علم راسخ العقیدہ ہو اور جس کے اثر پذیر ہونے کی امید نہ ہو۔ داعی کے لیے یہ بھی ہدایت تھی کہ آغاز دعوت سے پہلے اس امر کی خوب تحقیق کر لی جائے کہ ان کا زیر تبلیغ شخص کن خیالات و عقائد کا حامل ہے۔ جو شخص جن جذبات اور مزاج کا ہوتا ویسے ہی مسائل میں اس شخص سے گفتگو کر کے باطنی مذہب کی طرف ترغیب دی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص عبادات و زہد کی طرف مائل ہے تو اس پر زہد و عبادات ہی کا جال پھینکا جاتا۔ پھر اس کے عبادات کے معانی اور فرائضوں کے وجوہات دریافت کیے جاتے۔ اور داعی بحث و تمحیص کے دوران اس کے دل میں شبہات ڈال دیتا۔ اگر کوئی شخص شوخ طبع اور بے باک ہے تو داعی اس کے مزاج کے مطابق گفتگو کر کے لذت اور نعمت کی باتیں کرتے ہوئے اس کے ذہن میں یہ بٹھاتا کہ عبادات خواہ مخواہ کی زحمت بلکہ حماقت ہیں۔ وہ کہتا کہ عقلمند آدمی کا فرض ہے کہ حصول لذات میں کوتاہی نہ کرے اگر داعی کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جسے دین کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں تو اس کے سامنے اسلامی شعائر کی نفی کرے۔ اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع سے خوش ہوتا تو داعی اسے تاکید کرتا کہ بنی تیم اور بنی عدی کے بغض میں ثابت قدم رہے۔

اگر باطنی داعی کسی ایسے شخص کو دیکھتا جو شیخین حضرت ابوبکرؓ صدیق اور عمرؓ فاروق سے محبت کرتا ہے تو داعی اس سے ملاقات کر کے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور عمرؓ فاروق کی

ستائش کرنے لگتا اور کہتا کہ تاویل شریعت میں بھی ایک خاص حظ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے تاویل ہی کا علم حاصل کرنے کے لیے مکہ معظمہ سے غار ثور تک اور غار ثور سے مدینہ منورہ تک سرکار دو عالم ﷺ کی مصاحبت اختیار کی اور جب شیخین کا محب تاویل کے بارے میں داعی سے سوال کرتا تو پھر داعی اس سے حلف لے کر کچھ تاویل بتاتا۔ اگر وہ اس تاویل کو قبول کر لیتا تو اسے مزید تاویل بتاتا ورنہ اسی میں الجھا کر ارکان شریعت میں شکوک پیدا کر دیتا۔

غرضیکہ عبداللہ بن میمون کے پیروکاروں نے دین اسلام کو ختم کرنے کے لیے بڑے ہتھکنڈے استعمال کیے عبداللہ بن میمون کے عقیدے خوب پھلے پھولے مختلف علاقوں میں ان اعتقادات نے مختلف رنگ اور نام اختیار کیا۔ اسلام کے بہت سے دشمنوں نے اس تعلیم سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اسلامی شعائر اور ارکان کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جو لوگ جس مقام پر دیکھتے کہ مسلمان کمزور ہیں اور تھوڑی تعداد میں ہیں۔ اور کوئی اسلامی حکومت بھی ان کی فریادرسی کے لیے موجود نہیں وہاں یہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے۔ کسی کو نماز پڑھتے دیکھتے تو اس کی نقلیں اتارنے لگتے۔ اگر کوئی حج کے لئے جا رہا ہے تو ارکان حج کی نقالی کر کے اسے حج پر جانے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔ ان کی دعوت کا جال فارس، عراق اور خراسان سے گزر کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔

13

بابک بن عبداللہ خرمی

رستاق کے گاؤں کی کچھ عورتیں اپنے گاؤں سے نکل کر قریبی گاؤں کی طرف پیدل جا رہی تھیں دوپہر کا وقت تھا گرمی کا موسم تھا انہیں تھوڑی دور چل کر سخت پیاس لگی سامنے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ تھا۔ وہ پانی پینے کے لئے گئیں تو کچھ آوازوں نے انہیں حیران کر دیا قریب ہی جھاڑیوں سے ایک مرد اور عورت کی آواز آ رہی تھی وہ اس طرف گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کے گاؤں کی ایک عورت ایک نوجوان کے پہلو میں بیٹھی ہے ایک طرف تیل کا ایک برتن رکھا ہوا ہے یہ نوجوان مدائن کا تیلی عبداللہ تھا جو آج کل قریبی گاؤں بلال اباز رہا تھا اور سر پر تیل کا برتن رکھ کر قریبی دیہاتوں میں چل پھر کر تیل بیچتا تھا۔ رستاق کی اس عورت سے اس نے ناجائز تعلقات قائم کر لئے تھے اور دونوں وقتاً فوقتاً اس ویران جگہ پر ملتے رہتے تھے آج پہلی مرتبہ اس گاؤں کی عورتوں نے انہیں مشکوک حالت میں دیکھ لیا تھا۔ عورتوں کو دیکھ کر عبداللہ تیلی تو اپنا تیل کا برتن اٹھا کر بھاگ گیا لیکن عورت بیچاری پکڑی گئی عورتوں نے اسے بالوں سے پکڑا اور اسے واپس رستاق لے آئیں۔ جہاں پورے گاؤں میں وہ بدنام ہوئی سب سے بڑا بدنامی کا داغ اس کے باپ کو لگا جو بے حد شریف آدمی تھا گاؤں کے لوگوں کے سمجھانے پر وہ بلال اباز عبداللہ تیلی کے پاس آیا اور اسے اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کو کہا عبداللہ رضامند ہو گیا چنانچہ

دونوں کا نکاح ہوا اس عورت کے بطن سے بابک پیدا ہوا۔

بابک کی پیدائش پر عبداللہ بڑا خوش ہوا لیکن بدقسمتی سے وہ کوہ سبلان تیل بیچنے گیا اور وہیں اسے موت نے اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ بابک کی ماں بڑی سمجھدار تھی اس نے دایہ گیری کا کام شروع کر دیا اس نے بڑی محنت سے بابک کی پرورش کی بڑا ہو کر بابک کسی زمیندار کے پاس گائیں چرانے کے کام پر نوکر ہو گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد بابک رستاق کے ایک رئیس شبل بن عثنی ازدی کے پاس ملازم ہو گیا یہیں بابک نے شبل کے ایک غلام سے طنبورہ بجانا سیکھا پھر وہ تبریز آ گیا جہاں وہ دو سال تک محمد بن رواد ازدی کے پاس ملازمت کرتا رہا پھر اس نے نوکری چھوڑ دی اور واپس بلال اباذ اپنی ماں کے پاس آ گیا۔

وہ اب اٹھارہ سال کا خوبصورت نوجوان تھا۔ ان دنوں کوہ بذ کے سلسلے میں جاویدان بن سیرک ایک رئیس نے مزدکی مذہب کو زندہ کر رکھا تھا۔ اس کے بہت سے پیروکار تھے جاویدان تناسخ کا قائل تھا۔ اس مذہب کے مطابق انسان بالکل نہیں مرتا بلکہ صرف قالب ہی بدلتا ہے اسی لئے اس کا نام جاویدان یعنی ہمیشہ رہنے والا مشہور تھا۔ جاوید ان کے پاس بڑی دولت تھی ایک سال وہ دو ہزار بھیڑ بکریاں بذ سے لے کر قزوین کے قریب شہر زنجان گیا۔ بکریاں فروخت کر کے واپس بذ آ رہا تھا راستے میں بلال اباذ پہنچا تو رات ہو چکی تھی اور شدید برف باری جاری تھی وہ اس برفباری میں اپنا سفر جاری نہ رکھ سکتا تھا۔ وہ رات اسی قصبہ میں گزارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ رات اس نے بابک کے گھر گزاری بابک اور اس کی والدہ نے جاویدان اور اس کے نوکروں کی خوب خاطر تواضع کی جس سے جاویدان بڑا خوش ہوا اس نے بابک کی ماں سے کہا کہ وہ بابک کو مناسب معاوضہ میں نوکری دینے کو تیار ہے بابک ان دنوں بیکار تھا اور ملازمت کی تلاش میں تھا۔ بابک کی ماں نے جاویدان کی پیش کش قبول کر لی صبح بابک جاویدان کے ساتھ ہی چلا گیا اس وقت جاوید ان نے اسماعیلی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

بابک بڑا خوبصورت نوجوان تھا اٹھتی ہوئی جوانی، چوڑا چکلا سینہ، دراز قد اور مضبوط جثہ رکھنے والے بابک کو جب جاویدان کی بیوی نے دیکھا تو اس پر بلا تامل فریفتہ ہوگئی۔ جاویدان اپنا وقت اپنے معتقدوں اور سرداروں میں گزارتا تھا اس کی بیوی بابک کی جدائی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی اس لئے کسی نہ کسی بہانہ بابک کو اپنے محل میں ہی رکھتی لیکن وہ تو بابک سے شادی کرنا چاہتی تھی اس کی یہی سب سے بڑی تمنا تھی ایک دن اس کی یہ تمنا بھی پوری ہوگئی جاویدان رات کو مر گیا اس کی خبر اس کی بیوی نے کسی کو نہ دی بابک اس کے بستر پر تھا اس نے بابک سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ میری خواہش ہے تمہیں بر سر حکومت کر کے تم سے باقاعدہ شادی کرلوں بابک نے کہا کہ میں تمہارے خاوند کا ایک ادنیٰ غلام ہوں لوگ میری سرداری کسی طرح تسلیم کریں گے اور پھر تمہاری قوم میرے ساتھ تمہاری شادی کو برداشت بھی نہ کرے گی۔

بابک نے خدشات کا اظہار کیا۔ جاویدان کی بیوی نے کہا یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو میں اپنی قوم کو جانتی ہوں جس طرح میں کہوں اسی طرح کرو بابک نے کہا یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے آخر تم کیا کرو گی؟

جاویدان کی بیوی نے کہا میں بتاؤں کیا کروں گی کل تمام قوم کو جمع کر کے ان سے کہوں گی کہ جاویدان نے اپنی وفات سے پہلے کہا تھا کہ آج رات میں نے مرنے کا قصد کیا ہے لیکن میری روح میرے بدن سے نکلتے ہی بابک کے بدن میں داخل ہو جائے گی۔ اور اس کی روح سے متحد ہو جائے گی میرے بعد بابک ہی میری قوم کا سردار ہوگا۔ وہ جبابرہ کو ہلاک کر کے مزدکیہ کو از سر نو عروج بخشے گا اور قوم کے پسماندہ لوگوں کی عزت میں اضافہ کرے گا بابک کو یہ تجویز پسند آئی پھر دونوں نے جاویدان کی لاش ایک طرف رکھ کر اس پر چادر ڈھانپ دی۔

صبح ہوئی دونوں اٹھے عورت نے اپنے دو غلاموں کے ذریعے تمام لوگوں کو اپنے

محل کے باہر اکٹھا کیا عورت نے سب سے پہلے تو قوم کو جاویدان کی وفات کی خبر سنائی عمائدین نے پوچھا کہ اس نے مرنے سے پہلے ہمیں بلا کر وصیت کیوں نہ کی؟

عورت نے جواب دیا کہ تم لوگ مختلف مقامات پر منتشر تھے۔ اگر تم سب کو بلا کر اجتماع عام کا انتظام کیا جاتا تو خوف تھا کہ عربوں کی طرف سے کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ اب جاویدان جو کچھ وصیت کر گیا ہے اس کو سن لو میں دیکھوں گی کہ تم اس کی وصیت بجالاتے ہو یا نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا جب ہم نے زندگی میں کبھی اس کی مخالفت نہیں کی تو اس کے مرنے کے بعد یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی مخالفت کریں عورت نے دیکھا حالات اس کے حق میں بالکل سازگار ہیں تمام لوگ اس کی بات ماننے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہیں تو اس نے کہا جاویدان کل بالکل صحیح سالم تھا اچانک کہنے لگا کہ میں نے دنیا کو الوداع کہنے کا ارادہ کر لیا ہے میں آج ہی رات اس دنیا کو چھوڑ جاؤں گا لیکن میری روح نکل کر اس نوجوان غلام بابک میں داخل ہو جائے گی۔ اور یہی نوجوان اس سرزمین کا مالک ہوگا۔

اس نے مجھے مرتے وقت یہ تاکید کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری قوم کو اس کی اطلاع کر دینا اور انہیں یہ بھی بتا دینا کہ جو شخص میری وصیت پر عمل درآمد نہ کرے گا وہ میری خواہش پر اپنی رائے اور مرضی کو ترجیح دے گا وہ ہمارے دین سے خارج ہو جائے گا یہ سن کر تمام حاضرین نے کہا کہ ہم اس وصیت کو تسلیم کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے انہوں نے گردنیں جھکا دیں۔ بابک اس طرح مزدکیوں کا سربراہ بن گیا تھا۔ عورت اور سرداری کے لالچ میں بابک نے اسلام چھوڑ دیا اور مزدکی بن گیا۔

اس کے بعد عورت نے ایک بیل منگوا کر اس کو ذبح کرایا، اس کی کھال بچھوائی، اس کھال پر شراب سے بھرا ہوا ایک طشت رکھا، پھر روٹیاں منگوائیں۔ اب عورت نے حکم دیا کہ ایک ایک آدمی آئے اور کھال پر کھڑے ہو کر روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھائے اور شراب میں ڈبو کر کھائے۔ پھر یوں کہے "اے بابک کی روح میں تجھ پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جس

طرح اس سے قبل جاویدان کی روح پر ایمان لایا تھا"۔اس کے بعد بابک کے سامنے حاضر ہو اور اس کا ہاتھ چومے۔تمام لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی پھر شراب کے دور چلے۔پھر عورت نے ایک گلدستہ منگوایا اور اٹھا کر بابک کے ہاتھ میں دے دیا یہ نکاح کی رسم تھی۔

عورت نے اس ادنیٰ ملازم کو ایک قوم کا سردار بنا دیا تھا وہ پہلے اسماعیلی تھا پھر جاویدان کے مذہب پر چل کر مزدکی بنا اور کچھ عرصہ بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ جاویدان کے پیروکار اس کے پیروکار بن گئے تھے۔اب اس نے مزید ترقی کی اس نے مشہور کر دیا کہ خدا کی روح نے اس کے اندر حلول کیا ہے۔ بابک شیطان کے پنجے میں پھنس گیا تھا اس نے مزدکیت سے ہٹ کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی اس نے ہر قسم کی اخلاقی اور مذہبی پابندیوں کو ختم کر کے کھلم کھلا عیش وعشرت کی تعلیم دی۔ بابک کا معمول تھا کہ اپنے عاملوں کے ذریعے اپنے زیر قبضہ علاقے سے خوبصورت لڑکیوں کو اپنے پاس طلب کرتا اور رات ان کے ساتھ بسر کرتا۔اگر کوئی غیرت مند باپ انکار کرتا تو اس کے کارندے زبردستی لڑکی کو اٹھا کر لے جاتے اور بیچاری رات کو خرمی کی شہوانی خواہش کا نشانہ بنتی۔اس کے مذہب میں ہر قسم کی فواحشی، شراب خوری کی اجازت تھی۔اس نے ہر عورت سے نکاح کو جائز قرار دیا حتیٰ کہ ماں یا بہن، بیٹی اور دوسرے محرم سے بھی نکاح کو جائز کر دیا۔اس کے مذہب کا سب سے بڑا اصول یہ تھا کہ انسان اس دنیا میں ہر قسم کی لذت اٹھائے، وہ شادمان رہے اس لئے اس کے پیروکار خرمی کہلائے۔ وہ اسی لفظ خرم وشادمانی کی نسبت سے خرمی کہلایا۔اس کے مذہب کو مورخین خرمیہ اور منومیہ بھی کہتے ہیں۔اس کھلی آزادی نے اس کے پیروکاروں کی تعداد میں بہت اضافہ کر دیا تھا۔ جاویدان کی قوم کے علاوہ دیلم، ہمدان اور اصفہان کے لوگ بھی اس پر ایمان لے آئے تھے۔ 201 ہجری میں جب اس کے پیروکاروں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تو اس کے دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہو گئی۔

اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے اس نے خلافت اسلامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس وقت مامون الرشید عباسی خلیفہ کا دور تھا۔ دو سال تک تو مامون نے بابک کی سرگرمیوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن جب بابک کی ہوس ملک گیری بڑھتی رہی۔ دن بدن مزید علاقے اس کے قبضہ آتے رہے اور وہ سیاسی قوت حاصل کرتا رہا تو مامون نے 204 ہجری میں آرمینیا کے گورنر عیسیٰ بن محمد کو بابک کا سر کچلنے کا حکم دیا لیکن عیسیٰ بن محمد اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ کئی سالوں تک بابک کامیاب ہوتا رہا 209 ہجری میں خلیفہ نے علی بن صدقہ المعروف زریق کو آرمینیا کی گورنری سپرد کر کے بابک کے خاتمہ کا حکم دیا۔ زریق نے ایک قبائلی سپہ سالار احمد بن جنید کو بابک کی سرکوبی پر بھیجا۔ لیکن چونکہ بابک کی سرگرمیوں کا مرکز پہاڑی سلسلہ تھا۔ اس لئے اسلامی لشکر اس کے مقابلہ میں ناکام ہو گیا۔ احمد بن جنید کو بابک نے گرفتار کر لیا خلیفہ کو اس کا بڑا دکھ ہوا۔ چنانچہ آرمینیا اور آذربائیجان کی گورنری زریق سے لے کر ابراہیم بن لیث کو دی گئی۔ اس پر زریق نے خلیفہ کے خلاف بغاوت کر دی اور اس نے موصل اور آذربائیجان کے درمیان تمام پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے موصل پر حملہ کر دیا اور موصل کے گورنر ابن انس کو قتل کر کے موصل پر قبضہ کر لیا۔

خلیفہ مامون نے 212 ہجری میں محمد بن جمیر طوسی کو موصل کا گورنر مقرر کر کے زریق اور بابک سے مقابلہ کا حکم دیا محمد طوسی نے ایک معرکہ کے بعد زریق سے موصل واپس لے لیا موصل کی مہم آگے بڑھ رہی تھی وہ علاقے فتح کرتا جا رہا تھا۔

218 ہجری میں مامون کے انتقال کے بعد نئے خلیفہ معتصم عباسی نے ابوسعید محمد بن یوسف کو بابک کی گوشمالی کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا اور سعید نے ان قلعوں کو دوبارہ تعمیر کرایا جو بابک نے تباہ کر دیئے تھے۔ ان قلعوں میں ابوسعید نے سپاہ، غلہ اور دوسرا سامان جمع کر لیا۔ بابک کو لگاتار کامیابی سے اتنی جرأت پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے اپنے ایک دستے کو ان قلعوں پر شب خون مارنے کا حکم دیا لیکن اس دستے کو اسلامی سپاہ نے تہ تیغ کر دیا۔ یہ

بابک کی پہلی شکست تھی۔ پھر خلیفہ معتصم نے افشیں حیدر کو بابک کے مقابلے میں بھیجا۔ افشیں نے ایک بھرپور حملہ کی تیاریاں شروع کردیں اسی دوران خلیفہ نے بغا کبیر کو افشیں کی مدد کے لئے کمک دے کر بھیجا۔ بابک نے بڑی چابک دستی سے اسلامی لشکر پر حملہ کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا۔ ساتھ ہی اس نے اسلامی لشکر کی رسد کا راستہ بھی بند کردیا اس معرکہ میں اسلامی لشکر کو شکست ہوئی بہت سے سپاہی قتل ہوئے، بہت سے قید ہوئے۔ بابک نے بے بہا مال واسباب لوٹ لیا۔ اس شکست کا علم جب خلیفہ معتصم کو ہوا تو اس نے افشیں کی مدد کے لئے جعفر خیاط کی سرکردگی میں ایک لشکر کثیر روانہ کیا، بابک حالات کے تحت قلعہ بذ میں چلا گیا۔ کافی عرصہ تک سست جنگ ہوتی رہی یہ معرکہ کافی عرصہ تک جاری رہا بابک قلعہ بند رہا۔ اس کے لشکری قلعے سے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کرتے رہتے کوئی صورت حال واضح نہ تھی۔

آخر جعفر خیاط نے بہترین سورماؤں کو لے کر نصب شب کے قریب قلعہ پر حملہ کردیا اور اسلامی فوجوں نے بذ کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ قلعہ بابک کا ہیڈ کوارٹر تھا بابک نے حالات بدلے دیکھے تو اپنی ماں کو لے کر آرمینیا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ آخر پکڑا گیا اسے گرفتار کر کے جنرل افشیں حیدر سامرہ میں لایا۔ سامرہ میں افشیں کا استقبال خلیفہ معتصم باللہ کے بیٹے واثق باللہ نے اراکین سلطنت کے ساتھ کیا۔ سامرہ کے قریب قصر مطیرہ میں افشیں کو ٹھہرایا گیا۔ افشیں نے بابک کو محل کے ایک کمرے میں زنجیروں سے جکڑ کر ڈال دیا۔ بابک کی قسمت کا فیصلہ خلیفہ معتصم باللہ نے کرنا تھا۔ صفر المظفر 223ھ کو خلیفہ معتصم باللہ محل مطیرہ آیا اسے اس کمرے میں لے جایا گیا جہاں اسلام اور انسانوں کا دشمن بابک قید تھا۔ خلیفہ نے بابک پر ایک نظر ڈالی اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ بابک اب زمین پر پڑا تھا۔ اگلے روز خلیفہ کے حکم سے اسے زنجیروں میں جکڑ کر ہاتھی پر سوار کر کے خلیفہ کے دربار میں لے جایا گیا جہاں لوگ حفظ مراتب بابک کے انجام کو دیکھنے کے لیے بیٹھے ہوئے

تھے۔ خلیفہ کے حکم سے بابک کا ایک ہاتھ کاٹا گیا خون کا ایک فوارہ نکلا بابک نے خون سے اپنا چہرہ رنگ لیا کسی نے پوچھا چہرہ پر خون لگانے کی کیا وجہ ہے بابک نے بلا تامل کہا کہ ایسا نہ ہو کہ خون نکلنے سے چہرہ پیلا پڑ جائے اور لوگ سمجھنے لگیں کہ بابک موت سے ڈر گیا۔ اس کے بعد اس کے دوسرے اعضاء کاٹے گئے اور اس طرح وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا لیکن اس سزا کے دوران اس کے چہرے سے کوئی بے چینی یا پریشانی ظاہر نہ ہوئی۔ بابک کا یہ فتنہ بیس سال تک رہا اس دوران بابک کی فوج کے ہاتھوں دو لاکھ پچیس ہزار پانچ سو مسلمان شہید ہوئے۔ سات ہزار چھ سو مسلمان عورتیں اور بچے بابک کی قید سے رہا کرائے گئے۔

14

یحییٰ بن فارس ساباطی

ملک مصر میں تنیس کا قصبہ ایک حاذق طبیب کی وجہ سے بہت مشہور تھا لوگ دور دور سے اپنے بیماروں کو لیکر مطب میں آتے باری پر وہ بیماروں کو ملتا۔ ان کے مرض کی تشخیص کرتا ساتھ ہی اس کا ملازم بیماروں کو دوا دیتا رات گئے تک وہ بیماروں کا ملاحظہ کرتا رات کو مطب بند کر دیتا۔ وہ مختلف بیماریوں پر غور کرتا پرانے حکیموں کے آزمودہ نسخوں سے آگے وہ نئی دواؤں کی ایجاد پر غور کرتا۔ وہ بیماریوں کی وجوہات پر بھی غور کرتا وہ جمعہ کے روز اپنا مطب بند رکھتا۔ جڑی بوٹیوں اور دوسری اشیاء پر تجربے کرتا رہتا تھا اس کے تجربات کی روشنی میں اس نے مصنوعی برص اور جذام کی بیماریوں کا نسخہ دریافت کر لیا تھا۔ وہ کسی بھی شخص کو برص اور جذام میں مبتلا کر سکتا تھا اور پھر اس مصنوعی بیماری کا علاج بھی اس کے پاس تھا۔

اس حکیم کا نام یحییٰ بن فارس ساباطی تھا۔ اس کی شہرت پورے مصر میں پھیل چکی تھی۔ مریضوں کی کثرت اور دولت کی ریل پیل نے اسے مزید ترقی کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے سمندر کے کنارے ایک محل بھی تعمیر کر لیا۔ لوگوں کو اس سے ملاقات کے لئے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا۔ بلکہ بعض اوقات تو مریض کی اگلے روز باری آتی۔ مریضوں کے بیٹھنے انتظار کرنے اور رات گزارنے کا اس نے خاطر خواہ انتظام کیا ہوا تھا اس کی وجہ سے تنیس قصبہ کے رہنے والوں کی قسمت بھی جاگ اٹھی تھی پردیسی لوگوں کی آمد سے دوکانداروں کا خوب

کام چکا۔ کچے مکانات کی جگہ پختہ مکانات بننے لگے۔ خوردنی اشیاء کی تجارت بڑھی عوام حکیم یحییٰ کے عقیدت مند بن چکے تھے۔ عزت اور عقیدت میں اضافہ دیکھ کر وہ ترقی کے مختلف منصوبے بنانے لگا وہ مصنوعی برص، جذام اور عام بیماریوں کے علاج کا ماہر ہو چکا تھا۔

یہ خلیفہ معتز باللہ عباسی کا دور حکومت تھا۔ جو نہایت کمزور حکمران تھا 19 برس کی عمر میں 252 ہجری میں وہ مستعین باللہ کی ترک سرداروں کے ذریعے سبکدوشی کے بعد تخت نشین ہوا۔ ترک سرداروں نے معتز باللہ سے حکمران بننے کا معاوضہ کا مطالبہ کیا خزانہ خالی تھا اس نے معذرت کر لی اس پر ترک سردار بگڑ گئے انہوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بغا (خلیفہ کی کونسل کے رکن) کو بھی ساتھ ملا لیا۔ یہ مسلح ہو کر قصر خلافت میں داخل ہوئے۔ معتز باللہ جان بچانے کے لئے حرم سرا چلا گیا لیکن وہ اندر داخل ہوئے اسکی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے دربار میں لے آئے۔ اسے سخت زدوکوب کیا پھر اسے پکڑ کر بغداد سے سامرہ لے گئے جہاں محمد بن واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید موجود تھا معتز باللہ نے حکومت اسکے حوالہ کر دی۔ 8 شعبان 255 ہجری سے تشنگی کے باعث اس کا انتقال ہو گیا۔ اس پر آشوب اور کمزور حکمرانوں کے دور میں یحییٰ بن فارس بھی اقتدار کا خواہش مند تھا۔ لیکن وہ تو صرف حکیم حاذق تھا۔ بیماریوں کا علاج کرنے والا جبکہ اقتدار کے لئے سیاسی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سوچتا رہا قرآن اور احادیث کے علوم پر اسکی نظر تھی۔ اسکا ایمان تھا کہ جب دنیا کے حالات بہت خراب ہو جائیں گے تو حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے۔ معتز باللہ اور المہتدی باللہ کے دونوں ادوار میں عالم اسلام کے حالات بہت سنگین تھے مرکزی حکومت کی گرفت محلاتی سازشوں اور امراء کی ریشہ دوانیوں سے کمزور پڑ چکی تھی۔ عمال حکومت مال بنانے میں مصروف تھے ان حالات میں یحییٰ بن فارس نے دعویٰ کر دیا کہ وہ ہی مسیح علیہ السلام ہے جس نے قرب قیامت اس زمین پر دوبارہ اترنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ترمذی، مسند احمد، بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مستدرک میں تفصیل درج ہے۔ ان احادیث کا خلاصہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق کے مشرق حصہ میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ موتی کی طرح قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ وہ صلیب کو پاش پاش کر دیں گے۔ وہ اسرائیلی دجال کے خلاف جنگ کریں گے دجال کو تل ابیب کے قریب لُد ایئربیس کے قریب قتل کریں گے۔ تمام روئے زمین پر اسلام کے علاوہ تمام مذہب (عیسائیت، یہودیت، زرتشی، بدھ مت) ختم ہو جائیں گے۔ یورپ اور تمام ممالک میں بسنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اسلام قبول کرلیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔ تمام روئے زمین پر حضرت عیسیٰ بن مریم کی حکومت ہوگی۔

یہودی اور عیسائی مسیح موعود کی آمد کے منتظر ہیں ایک مسیح دجال (فریبی) یہودیوں میں ہوگا ان کی آمد کی خوشخبریوں سے یہودیوں کا لٹریچر اور تلمود بھرے پڑے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ایک زبردست سیاسی و جنگی رہنما ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ انہیں واپس دلائے گا دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کرے گا۔ یہودی اس علاقے کو ارض موعود کہتے ہیں۔ مسیح دجال 70 ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں داخل ہوگا اور دمشق تک قبضہ کرے گا۔ اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصہ میں ایک سفید مینار کے قریب (مسجد اُمیہ) حضرت عیسیٰ بن مریم صبح کے وقت نازل ہوں گے اور نماز فجر کی امامت امام مہدی فرمائیں گے اور مسلمانوں کے لشکر کو دجال

مسیح کے مقابلہ پر لائیں گے۔ ان کے حملہ سے وہ پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے اسرائیل کی طرف پلٹے گا۔ مسلمانوں کا لشکر اسکا تعاقب کرے گا آخر کار لُد کے ہوائی اڈے کے قریب دجال مسلمانوں سے مارا جائے گا۔ اس کے بعد یہودی چن چن کر قتل کیے جائیں گے اور ملت یہود کا خاتمہ ہو جائیگا۔ عیسایت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اظہار حقیقت کے بعد ختم ہو جائے گی اور تمام ملتیں ملت مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی۔ (تفہیم القرآن)

یحییٰ بن فارس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تو کر دیا لوگوں نے اس سے معجزات طلب کیے جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ قرآن پاک کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کا پرندہ بناتے اس میں پھونک مارتے وہ پرندہ زندہ ہو کر اڑنے لگتا۔ اور وہ اندھے کو بینا کر دیتے، مردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ اس نے زبانی طور پر لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ مطمئن نہ ہوئے پھر بھی وہ بضد تھا کہ وہ مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ جذام کے مریض کو تندرست کر سکتا ہے۔ برص کا مرض دور کر سکتا ہے اور پانی پر چل سکتا ہے۔ زبانی دعووں سے متاثر ہو کر بہت سے سادہ لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ اس کے زیر علاج مریض بھی اس کے دعووں کو سچا سمجھتے تھے کیونکہ ان میں سے بہت مریض اس کے علاج سے شفا یاب ہو گئے تھے۔

ایک زیر علاج مریض شفایاب ہو کر تو چلا گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا وہ دور دراز علاقے کا رہنے والا تھا کچھ عرصہ کے بعد اسکے رشتہ دار اسے ملے اور اسکی وفات سے اسے مطلع کیا انہوں نے کہا کہ آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو لیکن مسیح کی طرح کسی مردہ کو زندہ کر کے دکھاؤ تو ہم پھر آپ کی حیثیت تسلیم کریں گے۔ حکیم یحییٰ نے کہا کہ اگلی جمعرات کو اس مردہ کو زندہ کرے گا حکیم کو اس گاؤں میں لیجایا گیا پورا گاؤں مردہ کو زندہ کرنیکا کرشمہ دیکھنے کے لئے اس قبرستان میں جمع ہو گیا جہاں اسکی قبر تھی اس نے لواحقین کو کہا کہ اسکی قبر کھول کر اسکے کفن کا ٹکڑا کاٹ کر لایا جائے۔ یہ دشوار مرحلہ تھا حکیم صاحب کا خیال

تھا کہ کوئی بھی مردہ کی قبر کھودنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اس طرح وہ لواحقین مردہ کو زندہ کرنے کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں گے اس شرط پر غور کیا گیا۔ لواحقین میں سے دو افراد یہ مشکل کام کرنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی مطلوبہ جگہ سے مطلوبہ کفن کا ٹکڑا قینچی سے کاٹ کر گھر میں ٹھہرے ہوئے حکیم یحیٰ کو دیا گیا۔ اسکا وزن کیا گیا پھر اس کے ہم وزن ناریل اور جند بیدستر لیا دونوں کو باریک کر کے سفوف بنایا گیا تینوں سے ایک فتیلہ بنایا۔ اور قبر پر جا کر میت کے سامنے اس کو سلگایا پھر کچھ پڑھنا شروع کیا اس گاؤں اور مضافات سے بھی ہزاروں افراد یہ منظر دیکھ رہے تھے فتیلہ سے دھواں اٹھ کر چاروں طرف پھیلنے لگا لوگوں کو یہ محسوس ہوا کہ مردہ کفن ہٹا کر قبر میں سے کھڑا ہو گیا ہے۔ لواحقین جو قبر کے بالکل قریب تھے اس نے مردہ سے باتیں کیں سوال کئے جسکا مردہ نے جواب صاف صاف دیا۔ پھر وہ قبر میں لیٹ گیا اور اپنی پرانی حالت یعنی مردہ کی حالت میں آ گیا یہ منظر بڑا حیران کن اور معجزہ سے کم نہ تھا۔ ہزاروں حاضرین نے یحیٰ ساباطی کو مسیح موعود تسلیم کر لیا۔ پورے مصر میں اسکی شہرت ہو گئی لوگ مردوں کو دفنانے کی بجائے میتوں کو چارپائی پر ڈال کر اسکے صومعہ میں لاتے لیکن وہ مختلف حیلوں بہانوں سے ان کی فرمائش رد کر دیتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں صرف تین مردوں کو زندہ کیا ایک بار میت کو قبرستان کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔ آپ راستے میں مل گئے میت کی چارپائی (تابوت) کو زمین پر رکھوایا۔ اور میت کے قریب جا کر کہا قم باذن اللہ مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپ اس سے ہم کلام ہوئے اور اسے نئی زندگی کی خوشخبری دی لیکن وہ نئی زندگی کا انکار کر کے پھر لیٹ کر مردہ حالت میں آ گیا۔ اسے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ایک بار آپ قبرستان میں تشریف لے گئے جہاں لوگ میت کو دفنا رہے تھے۔ آپ نے مردہ کو اٹھنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گیا آپ سے اس سے گفتگو کی سب حیران ہوئے پھر کفن اتار کر اسے عام لباس پہنایا گیا۔ وہ زندہ ہو کر اپنے گھر آیا اور کئی سال زندہ رہا۔ اس طرح ایک تیسرے مردہ نے بھی زندہ ہو کر گھر

آنے سے انکار کیا اور لیٹ گیا اور مردہ ہو کر دفن ہوا۔ حضرت محمد ﷺ کی امت میں چار افراد ہر وقت ایسے موجود ہوتے ہیں جنہیں مردہ زندہ کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے لیکن وہ اس اختیار کو استعمال کرنے سے گریزاں رہتے ہیں۔

یحییٰ ساباطی برص کے مریض کو شفایاب کرنیکا بھی دعویدار تھا اس بارے میں علامہ عبدالرحمٰن ابوبکر دمشقی نے اپنی کتاب ''المختار وکشف الاسرار'' میں تحریر کیا ہے کہ یحییٰ ساباطی پودینہ، ہڑتال ورقی اور تخم کرفس کو ہم وزن لے کر سفوف بناتا۔ پھر وہ اس سفوف کو نر گوبر میں رکھ کر زمین میں گاڑ دیتا۔ جب اس میں سفید کیڑے پیدا ہو جاتے تو ان کیڑوں کو کسی شیشی میں ڈال کر روغن بنالیتا تھا۔ روغن اپنے خاص ملازموں کو دیکر حمام میں بھیجتا جو بے خبری میں کسی امیر زادے کے جسم پر لگا دیتے۔ روغن کے اثر کی وجہ سے شکار شخص کے بدن پر برص کے داغ ظاہر ہو جاتے۔ یہ امیر شخص حکیم یحییٰ کے مطب میں آتا تو اسکا علاج ایک خاص دوا سے کرتا۔ یہ خاص دوا شطرنج بندی کے سفوف کو سرکہ میں شامل کر کے مریض کے داغوں پر لگاتا۔ داغ فوراً صاف ہو جاتے لوگ ساباطی کو مسیح موعود سمجھنے لگے تھے۔

حکیم ساباطی نے مصنوعی جذام پیدا کرنے کا نسخہ بھی دریافت کیا ہوا تھا وہ جنگلی تلسی کباب چینی برگ بیلا ڈونا (لچھا کچھی) اور برگ عظلم کو ہم وزن کر کے پانی میں جوش دیتا۔ چوتھا پانی جلنے پر پانی کو وہ محفوظ کر لیتا اور اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے یہ پانی وضو خانہ میں لیجاتا۔ اس پانی سے وضو کرانیوالوں کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں پر جذام کے آثار دکھائی دیتے۔ پورے علاقے میں ان کی بیماری کی خبروں سے لوگ پریشان ہو کر یحییٰ کے پاس آتے۔ لیکن وہ معذرت کرتا لوگ مایوس کے عالم میں اپنے مریضوں کو واپس لے جانے لگتے تو خفیہ طریقے سے انہیں کہا جاتا کہ آپ حکیم کو ان کے منصب کے مطابق التجا کریں۔ چنانچہ جب یہ لوگ اس کو مسیح زمان، مسیح موعود اور نبی اللہ کہہ کر شفایابی کی درخواست کرتے تو یحییٰ گرم پانی سے ان کو غسل کرانے کا حکم دیتا۔ خود بھی گرم پانی ان کی انگلیوں میں

ڈالا گرم پانی سے دوا دھل جاتی اور مریض کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ صاف ہو جاتے۔ لوگ یہ سمجھتے کہ حضرت مسیح موعود کی توجہ اور برکت سے وہ جذام جیسے موذی مرض سے شفایاب ہوئے۔

یحییٰ نے کئی بار لوگوں کو سمندر میں پانی پر چل کر دکھایا لیکن اسکی وضاحت جو علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر دمشقی نے اپنی کتاب "المختار و کشف الاسرار" میں کی ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ بہر حال ہزاروں لوگوں نے اس کو مسیح موعود تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے پاس دولت بھی جمع ہو گئی تھی لیکن مسیح موعود کے بارے میں احادیث کی کتب جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے وہ پیش نہ آئے نہ تو سابا طی نے کسی لشکر کی قیادت کی نہ ہی عیسائیت ختم ہوئی اور نہ ہی یہودیت ختم ہوئی اور نہ ہی کسی دجال سے اسکا مقابلہ ہوا۔ ہر عروج کو زوال ہے حکیم یحییٰ ایک کامیاب حکیم حاذق ضرور تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ لوگ اس کو فریبی اور دھوکہ باز سمجھنے لگے۔ اسکے مرنے کے بعد اسکے دعوے اس کے ساتھ دفن ہو گئے۔

15

علی بن محمد خارجی و بہبود زنگی

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ منصب خلافت پر متمکن ہوئے۔ لیکن اس شہادت کے واقعہ پر قاتلوں سے بدلہ لینے کے معاملہ پر ملت اسلامیہ دو حصوں میں بٹ گئی اور فساد فی الارض کا دور شروع ہو گیا مسلمانوں میں دو جنگیں جمل و صفین بھی ہوئیں جس میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں خیر التابعین حضرت اویس قرنی بھی شامل ہیں۔ جنگ صفین کئی روز تک جاری رہی آخر لڑائی کے خاتمہ کے لئے شامی فوج کی طرف سے نیزوں پر قرآن پاک بلند کئے گئے۔ لڑائی رک گئی فریقین میں مذاکرات ہوئے آپس میں فیصلہ ہوا کہ معاملہ دو حکموں کے سپرد کر دیا جائے جو قرآن پاک کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حکم مقرر ہوئے اس بارے میں تحریری معاہدہ بھی ہوا کہ اگلے سال اسی مقام پر حکم اکٹھے ہوں گے اور اُمت کے اتحاد کے بارے میں فیصلہ کریں گے جس کے فریقین پابند ہوں گے۔ یہ واقعہ 37 ہجری کا ہے۔

حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنے والی فوج کی اکثریت نے اس تجویز اور معاہدہ کو قبول کر لیا لیکن ایک گروہ نے شدید مخالفت کی۔ اس گروہ میں اکثریت بنو تمیم قبیلہ کی تھی انہوں نے با آواز بلند احتجاج کیا اور نعرہ لگایا ''لاحکم الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں)'' وہ

حضرت علیؓ کی فوج سے علیحدہ ہو گئے اور کوفہ کے نزدیک ایک گاؤں خروا میں جمع ہو کر ایک اجلاس کیا۔ اس اجلاس میں عبداللہ بن وہیب الراسی کو اپنا امیر منتخب کر لیا حضرت علیؓ کی فوج سے نکلنے والے یہ لوگ خارجی کہلائے۔

اس گروہ کی تعداد میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا وہ برملا حضرت علیؓ پر تنقید کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی خلافت کے بھی منکر ہو گئے۔ انہوں نے نظریات میں شدت کا راستہ اختیار کیا ان کے نزدیک ہر وہ شخص کافر ہے جو ان کے گروہ میں شامل نہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر کسی مسلمان سے گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے وہ مرتد ہو جاتا ہے وہ دوبارہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا ایسے مرتد شخص کو بیوی بچوں سمیت قتل کر دینا چاہیے۔ وہ سرداروں کے نام پر کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے ازارقہ، اباضیہ اور صفریہ ان کے مشہور فرقے تھے ان سب میں خطرناک شدید اور غیر مصالحانہ فرقہ ازارقہ تھا جس کا بانی نافع بن ازرق تھا۔

رَے کے علاقے میں اس فرقے ازارقہ سے تعلق رکھنے والے کافی تعداد میں لوگ آباد تھے رَے کے مضافات میں وردیفین ایک گاؤں تھا اس گاؤں کے قبیلہ عبدالقیس میں محمد بن عبدالرحیم خارجی ازارقی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے بچے کا نام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے علی رکھا۔ علی بن محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے ایک مدرسہ سے حاصل کی۔ پھر وہ مزید تعلیم کے لئے رَے چلا گیا معارف اسلامیہ کے مطابق خارجی اعلیٰ حلقوں میں برابر علمی ذوق پایا جاتا تھا۔ علی بن محمد خارجی کی طبیعت بھی شاعری کی طرف مائل تھی اس نے شعر کہنا شروع کر دئے۔ رَے میں اسکی شہرت کی بنیاد اسکی شاعری بنی۔ شاعر داد تحسین کے طلبگار ہوتے ہیں، اپنی خوشامد اور تعریف ان کی کمزوری ہوتی ہے رَے اس کے لئے چھوٹا شہر تھا وہ بغداد آ گیا بغداد میں آ کر اس نے ایک دو محفلوں میں اپنا کلام سنایا تو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ ایک محفل میں خلیفہ کے دربار سے تعلق رکھنے والے ایک امیر نے اسکا کلام سنا تو اس نے علی بن محمد خارجی سے ملاقات کی۔ تعارف کے بعد اس نے

اپنے ہاں ملازمت کی پیش کش کردی وہ اس خلیفہ وقت کے درباری کے پاس چلا گیا اس نے اس درباری کی جودوسخا پر قصیدہ لکھا جو بڑا پسند کیا گیا۔ اس درباری کے ذریعے اس کی آمدورفت خلیفہ کے درباریوں کی محفلوں میں شروع ہوگئی۔ علی بن محمد خارجی امراء کے خاص طبقے کا پسندیدہ قصیدہ گوشاعر بن چکا تھا۔

وہ جب کبھی امراء کی محفلوں میں قصیدے پڑھنے جاتا تو وہاں ایوان خلافت، عوام ورعایا لوگوں کے مسائل غلاموں اور مشیروں کی تسخیر جنگی معاملات اور افواج پر بات ہوتی۔ وہ ایک طرف بیٹھا سنتا رہتا اللہ تعالیٰ نے اسے منصوبہ ساز دماغ عطا کیا ہوا تھا وہ جھوٹے قصیدے پڑھتے پڑھتے تنگ آچکا تھا اب وہ اس سے آگے سوچ رہا تھا وہ حکمران بننا چاہتا تھا۔ لیکن وہ تو ایک معمولی کسان کا بیٹا تھا امراء کے انعام اور وظائف پر اسکا گزر بسر تھا اسکا دماغ سوچتا رہا لیکن بغداد تو دارالخلافہ تھا اور معمولی یورش کی سزا بھی پھانسی اور گردن زنی تھی اسے بغداد چھوڑ دینا چاہیے پھر اُسے کہاں جانا چاہیے؟ نئے شہر میں تو معاشی مسائل پیدا ہوں گے اس نے بحرین کا انتخاب کیا جہاں کے رہنے والے اہل بغداد کے مقابلے میں بالکل جاہل تھے۔

249 ہجری میں علی بن محمد خارجی بغداد سے بحرین چلا آیا پہلے وہ خارجی عقائد پر لوگوں سے بحث کرتا وہ الفاظوں کے استعمال کو جانتا تھا وہ ہر صورت میں اقتدار حاصل کرنا چاہتا تھا اس نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث کے حالات پڑھے تھے قرآن وحدیث کا عالم تو نہ تھا لیکن وہ اس علم سے شناسا تھا اس کی گفتگو میں جادو تھا لوگ اس کی رہائش کے باہر شام کو جمع ہوجاتے اس کا کلام سنتے اسکی سحر انگیز علمی گفتگو سے لطف اندوز ہوتے اور رات گئے واپس اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ بحرین میں زنگیوں کی اکثریت تھی زنگی ہی اس کا ہدف تھے وہ زنگیوں کو اپنے اقتدار کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

ایک شام علی بن محمد خارجی مقام نبوت وحی اور الہام کے بارے میں جم غفیر کے

سامنے بیان کر رہا تھا کہ اس نے یہ اعلان کر کے لوگوں کو حیران کر دیا کہ نبوت کا سلسلہ رک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دنیا کی ہر آبادی میں نبی بھیجے لیکن بحرین کی سرزمین نور نبوت سے محروم رہی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اب اس سرزمین پر برس رہی ہے اس پر بسنے والے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے فرائض سونپے ہیں۔ لیکن نبی کسی دیگر کتاب سے مستفید نہیں ہوسکتا دوسری کتابوں سے مستفید ہونیوالا نبی نہیں ہوسکتا لوگوں نے سوال کیا کہ پھر آپ کس طرح ہماری رہنمائی کریں گے کیونکہ قرآن ہر وقت کے لئے رہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ اُس وقت کے حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ایمان، عبادات اور معاملات کے اصول بیان فرمائے ہیں۔

علی بن محمد خارجی نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا تو مجھے بھی نئی کتاب سے نوازا مجھ پر بھی کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اس نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا کچھ لوگ اعتراض کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے جبکہ بعض لوگ اس پر ایمان لے آئے اور اسکی بیعت بھی کی اس نے ایک کتاب بنا رکھی تھی جسے وہ صحیفہ آسمانی کہتا تھا اس میں بھی قرآن پاک کی طرح آیات تحریر کی گئی تھیں اس کتاب میں حم، کہف کے نام سے بھی سورتیں تھیں اس کتاب کو وہ چھپا کر رکھتا تھا۔ اس کے دعویٰ نبوت کے بعد اسکے رویہ میں تبدیلی آگئی تھی اب وہ زیادہ وقت عوام سے دور رہتا۔ وقت مقررہ کے بعد وہ گھر کے باہر اسکی زیارت کے متمنی عوام میں آتا اپنا خود ساختہ کلام پڑھتا اسکی تشریح کرتا ایک لیکچر دیتا پھر سوالات کے جواب دیتا اور اندر چلا جاتا۔ اپنے عقیدت مندوں کی اس نے فوج بھی بنا ڈالی۔ ساحل سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے اس نے بحری فوج بھی بنائی جس کا سربراہ بہبود زنگی بنا۔ علی بن محمد خارجی کی طرح ابتدا میں اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا لیکن وہ اپنے آپ کو نائب نبی کہتا تھا۔ بعض مورخین نے علی بن محمد خارجی کی جگہ بہبود زنگی کو نبوت کا دعویدار بیان کیا ہے، بہبود زنگی علی بن محمد خارجی کا امیر البحر تھا۔ اس نے بہبود زنگی کے ساتھ

مل کر اپنے پیروکاروں کی ایک فوج تیار کی۔ اس کا شکار زیادہ تر وہ حبشی (زنگی) تھے جو مختلف امیروں کے غلام تھے وہ ان غلاموں سے بہت اچھا سلوک کرتا ان کو اونچی جگہ بٹھاتا اور خود زمین پر بیٹھتا۔ وہ ان غلاموں کی مدد بھی کرتا رہتا تھا ہزاروں حبشی غلام (زنگی) اسکے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے۔

وہ پانچ سال بحرین رہا اسکے پیروکاروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اس نے بھرے مجمع میں ایک روز یہ اعلان کر کے سب کو حیران کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ میں بصرہ جاؤں اور وہاں کے لوگوں کو نجات کا راستہ دکھاؤں۔ کچھ لوگ رو پڑے کہ آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں یا ہمیں بھی ساتھ لے چلیں بحرین کے بعض سردار بھی اس پر ایمان لے آئے تھے علی بن محمد خارجی نے ایک فوج تشکیل دی تھی جس میں مختلف افسران مقرر ہوئے۔ بہر حال طے ہوا کہ پہلے ایک گروپ اس کے ساتھ جائیگا۔ پھر اللہ کا حکم ملتے ہی دوسرے بھی باری باری بصرہ پہنچ جائیں گے۔ 254 ہجری میں وہ بصرہ پہنچا۔ ایک با اثر شخص جسیمہ کے مکان پر ٹھہرا ان دنوں بصرہ کا گورنر علی بن محمد رجاء تھا اسکے فاسد خیالات کی اسکو خبر مل چکی تھی۔ پولیس کے ایک دستہ نے اس کے مکان پر چھاپہ مارا علی بن محمد خارجی تو گرفتاری سے بچ نکلا البتہ اسکی بیوی اور چند پیروکار گرفتار ہو گئے۔ علی بن محمد خارجی بصرہ سے بھاگ کر بغداد جا پہنچا۔

بغداد میں وہ ایک سال مقیم رہا یہاں بھی اس کی ساحرانہ گفتگو سن کر بہت سے ایمان گنوا بیٹھے اور اسکی نبوت پر ایمان لے آئے اس دوران بصرہ کے حالات بہت خراب ہو گئے بلالیہ اور سعیدیہ قبائل کی لڑائی تیز ہو گئی تھی آخر دونوں قبائل میں صلح ہو گئی ان کے روسا نے مل کر بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ بصرہ کے قید خانہ پر حملہ کر کے تمام قیدی رہا کرائے گئے یہ حالات علی بن محمد خارجی کی خانہ ساز نبوت اور اس کے لئے نہایت سازگار تھے۔ وہ رمضان 255 ہجری میں بغداد سے بصرہ آ گیا اس نے قصر قرشی میں قیام کیا بصرہ میں ہزاروں حبشی

لوگوں کے غلام تھے اس نے آتے ہی اعلان کر دیا جو جو حبشی غلام اسکی پناہ میں آجائیں گے وہ آزاد ہوں گے۔ اسکے پیروکار بصرہ اور اسکے مضافات میں پھیل گئے اور حبشی غلاموں کو ترغیب دینے لگے۔ غلام غلامی سے تنگ آچکے تھے۔ بھاگ کر علی بن محمد خارجی کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے وہ حالات سے فائدہ اٹھانے کا ماہر تھا اس نے اپنے محلہ میں خیمے نصب کروائے جہاں ان غلاموں کو رکھا جاتا تھا۔ ان کو تینوں وقت کا کھانا اور جیب خرچ بھی ملنے لگا ایک روز اس نے سب کو جمع کیا اور ایک پرُ جوش تقریر کی وہ ان کو بیوقوف بنا رہا تھا جیسے پاکستان میں ایک سیاستدان نے ووٹ لینے کے لئے مزارعوں، کرایہ داروں، مزدوروں اور کسانوں کو بیوقوف بنایا۔ کسانوں اور کو زمین، مزدوروں کو کارخانوں میں حصہ دینے کے نام پر وہ ان کے دلوں پر برسر اقتدار رہا لیکن نہ ہی لوگوں کو زمین ملی نہ جاگیریں ختم ہوئیں اور نہ ہی مزدوروں کو کارخانوں میں حصہ ملا۔ انسانی نفسیات کا علی بن محمد خارجی نبض شناس تھا اس نے تقریر میں اقتدار میں حصہ دینے، حسن سلوک اور احسان و اچھا سلوک کرنے کا غلاموں کو یقین دلا دیا۔ پھر ایک ریشمی کپڑے پر قرآن کی یہ آیت لکھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنین کی جانیں خرید لیں اسکا جھنڈا بنایا جو ایک بلند مقام پر نصب کرا دیا گیا بصرہ کے لوگ پریشان ہو گئے ان کا خاندان اور کاروباری نظام غلاموں کے چلے جانے سے تباہ ہو گیا۔ ان میں سے بیشتر افراد علی بن محمد خارجی کے پاس سے غلاموں کو لینے بھی آئے لیکن اس نے غلاموں کو اشارہ کیا کہ اپنے آقاؤں کو سبق سکھائیں۔ چنانچہ کئی روسا کی پٹائی ان کے غلاموں نے سب کے سامنے کی۔ یہ بہت بڑی بغاوت تھی یہ غلام نسلوں سے غلامی کے طوق میں جکڑے ہوئے تھے۔ علی بن محمد خارجی نے اپنے مقاصد کی خاطر ان کو غلامی سے نجات دلا کر اپنی فوج میں شامل کر لیا اس نے بصرہ پر قبضہ کر کے تمام حبشی غلاموں کو ان کے آقاؤں کی قید سے آزاد کرایا۔

علی بن محمد خارجی کی حکمت عملی جوشیلی تقریروں اور ابتدائی کامیابی کا خاطر خواہ اثر

ہوا دور دراز سے زنگی غلام بھاگ کر اس کے پرچم تلے جمع ہو گئے اب اس کے پاس اتنی جمعیت ہو گئی جو کسی بھی فوج کو شکست دینے کی اہلیت رکھتی تھی اس نے فوج کی تقسیم کی ان کے گروپ بنائے ان کے مختلف نام رکھے ان پر مختلف کمانڈر مقرر کیے ان کی ابتدائی تربیت کے انتظامات کیے اور آگے بڑھا۔ دجلہ، ربلہ اور قادسیہ کے علاقوں کو تباہ کر دیا اہل بصرہ نے چار بار اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست ان کا مقدر بن گئی۔ عباسی خلیفہ نے اسکا فتنہ ختم کرنے کے لئے اپنے ایک کمانڈر رجعلان کو فوج دے کر بھیجا۔ چھ ماہ تک لڑائی ہوتی رہی لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا زنگیوں نے اس کے لشکر کو خوب لوٹا۔

علی بن محمد خارجی کی جھوٹی نبوت کامیابی سے ہمکنار تھی اس نے بحری فوج بھی تیار کر لی تھی جس کا امیر البحر بہبود زنگی (حبشی غلام) تھا۔ ایلہ پر حملہ کیا گیا اہل ایلہ مقابلہ نہ کر سکے اس نے ایلہ شہر کو آگ لگا دی پھر وہ اہواز کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا اسکے عامل ابراہیم بن مربر کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ المعتمد باللہ نے 257 ہجری میں سعید بن صالح کو فوج دے کر علی بن محمد خارجی کے مقابلہ پر بھیجا لیکن اسے بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا پھر ایک تجربہ کار کمانڈر جعفر بن منصور خیاط کو بھیجا سمندر میں لڑائی ہوئی جس میں جعفر کو شکست ہوئی علی بن محمد خارجی نے بصرہ پر پھر حملہ کر دیا اور اسے پانچویں بار تباہ برباد کیا۔ اس بار اسکی فوجوں کی کمان علی بن زیان کر رہا تھا لوگوں نے اس سے امان طلب کی اس نے تمام لوگوں کو ایک مقام پر اکٹھا کر کے سب کو قتل کر دیا۔ جامع مسجد اور محلات کو آگ لگا دی۔ خلیفہ نے پھر ایک سیاہ سالار مولد کو ایک بڑا لشکر دے کر بھیجا علی بن محمد خارجی نے اپنے ایک کمانڈر یحییٰ بن محمد کو مولد کے مقابلہ پر بھیجا اور اسے شب خون مارنے کا حکم دیا۔ شب خون مارا گیا ساری رات لڑائی ہوتی رہی صبح تک فریقین کا کافی نقصان ہو چکا تھا لیکن لڑائی بند نہ ہوئی شام تک لڑائی جاری رہی جس میں مولد کو شکست ہوئی زنگیوں نے اسلامی لشکر کو خوب لوٹا۔

نو سال تک مسلمان علی بن محمد خارجی کی فوج سے شکست کھاتے رہے آخر شہزادہ ابوالعباس کو دس ہزار فوج کے ساتھ 266 ہجری میں بھیجا گیا بحری فوج نصیر کی قیادت میں مقابلہ کے لیے تیار تھی واسطہ کے قریب لڑائی ہوئی یہ پہلی جنگ تھی جس میں زنگیوں کو شکست ہوئی پھر زنگی شکست کھاتے رہے اسے ہر محاذ پر شکست کا سامنا تھا۔ طیشا (منورہ) کے مقام پر بحری اور بری فوج زنگیوں کو شکست دے کر شہر مختارہ کو ان کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے اسلامی افواج نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ تین سال تک محاصرہ رہا فریقین میں مختلف مقامات پر لڑائی ہوتی رہی جس میں دونوں طرف سے کافی نقصان ہوا آخر تین سال کے بعد 27 محرم 270 ہجری کو مسلمانوں نے مختارہ پر قبضہ کر کے مسلمان قیدیوں کو ظالموں کے قبضہ سے نجات دلائی علی بن محمد خارجی چند افسروں کے ساتھ نہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن مسلمان اس کا پیچھا کرتے رہے وہ پکڑا گیا اسکا سر قلم کر کے نیزے پر چڑھا کر نبوت کے جھوٹے دعویدار اور مسلمانوں کے قاتل سے نجات دلائی۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ مؤلف تاریخ الخلفا کے مطابق ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمان اس کے ہاتھ سے مارے گئے اس نے بصرہ میں صرف ایک دن میں تیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا۔ یہ اپنے ممبر پر کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ حضرت معاویہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ کو سب و شتم کرتا تھا حضرت علیؓ کی نسل سے تعلق رکھنے والی خواتین کو دو دو تین تین درہم میں نیلام کر کے ان کی اہانت کرتا تھا ایک ایک زنگی کے پاس دس دس علوی عورتیں کنیز تھیں۔ مؤرخین کے مطابق اس نے ایک تخت بنوا رکھا تھا جامع مسجد کے صحن میں رکھ کر اس پر بیٹھ جاتا اور پھر اپنے پیروکاروں کو خطبہ دیتا اور آخر میں حضرت علیؓ پر لعنت کرتا۔ اس کا فتنہ رمضان 255 ہجری سے شروع ہوا۔ چودہ سال چار مہینے تک مسلمانوں کے لئے دہشت کا نشان بنا رہا لوٹ مار کی بنیاد پر اس نے بری اور بحری فوج بنائی تھی اسکی تعداد تین لاکھ سے زیادہ تھی یکم صفر 270 ہجری کو اسکے قتل پر یہ فتنہ ختم ہو گیا۔

16

حمدان بن اشعث قرمط

(بانی قرامطی تحریک)

کوفہ کے مضافات میں رہنے والے ایک چرواہے کا بیٹا حمدان بن اشعث بڑا متقی اور پرہیزگار تھا وہ بھیڑ بکریاں، گائے، بھینس اور بیل لے کر گاؤں سے باہر نکل جاتا۔ سارا دن انہیں چراتا اور شام کو بیل پر بیٹھ کر گھر آتا اس لئے اسکا نام قرمط (بیل سوار) مشہور ہوگیا وہ پانچوں وقت کا نمازی تھا ظہر اور عصر کی نمازیں جنگل میں ادا کرتا جانور چراتے وقت باوضو رہتا اور سارے دن وظائف کا ورد کرتا رہتا تھا اس نے تسبیح اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ کھانا کھاتا تھا بھیڑ، بکریاں، گائے اور بھینس کا دودھ اسکے گھر والے دوہتے دودھ کی فروخت ہی اس کے خاندان کا ذریعہ آمدنی تھی۔

ایک روز جب وہ اپنے جانور چرا رہا تھا تو اسے ایک اجنبی ملا جو کسی گاؤں کے متعلق اس سے راستہ پوچھنے لگا حمدان نے اسے راستہ بتایا اور اسے سواری کے لئے بیل پیش کیا اجنبی نے کہا کہ ابھی مجھے اسکا حکم نہیں ملا حمدان حیران ہوا پھر سوال کیا آپ حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے؟ اجنبی نے کہا ہاں میرا ہر کام حکم کے ماتحت ہوتا ہے۔ حمدان نے پھر پوچھا آپ کس کے حکم پر عمل کرتے ہو؟ اجنبی نے کہا کہ تیرے میرے اور دنیا و آخرت کے

مالک کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ حمدان سے نہ رہا گیا اس نے پھر پوچھا آپ وہاں کس غرض سے جا رہے ہو؟ اجنبی نے جواب دیا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ وہاں کے باشندوں کو گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر لاؤں اور انہیں اتنا بخش دوں جس سے وہ امیر ہو جائیں ان کی مفلسی دور ہو۔ انہیں روشنی عطا کر دوں حمدان نے کہا کہ آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے بکری کا دودھ لاتا ہوں لیکن اجنبی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ حمدان اس اجنبی کی باتوں سے بہت متاثر ہوا اس نے اجنبی کا ہاتھ پکڑ کر نہایت ادب سے کہا کہ مجھے بھی ضلالت سے نکالیے اور مجھے بھی اپنے فیضان میں شامل کیجئے۔ اجنبی نے کہا کہ مجھے اسکی اجازت نہیں ہے کہ میں اپنا بھید ہر شخص پر ظاہر کر دوں البتہ میں یہ راز اس شخص پر ظاہر کر سکتا ہوں جس پر مجھے پورا اعتماد ہو پھر ایسے شخص سے میں عہد بھی لیتا ہوں۔ حمدان نے بڑے اضطراب سے پوچھا آپ اپنے عہد کی تشریح تو فرمائیں میں اس عہد کی پابندی کروں گا۔

یہ اجنبی شخص اسماعیلیوں کے باطنی گروہ کا داعی تھا اسماعیلیوں کے نزدیک حضرت امام جعفرؓ صادق کے بعد ان کے بڑے بڑے اسماعیلی ساتویں امام ہوئے وہ حضرت موسیٰ کاظم کو امام نہیں مانتے ان کے نزدیک امام اسماعیل کے بیٹے محمد حضرت امام جعفر صادق کی وفات (148 ہجری) کے تھوڑے دن بعد غائب ہو گئے۔ اجنبی شخص نے اپنے آپ کو امام غائب کا نمائندہ بنا کر حمدان کے سامنے پیش کیا۔ حمدان اسکی باتوں میں آ گیا اجنبی نے کہا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہے کہ تمہیں بھید سے آگاہ کروں حمدان اسے اپنے گھر لے گیا اسکی بڑی خدمت کی کئی روز تک وہ اپنے عقائد کی تشریح کرتا رہا اب حمدان بالکل تبدیل ہو چکا تھا اجنبی تو چلا گیا لیکن حمدان بیل پر سوار ہو کر مضافات میں جاتا اور باطنی عقائد کی تبلیغ کرتا۔ اس کی گفتگو میں اثر پیدا ہو چکا تھا بہت سے لوگوں نے اس کی باتوں کو تسلیم کر کے اسے اپنا رہنما مان لیا تھا اب وہ جانور چرانے کے لئے جنگل نہ لیجاتا اس کے پاس نذرانے آنے شروع ہو گئے۔ اسکی آمدنی بڑھ گئی اس نے جانور چرانے کے لئے خادم رکھ لیا تھا جو

جانور کو چرانے کے لئے جنگل لے جاتا اور پھر شام کو لے آتا کچھ عرصہ کے بعد اس نے مزید خادم رکھ لئے۔ کچے مکان کی جگہ اس نے رقبہ خرید کر پختہ مکان بنالیا تھا ایک حصہ اس نے اپنے پیروکاروں کے لئے وقف کر دیا تھا ایک وقت اس نے تقریر کے لئے مقرر کرلیا تھا لوگ اس وقت کے انتظار میں اسکے احاطہ میں بیٹھے رہتے۔

اس کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا وہ گاؤں سے کوفہ آگیا جلال الدین سیوطی نے 271 ہجری کا سال لکھا۔ مقریزی کے بیان کے مطابق وہ 264 ہجری میں ابن خلدون کے مطابق وہ کوفہ میں 278 ہجری میں آیا۔ وہ سواری کے لئے بیل استعمال کرتا بیل سواری کے عام طور پر استعمال نہیں کیا جاتا لیکن بیل کی سواری اسکی شناخت بن گئی وہ عوام میں قرمط کہلایا۔ اس کی گفتگو اور وعظ سن کر اہل کوفہ میں بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے تھے۔ لوگوں کو اپنا گرویدہ دیکھ کر اس کے عقائد میں تبدیلی آگئی تھی وہ اسماعیلیوں کے بنیادی عقائد سے منحرف ہو چکا تھا تمام اسماعیلی حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں امام غائب کے بارے میں کچھ عرصہ کے بعد اسماعیلیوں کے عقیدے میں تبدیلی آگئی تھی اب انہوں نے یہ عقیدہ ترک کر دیا تھا محمد بن اسماعیل امام غائب مہدی موعود ہو کر واپس آئیں گے اب وہ امام کے تسلسل کے قائل ہو گئے۔ (معارف اسلامیہ) حمدان بن اشعث قرمط نے یہ اعلان کر کے اپنے پیروکاروں کو حیران کر دیا کہ محمد بن حنیفہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ اس نے اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کیا۔ اشھد ان محمد بن حنیفہ رسول اللہ۔ (تاریخ الخلفاء)

پہلے وہ امام مہدی کا نمائندہ بنا، پھر خود امام مہدی ہونے کا اعلان کر دیا اس کے بارے میں وہ کہتا کہ اے احمد بن محمد بن حنیفہ نے بشارت دی ہے کہ تو ہی امام مہدی ہے اس نے اپنے پیروکاروں پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ لوگ پچاس نمازوں سے تنگ آکر اس کے پاس آتے امام قائم پچاس نمازیں تو مشکل سے ادا ہوتی ہیں۔ اس نے

دعوہ کیا کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے گا پھر جس طرح حکم ہوگا بیان کردیا جائے گا۔ کئی روز کے بعد اس نے اپنے پیروکاروں کو ایک تحریر دکھائی اس نے اس تحریر کے بارے میں بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے لے کر اترا ہے اس تحریر میں حمدان کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ تم ہی مسیح ہو، تم ہی عیسیٰ ہو، تم ہی کلمہ ہو، تم ہی مہدی ہو، تم ہی محمد بن حنیفہ ہو اور تم ہی جبرائیل ہو۔

حمدان داعی سے نمائندہ امام غائب بنا پھر خود سے امام مہدی اور اب پیغمبر بن گیا تھا جس پر نہ صرف وحی نازل ہوتی تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی طرح لکھی ہوئی تحریر نازل ہوتی جاہل لوگ اسکے ہر دعویٰ کو تسلیم کرتے رہے پھر وہ سو کر اٹھا باہر اس کے عقیدت مند اسکے انتظار میں بیٹھے تھے وہ روزانہ نئی بات سننا چاہتے تھے اس نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حمدان تم ہی داعی ہو، تم ہی حجت ہو، تم ہی ناقہ، تم ہی دابہ ہو، تم ہی یحییٰ بن زکریا ہو۔ اس نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرما گئے ہیں کہ نماز صرف چار رکعت ہیں دو رکعت فجر سے پہلے اور دو مغرب سے پہلے انہوں نے اذان کا طریقہ یہ بتایا کہ

پہلے چار دفعہ اللہ اکبر، پھر دو مرتبہ اشہد اَن لا الٰہ الا اللہ پھر ایک

اشہد اَن آدم رسول اللہ

اشہد اَن لوطا رسول اللہ

اشہد اَن ابراہیم رسول اللہ

اشہد اَن موسیٰ رسول اللہ

اشہد اَن محمد رسول اللہ

اشہد اَن احمد بن حنیفہ رسول اللہ

اس نے رمضان کے روزے ختم کر کے صرف دو روزوں کا حکم دیا ایک روزہ نو

روز کا اور دوسرا ماہ مہرجان کا۔ شراب کو حلال اور غسل جنابت کو ممنوع قرار دے دیا تمام درندوں اور پنجے سے شکار کرنے والے جانوروں کو حلال بتایا۔ خانہ کعبہ (مکہ) کی بجائے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا مرد عورتوں کو مخلوط نماز کا حکم دیا۔ جمعہ کی بجائے سوموار کو مبارک دن قرار دیا حکم دیا کہ سوموار کو کوئی شخص کوئی کام نہ کرے۔ اس نے اپنے پیروں کو حکم دیا کہ تکبیر تحریمہ کے بعد وہ سورت پڑھیں جو احمد بن محمد بن حنیفہ پر نازل ہوئی تھی۔ وہ سورت یہ تھی (ترجمہ) ''خدا کی حمد و ثنا اس کلمے کے ساتھ ادا کرتا ہوں اسکا نام بلند و برتر ہے وہ جو اپنے دوستوں کو دوستوں سے تقویت دیتا ہے کیونکہ لوگوں کے لیے ہلال (پہلا چاند) سے اوقات مقرر کئے گئے ہیں تاکہ اس سے ظاہر میں سالوں کی تعداد مہینے اور دن معلوم ہوں۔ اور ہلال کا باطن میرے ان دوستوں کے لئے ہے جنہوں نے میرے بندوں کو میری راہ دکھائی۔ اے عقل والو مجھ سے ڈرو میں وہ ہوں جس سے میرے فعل پر کوئی محاسبہ نہ ہوگا میں جاننے والا بردبار ہوں میں وہ ہوں جو اپنے بندوں کو مبتلا کرتا ہوں اور اپنی مخلوق کو آزمائش میں ڈالتا ہوں۔ جو کوئی میری بلا، میری محنت اور میرے اختیار پر صبر کرے گا اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور اپنی نعمت جاوداں عطا کروں گا اور جس نے میرے حکم پر عمل ترک کیا اور میرے رسولوں کو جھٹلایا میں اسے ذلت کے عذاب میں مبتلا رکھوں گا۔ میں نے اپنے امر کو رسولوں کی زبان سے ظاہر فرمادیا ہے میں وہ ہوں کہ جب کوئی سرکش تعلی کرتا ہے تو اسے پست کر دیتا ہوں اور کوئی جابر اور گردن اکڑانے والا ایسا نہیں جسے میں ذلیل نہ کردوں۔ وہ شخص بُرا ہے جو اپنے فعل پر بضدر ہے اور اپنی جہالت پر اڑا رہے اور یہ کہے کہ ہم اس کام پر بضدر ہیں گے ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔ حمدان کا حکم تھا کہ اس سورہ کی تلاوت کرنے کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں۔ سبحان ربی العزۃ عما یصف الظامون۔ پھر سجدہ کریں جس میں یہ تسبیح پڑھیں اللہ اعلےٰ اللہ واعلےٰ اللہ اعظم اللہ اعظم۔

حمدان کے پیرکاروں کی تعداد بڑھنے لگی پھر اس نے اپنے پیروں میں سے بارہ با

ثر اور اسکے سچے جان نثار منتخب کئے جن کے ذمہ مختلف شہروں اور ملکوں میں حمدان کے عقائد کی تبلیغ و ترویج تھی ان کی خصوصی تربیت کی گئی انہیں پیش آنے والے واقعات اور عوام کی تنقید کا مقابلہ کرنے کی اہلیت پیدا کی گئی انہیں نقیب کہا گیا ان سے کہا گیا کہ ان کی حیثیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسی ہے وہ جنت میں حمدان کے ساتھ ہوں گے اور رویت باری تعالیٰ سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے ان نقیبوں کو مناسب انتظامات کے ساتھ مختلف اطراف میں روانہ کر دیا گیا خود وہ کوفہ میں مقیم رہا کوفہ کے گورنر ہیصم کو جب حمدان کے عقائد اور لوگوں کے گمراہ ہونے کی خبر ملی تو حمدان کو گرفتار کر کے اسے قید خانہ میں رکھنے کی بجائے اپنے محل میں لا کر اسکو کوٹھڑی میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا وہ حمدان کی حرکتوں پر سخت غصے میں تھا۔ اس نے اسکے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اسکی ایک رحمدل کنیز کو گورنر ہیصم کے ارادہ کا علم ہوا تو اس نے رات کو ہیصم کے سرہانے کے نیچے سے چابی اٹھا لی اور کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر حمدان کو فرار کر دیا صبح ہیصم اٹھا تو حمدان کوٹھڑی سے غائب تھا۔ چاروں اطراف میں گھوڑ سوار دوڑائے گئے کہ اسے فوراً گرفتار کر کے واپس لایا جائے لیکن وہ کوفہ سے دور نکل چکا تھا حمدان کے غائب ہونے کی خبر نے اس کے پیروؤں کے عقیدہ کو مزید پختہ کر دیا کہ حمدان کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی اسے جان کا ہر وقت خطرہ تھا وہ کسی وقت بھی گرفتار ہو سکتا تھا یا قتل ہو سکتا تھا اس لئے وہ عراق سے نکل کر شام چلا گیا بعض مورخین نے اسکی اور علی بن محمد خارجی کی ملاقات کا ذکر بھی کیا ہے دونوں نے اتحاد مذہب اور عراق و شام فتح کرنے کے لئے مذاکرات بھی کئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا تاریخ اس بارے میں بالکل خاموش ہے البتہ اس کے ملحدانہ عقائد تیز رفتاری سے مختلف علاقوں میں پھیلتے رہے۔ مسلمان کی بجائے قرامطی ہونا لوگوں کی شناخت بن گیا۔

اسی کی تحریک قرامطہ کا اثر تھا کہ 281 ہجری میں بحرین کے مضافات میں یحییٰ

بن مہدی نے حضرت امام مہدی کا نمائندہ ہونیکا دعویٰ کر دیا۔ اس نے ایک فرضی خط پیش کیا جسے وہ امام مہدی کا خط کہتا تھا اس علاقے (قطیف) کے گمراہ لوگوں کا سربراہ ابوسعید حسن بن بہرام خبابی قرمطی اپنی فوج کو لے کر بصرہ کی طرف بڑھا اور اسلامی فوجوں کو شکست دے کر بے شمار مسلمان سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پھر آگ جلا کر ان میں جھونکتا رہا اس نے قرامطیوں کے عقائد میں مزید تبدیلی کی۔ وہ حشر نشر، یوم حساب، جنت و دوزخ کا قائل نہ تھا اسکے پیروکار اسلام کے پابند لوگوں کو قتل کرتے رہے اس نے بے شمار حجاج کے قافلے لوٹے پھر اپنے منصب میں اس نے مزید ترقی کی وہ حامل وحی کا دعویدار بھی تھا لڑائی کے وقت کہتا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے ہزاروں لوگوں کے قاتل ابوسعید قرمطی کو اس کے خادم صقلبی نے 301 ہجری میں حمام میں قتل کر دیا۔

اس کے قتل کے بعد اس کا بیٹا ابوطاہر سلمان قرمطی اسکا جانشین بنا اس وقت ہجر، احسا، قطیف، طائف اور بحرین کے علاقے قرمطیوں کے قبضہ میں تھے۔ ابوطاہر اپنے باپ سے بھی آگے بڑھ گیا اس نے دعویٰ کیا کہ خدائے ذوالجلال کی روح نے اس کے اندر حلول کر لیا ہے اس نے بصرہ پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو قتل عام کیا۔ وہ بصرہ میں 17 روز رہا۔ سلطنت اسلام کے مختلف شہر عباسیوں سے چھینتا رہا اس نے ہجر کو اپنا دارالحکومت بنایا وہاں اس نے دارالہجرت بنایا اور حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی بجائے دارالہجرت کا حج کریں 317 ہجری میں وہ مکہ معظمہ پہنچا گھوڑے پر سوار ننگی تلوار کے ساتھ وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ وہاں اس نے شراب پی اپنے گھوڑے کے سامنے سیٹی بجائی تو اس نے مسجد حرام میں پیشاب کر دیا اس نے حجر اسود کو گرزوں کی ضرب سے توڑ کر دیوار کعبہ سے باہر نکال لیا اور پھر اونٹ پر لاد کر دارالہجرت لے جا کر مصنوعی خانہ کعبہ میں نصب کر دیا۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق بیس سال کے بعد مطیع اللہ خلیفہ عباسی کے دور میں حجر اسود واپس ہوا۔

309 ہجری میں جلال الدین سیوطی صاحب تاریخ الخلفاء کے مطابق منصور

حلاج اونٹ پر سوار ہو کر بغداد پہنچا بغداد پہنچتے ہی ہر طرف شور اٹھا یہ ایک قرامطی داعی ہے کیونکہ ان دنوں قرامطیوں نے عالم اسلام میں شورش برپا کر رکھی تھی۔ ہر طرف خوف و ہراس کی فضا قائم تھی لوگ جان کے خوف سے شہر چھوڑ گئے تھے اس کے بارے میں تحقیق کی گئی اس کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ علماء کی ایک جماعت نے ابن عمر کی قیادت میں اسکے خلاف الزامات کی تحقیق کی کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کرتا ہے۔ اس نے اپنے عقیدت مندوں کو لکھا تھا کہ نور اول نے مجھے منور کر دیا ہے لیکن جب مناظرہ کیا گیا تو فقہاء کو معلوم ہوا کہ اسے قرآن و حدیث سے بالکل آگاہی نہیں اور نہ ہی وہ فقہ سے واقف ہے اسے 309 ہجری میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ علمائے کرام اور شیوخ عظام میں حسین بن منصور حلاج کے بارے میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعض انہیں اکابر اولیاء کرام میں شامل کرتے ہیں بعض انہیں زندیق اور قرامطی کہتے ہیں اور بعض نے خاموشی کا حکم دیا ہے۔

غرضیکہ ابو طاہر قرامطی کے ظلم و ستم کی وجہ سے بیس سال تک حج موقوف رہا۔

339 ہجری میں خلیفہ مطیع اللہ کے عہد خلافت میں تیس ہزار دینار کے عوض حجر اسود واپس کر دیا گیا۔ 10 محرم کو اسے اپنی جگہ نصب کر دیا گیا اس کے گرد چاندی کا حلقہ چڑھا دیا گیا۔ ابو طاہر اسی سال چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ حمدان بن اشعث قرمط نے اسلام کے سچے اور فطری عقائد کو مسخ کر کے گمراہیت کی جو تخم ریزی کی اس کے اثرات عراق، شام، یمن اور حجاز سے نکل کر ہندوستان میں بھی پہنچے۔ ملتان میں قرامطی مذہب کو ملتان کی میٹھی فضا نے بڑی تقویت پہنچائی چنانچہ ملتان میں قرامطیوں کی حکومت قائم ہوئی۔ 396 ہجری میں ابو الفتح داؤد قرامطی والی ملتان نے اہل اسلام پر بڑے ظلم کیے۔ جن کی اطلاع سلطان محمود غزنوی کو ملی تو سلطان فوج لیکر ملتان پہنچا سات روز تک ملتان سلطان محمود غزنوی کے محاصرے میں رہا۔ آخر ابو الفتح داؤد حکمران ملتان نے قرامطی عقائد سے توبہ کی

اور دین اسلام میں داخل ہوا۔ لیکن سلطان محمود غزنوی کے جانے کے بعد پھر فساد پھیلانے لگا اور قرامطی ہو گیا چنانچہ 400 ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر پھر حملہ کر دیا۔

مسلمان سپاہ شہر میں داخل ہوئی قرامطی قتل ہوئے یا بھاگ گئے ملتان کا قرامطی حکمران ابوالفتح داؤد گرفتار ہوا اسے افغانستان لے جا کر غور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ جہاں قید خانہ میں اسکی موت واقع ہوئی ملتان سے قرامطیوں کا خاتمہ ہوا چنانچہ قرامطی تحریک جس کی ابتداء 264 ہجری میں حمدان بن اشعث کے ہاتھوں ہوئی ڈیڑھ سو سال کے اندر اپنے انجام کو پہنچی لیکن اس دوران لاکھوں مسلمان ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ یہ محض عباسی حکمرانوں کی کمزوری کے سبب ہوا۔

17

علی بن فضل یمنی

تیسری صدی ہجری میں حضرت امام جعفر صادق کے چھوٹے بیٹے امام موسیٰ کاظم کو امام ماننے کی بجائے ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو امام ماننے والے اسماعیلیہ کہلائے۔ اسماعیل کے بعد انہوں نے ان کے بیٹے محمد کو امام مان لیا جو غائب ہو گئے اور جن کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ امام مہدی کی حیثیت سے ظہور کریں گے۔ 280 ہجری میں ان کے عقائد میں تبدیلی آئی کہ امام کا سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا اسماعیل بن امام جعفر صادق کو امام ماننے والا فرقہ سو سال کے اندر جنوبی عراق، عرب، شام اور یمن میں پھیلتا رہا۔ کتب میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت امام مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا پھر وہ اپنی جمعیت کے ساتھ مکہ مکرمہ آئیں گے اور حج کے دوران ان کے ظہور کے بارے میں اعلان ہوگا۔

یمن کا ایک شہر صنعا ہے جو آج کل متحدہ یمن کا دار الحکومت بھی ہے اس شہر اور اسکے مضافات میں اسماعیلیوں کی اکثریت تھی۔ اسماعیلیوں کے بارے میں عام مشہور ہے کہ ان کے نظریات خفیہ ہیں ان کے داعی اپنے خاص حلقے میں ان کا اظہار کرتے تھے ان باطنی نظریات کی بنا پر اسماعیلیوں کو باطنی بھی کہا گیا ان کے مذاہب کی نہایت درجہ خفیہ کتابوں راحتہ العقل از حمید الدین کرمانی، المؤید شیرازی کی اسرار باطنیہ کے متعلق چند

مجالس، ابراہیم الحامدی کی کنز الولد، علی بن محمد بن الولیہ کی ذخیرہ، عماد والدین ادریس کی زھر المعانی وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باطنی عقائد کے بنیادی اصول وہی ہیں جو اسلام کے اساسی امور سمجھے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالٰی کی وحدانیت حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے پر غیر متزلزل ایمان۔ (معارف اسلامیہ)

صنعا کے مضافات میں علی بن فضل ایک اسماعیلی رہتا تھا جس کا رجحان حکمت کی طرف تھا اسکا مطلب اکثر بند رہتا تھا۔ وہ زیادہ وقت دواؤں اور جڑی بوٹیوں کے اثرات کے بارے میں تجربے کرتا رہتا تھا وہ کیمیا گری کا بھی شوقین تھا لیکن سونا بنانے میں کبھی کامیاب نہ ہوا وہ سفلی علوم پر بھی دسترس رکھتا تھا جادو ٹونے کا عامل بھی تھا اپنے مریضوں کو دوا کے ساتھ ٹونا بھی بتاتا تھا لوگ سمجھتے تھے کہ اس شخص پر بدروح کا اثر ہے۔ کبھی کبھی وہ اکھڑی ہوئی باتیں کرتا کبھی نظر نہ آنے والی کسی مخلوق سے باتیں کرتا جادو میں قوت متخیلہ پر غلبہ حاصل کر کے مغلوب کو منظر دکھایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ منظر حقیقت میں نہیں ہوتا اسے عرف عام میں نظر بندی بھی کہا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل بین الاقوامی شہرت یافتہ جادوگر نے تاج محل کو پوری دنیا کی نظروں سے کئی منٹ تک غائب کر دیا ٹیلی ویژن کے کیمرے اس منظر کو پوری دنیا کے سامنے دکھا رہے تھے ٹی وی سکرین پر تاج محل آگرہ نظر آ رہا تھا پھر دھواں اٹھا تاج محل غائب تھا۔ نہ صرف کیمروں کی آنکھ سے بلکہ ان افراد کی آنکھوں سے بھی غائب ہو گیا جو وہاں موجود تھے۔ امریکی جادوگر نے مجسمہ آزادی کو غائب کر دیا تھا۔ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں ایک شعبدہ باز کا ذکر کیا ہے جو ہوا میں غائب ہو گیا پھر اسکا کٹا ہوا ہاتھ زمین پر آ کر گرا پھر اس کی ٹانگ پھر دوسری ٹانگ پھر دھڑ اور پھر سر زمین پر آ گرا۔ ایک شخص نے ان سب کو ٹھوکر ماری تو وہ شخص زندہ سلامت کھڑا تھا شہنشاہ جہانگیر کے سامنے بھی جادوگروں نے جو منظر پیش کیا وہ تزک جہانگیری اور دوسری کتابوں میں مرقوم ہے ان کے مطابق شہنشاہ جہانگیر اور اسکے درباریوں کے سامنے باہر میدان میں ہزاروں تماشائیوں کی

موجودگی میں ایک شخص رسی کا پھندا لایا اور اس کا ایک سرا پکڑ کر پھندے کو آسمان کی طرف پھینک دیا۔ پھندا نظر سے غائب ہو گیا اور فقط ایک تار سا لٹکا ہوا نظر آتا تھا۔ دوسرا جادوگر آیا اس نے رسی کو کمر سے باندھ کر کہا کہ میرا دشمن ہوا میں ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا وہ رسی کا سرا پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور نظر سے غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد رسی سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے اور اسکے بعد ایک آدمی کے تمام اعضا ایک ایک کر کے زمین پر گرتے رہے اس کے بعد جو اسباب اور ہتھیار اس شخص کے جسم پر تھے وہ بھی ایک ایک کر کے نیچے آپڑے۔ مجمع میں سے اس جادوگر کی عورت نکلی اس نے اپنے خاوند کے ہتھیار اور اعضا شناخت کیے اور رونے لگی اور کہنے لگی کہ میں تو اس کے ساتھ ستی ہوؤں گی اعضا کو جمع کر کے وہ ان کے ساتھ لیٹ گئی۔ پھر آگ کا شعلہ بھڑکا اعضا اور عورت دونوں جل کر راکھ ہو گئے تھوڑی دیر بعد رسی پر چڑھنے والا جادوگر ہتھیار باندھے ہوئے رسی سے نیچے اترا اور آکر شہنشاہ جہانگیر کو سلام کیا کہ حضور کے اقبال کی وجہ سے میں نے اپنے دشمن کو مار ڈالا اور اسکے اعضا نیچے ڈالتا رہا جب اس کو کہا گیا کہ تیری عورت تو ستی ہو کر تیرے اعضا کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی۔ وہ یہ سن کر بہت رویا اور کہا کہ میری عورت کو لاؤ ورنہ میں بھی آگ میں جل جاؤں گا۔ اتنے میں عورت موجود ہو گئی اس نے کہا تو نہ جل میں زندہ ہوں۔

اسی تقریب میں شہنشاہ جہانگیر کے سامنے آہنی زنجیر لائی گئی اسے ہوا میں پھینک دیا وہ ہوا میں معلق ہو گئی اس کے قریب ایک پتھر لائے وہ خود بخود زنجیر پر چڑھ گیا اور غائب ہو گیا اس کے بعد ایک چیتا لائے وہ بھی زنجیر پر چڑھ کر غائب ہو گیا اس کے بعد اور جانور بھی چڑھتے گئے اور غائب ہوتے گئے پھر اس زنجیر کو نیچے اتار کر ایک ٹوکرے میں رکھ دیا ان جانوروں اور پتھر کا کوئی پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے۔ (کچھ بھی تو نہ بدلا، سید المتاخرین)

علی بن فضل نے بھی جادو کے ذریعے نظر بندی کے عمل میں کمال حاصل کر لیا تھا لیکن اس نے اپنے اس فن کو خفیہ رکھا ہوا تھا وہ اس عمل سے لوگوں کو بے وقوف بنا کر بہت کچھ

حاصل کرنا چاہتا تھا اب وہ اپنے مطب میں باقاعدگی سے بیٹھتا۔ قرآن وحدیث کے حوالے سے بات کرتا لیکن کوئی بھی شخص اسکی بات سننے کے لئے تیار نہ تھا یہ چھوٹا سا دیہات تھا وہ رقم جوڑتا رہا اور جب اسکے پاس خاصی رقم ہوگئی تو وہ صنعا شہر میں آگیا کرایہ کا مکان لیا دکان کا ایک کمرہ مطب کے لئے مخصوص کیا علمائے کرام کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ان کی محفلوں میں جانے لگا۔ ایک روز علماء کی مجلس میں اس نے ختم نبوت کا موضوع شروع کیا تو تمام نے یک زبان ہو کر کہا انبیاء علیہ السلام کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا دین مکمل ہے قیامت تک کے لئے کافی ہے اب کسی نبی، رسول، پیغمبر کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن علی بن فضل نے کہا کہ نئے نبی کی گنجائش موجود ہے موجودہ حالات کی سنگینی کی درستگی کے لئے امام، مجدد یا مجتہد کافی نہیں، نبی کا آنا ضروری ہے سب نے اس کے نظریہ کی مخالفت کی۔

علماء کی مجلس اپنے عروج پر تھی موضوع یہی تھا کہ حالات تقاضا کرتے ہیں کہ نبی ہی حالات درست کرسکتا ہے سب نے پھر مخالفت کی لیکن علی بن فضل نہ صرف اپنے موقف پر بضد رہا بلکہ اشارۃً کہہ گیا کہ اللہ تعالیٰ اسے یہ منصب عطا کرنیوالا ہے اسے یہ منصب پیش ہوا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے معذرت کرلی۔ تمام علماء نے اس کو بہت بُرا بھلا کہا بلکہ ایک عالم تو جذبات میں کھڑے ہو کر اسے تھپڑ رسید کرنے والے تھے کہ دوسرے عالم نے اسکی جان بچائی۔ علی بن فضل مجلس سے ذلت ورسوائی کے ساتھ نکالا گیا وہ اپنے گھر آگیا اس نے رات کا کھانا بھی نہ کھایا رات کو وہ دیر تک چارپائی پر پڑا پہلو بدلتا رہا۔ اس نے ایک فیصلہ کیا کہ وہ اس مجلس میں نہیں جائے گا بلکہ اپنے منصب کا اعلان عوام میں کرے گا جمعہ کا روز اس نے منتخب کیا جمعہ کی نماز ادا کر کے جب لوگ مسجد سے نکل رہے تھے تو اس نے سب کو روک کر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں کئی سال سے آپکے درمیان رہ رہا ہوں۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ کسی کو ستایا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کا

منصب پیش کیا تھا میں نے معذرت کر لی تھی لیکن کل رات میں نے یہ منصب قبول کر لیا ہے میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ آپ کی نجات اسی میں ہے کہ آپ میری نبوت پر ایمان لائیں یہ سن کر بہت سے لوگ تو چلے گئے کچھ نوجوانوں نے اسکی مرمت بھی کی اس کا عمامہ زمین پر گر گیا اس کے سر کے بال بکھر گئے اس نے اپنا عمامہ اٹھایا اور گھر آ گیا اسکا دل رو رہا تھا۔ اگلے روز صبح کو اس کے گھر کے باہر لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے وہ نعرے مار رہے تھے کہ جعلی نبی کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا اس نے اندر سے صدر دروازے سمیت تمام دروازے بند کر لئے۔ اس کے گھر والے بھی ایک کمرے میں دبک کر بیٹھ گئے وہ لوگوں کی آوازیں سنتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ لیکن وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

لوگ شور و غوغہ کرنے کے بعد چلے گئے اس کے اہل خانہ بھی کمرے سے نکل کر صحن میں بیٹھ گئے تھے لیکن وہ اپنے مطب میں تھا باہر کا دروازہ بند تھا اس نے اپنے مطب میں مختلف اشیاء جمع کر رکھی تھی اس میں دافن (بصرہ) اسماء الدر خیل، گائے کا گوبر، چھپکلی کی چربی، شبم جردوں جسے آگ پر ڈالا جائے تو آگ فوراً بجھ جائے کانچ کا چونہ، شنگرف، پارہ اور زنگار ان سب کا نصف گائے کا گوبر اور ان اجزاء کا چوتھائی گھوڑے کی پیشانی کے بال لے کر انہیں کوٹ کر باریک سفوف میں تبدیل کیا اور چربیوں کو ملا کر سرکہ میں معجون تیار کیا پھر گولیاں بنا کر سائے میں خشک کیا۔

رات ہوئی تو ان گولیوں کو لے کر اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا اس نے کوئلے لیجا کر آگ دہکائی جب کوئلے دہک کر سرخ ہو گئے تو اس نے یہ گولیاں دہکتے ہوئے کوئلوں پر ڈال دیں۔ اس سے سرخ رنگ کا دھواں اٹھنے لگا دیر تک دھواں نکلتا رہا حتیٰ کہ شہر صنعا کی تمام فضا پر چھا گیا۔ بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں سب اپنے گھروں کی چھت پر چڑھ کر یہ منظر دیکھنے لگے جو لوگ ابھی گھر نہ پہنچے تھے راستے میں تھے رُک کر فضا میں سرخ رنگ کا

دھواں دیکھتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کرۂ ارض کرۂ نار بن گیا پھر اس نے کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف پھونک دیا آسمان کا منظر بدل گیا۔ دھوئیں میں بے شمار ناری مخلوق نظر آنے لگی یہ ناری لوگ آگ کے گھوڑوں پر سوار تھے ان سواروں کے ہاتھوں میں نیزے تھے آسمان پر بڑی جنگ کا منظر تھا نیزہ بردار آپس میں لڑ رہے تھے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے یہ منظر کافی دیر لوگوں کی نظروں کے سامنے رہا لوگ اس وحشت ناک منظر کو دیکھ کر ڈر گئے انہیں یقین ہو گیا کہ انہوں نے علی بن فضل کی نبوت کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ اس کو زدوکوب بھی کیا اس کے گھر پر دن میں حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ اللہ کا عذاب انہیں دکھایا گیا۔ بہت سے لوگ اسی وقت علی بن فضل کے دروازے پر پہنچ گئے وہ زاروقطار رو کر اپنے رویے کی معافی مانگ رہے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ ہم آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے آپ یہ عذاب ہم سے ٹال لیے۔ وہ بڑے متکبرانہ انداز میں باہر نکلا تو بے شمار لوگ زمین پر سجدہ بوس ہو گئے اور کھڑے ہو کر اسکی بیعت کرنے لگے۔ یہ منظر ختم ہو گیا ستارے نکل آئے چاند بھی پورے آب و تاب سے چمکنے لگا۔ صبح تک لوگوں کا تانتا بندھا رہا صبح ہوئی تو لوگوں نے مسجد کے امام سے علی بن فضل کی نبوت کی صداقت کے بارے میں بات کی تو اس نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے اسے ہٹا کر نیا امام مقرر کیا یہ 293 ہجری کا واقعہ ہے۔

صنعا کی بیشتر عوام نے اسے اللہ کا نبی تسلیم کر لیا تھا اذان میں موذن اشھدان علی بن فضل رسول اللہ کہتا بلکہ جب وہ مجلس میں آتا تو اس نے ایک حاجب مقرر کر رکھا تھا جو اس کے آنے پر اعلان کرتا اشھدان علی بن فضل رسول اللہ لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اس نے اپنی شریعت بھی نافذ کی جس کے مطابق تمام محرمات (ماں، بہن، بیٹی، خالہ پھوپھی) حلال، شراب جائز اس کی شہرت صنعا سے نکل کر دور تک پہنچ گئی تھی لوگ روزانہ دور دراز سے سفر کر کے اس کی زیارت کو آتے اور اپنے ایمان سے محروم ہو کر اسکی نبوت پر

ایمان لا کر اپنے گھروں کو لوٹتے۔ وہ اپنے عقید تمندوں کو ایسے مضمون کے خط لکھتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبوت کے منصب سے بھی آگے بڑھ چکا تھا اپنے امتی کو خط میں لکھا ترجمہ (یہ تحریر زمین کے پھیلانے اور پالنے والے، پہاڑوں کے ہلانے اور گھبرانے والے علی بن فضل کی جانب سے سب کے نام ہے) اس کے ماننے والوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی وہ دس سال تک لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ خلیفہ بغداد کی خدمت میں مسلمان علماء نے اس کے بارے میں حقائق پیش کیے تو اس کے قتل کا حکم ہوا چنانچہ 303 ہجری میں اسے زہر کا پیالہ پلا کر اس کی خرافات کا خاتمہ کر دیا گیا۔

18

عبدالعزیز باسندی

عبدالعزیز صفانیاں کے نزدیک موضع باسند کا رہنے والا تھا۔ اس نے اس دور کے دوسرے علوم کے علاوہ سفلی عملیات اور جادو میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ وہ ابتدا سے ہی خاموش طبع اور سنجیدہ تھا۔ اس میں ذہانت کے ساتھ دوراندیشی کی صفت بھی موجود تھی۔ طبیعت مذہب کی طرف مائل تھی۔ ہر وقت مصروف رہتا، اس کی پارسائی اور زہد کو دیکھ کر بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے تھے۔ اس نے باسند کے باہر ایک پہاڑی پر ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ جہاں اس کے معتقدوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔

بہت سے لوگ بزرگ سمجھ کر اس سے دعائیں کراتے۔ اکثر کی تمنائیں پوری بھی ہو جاتی تھیں۔ عبدالعزیز بڑی احتیاط سے گفتگو کرتا تھا۔ اس نے اپنے رویہ سے لوگوں میں اتنا اثر پیدا کر لیا تھا کہ معتقد اس کے معمولی اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتے۔ بعض اوقات اس کی حالت عجیب ہوتی وہ لوگوں کو انگلی کے اشارے سے چپ کرا کے یہ ظاہر کرتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کچھ راز کی باتیں بتا رہا ہے۔ وہ لوگوں کے بارے میں کچھ پیشین گوئیاں بھی کرتا اور کہتا کہ یہ سب اسے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ پیشین گوئیوں کے پورا ہونے پر لوگ سچ مچ ہی سمجھتے کہ اس کا اللہ سے براہ راست تعلق ہے۔ ایک روز وہ اپنے معتقدوں کے جلو میں جا رہا تھا جو سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ راستے میں پانی کا

تالاب تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ موسم میں خنکی تھی۔ سورج کی کرنیں پانی پر پڑ رہی تھیں عبدالعزیز تالاب کے کنارے بیٹھ گیا۔ اس کے معتقد بھی ایک طرف بیٹھ کر اپنے پیشوا کو دیکھنے گئے۔ عبدالعزیز ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈال کر پانی کو ہلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر وہ اسی طرح کرتا رہا۔ پھر اس نے وضو کیا لوگ اب بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے پھر وہ ایک طرف بیٹھ کر اپنے معتقدوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا کر دی ہے۔" تمام لوگ دم بخود رہ گئے لیکن عبدالعزیز نے سالہا سال کے رویے سے ایسا تاثر قائم کر دیا تھا کہ بہت سے لوگ اس کی نبوت پر فوراً ایمان لے آئے، کچھ علم رکھنے والے تذبذب کا شکار رہے اس نے حیران کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا حیران کیوں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر معجزے بھی عطا کیے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ تم اپنا ہاتھ تالاب میں ڈال کر باہر نکالو میں تمہاری سچائی کو ثابت کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ تالاب کے پانی میں ڈال دیا باہر نکالا تو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کی مٹھی سرخ دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ اب تو لوگوں کو اور بھی اسکی نبوت کا یقین ہو گیا۔ عبدالعزیز باسندی نے 323 ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا اس کے دعویٰ اور معجزے کی دھوم پورے علاقے میں پھیل گئی۔ لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے اس نے کئی بار لوگوں کے سامنے پانی کے تالاب میں ہاتھ ڈال کر سرخ دینار نکال کر دکھائے۔

بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگوں نے اس کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر کے اپنا ایمان گنوایا۔ یہ لوگ صرف ایک شعبدے کو دیکھ کر اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ حالانکہ پیش گوئیوں کا پورا ہونا۔ خرق عادات افعال کا سرزد ہونا نبوت کی دلیل نہیں۔ بہت سے جوگی، جوتشی، پامسٹ منجم پیش گوئیاں کرتے رہتے ہیں، ان میں سے اکثر پوری بھی ہوتی ہیں بہت

سے افراد خوارق عادات افعال سرزد ہوتے ہیں ان میں سے کتنے بے مذہب ہوتے ہیں، کتنے ملحد ہوتے ہیں۔ انبیاء تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے بھیجے تھے اور حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر دین مکمل ہوا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جو آئین قرآن کی شکل میں بھیجا وہ قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو زندگی گزاری اس کا ایک ایک لمحہ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے حضور ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لئے راہنمائی کا بہترین نمونہ ہے۔ اب جبکہ قرآن پاک قیامت تک۔ کے لیے موجود ہے حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارک کی پوری تفصیل قیامت تک اصل حالت میں موجود ہے پھر کسی نئے نبی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی جو انسان اللہ تعالیٰ کے مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہے، اس کے لیے قرآن اور سنت موجود ہے جو کافی ہے۔ ضعیف الاعتقاد لوگ صرف خوارق عادات باتوں سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام بھول کر اپنا ایمان ضائع کر لیتے ہیں۔ یہی حال اہل شاس اور باسند کے لوگوں کا ہوا۔ بے شمار لوگ عبدالعزیز باسندی کے پیرو بن گئے۔ ان لوگوں پر وہ عملاً حکمران ہو گیا تھا وہ جو حکم دیتا تھا تمام لوگ بغیر کسی حیل و حجت کے بجا لانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اس طرح عبدالعزیز باسندی نے سیاسی قوت بھی حاصل کر لی تھی۔

عبدالعزیز باسندی نے اپنے پیروکاروں کو ایسا کہنا شروع کر دیا تھا کہ جو لوگ اس کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے وہ کافر اور واجب القتل ہیں۔ چنانچہ اس کے اس حکم کے تحت اس کے پیروکاروں نے بے شمار مسلمانوں کا خون بھی بہایا جب شاس کے حکمران ابوعلی بن محمد بن مظفر نے عبدالعزیز باسندی کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت سے خطرہ محسوس کیا تو اس نے مسلمانوں کا ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ عبدالعزیز لشکر کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے معتقدوں کو لے کر بلند پہاڑ پر جا چڑھا اسلامی لشکر نے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن عبدالعزیز اس محاصرے سے بالکل نہ گھبرایا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو کہا کہ بے فکر

رہیں کامیابی ہماری ہوگی یہ لشکر خود بخود بھاگ جائے گا فرشتے ہماری جگہ ان سے لڑیں گے، یہ کہہ کر وہ سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ اس کے معتقد اس کے چاروں طرف بیٹھ گئے لیکن اسلامی لشکر کو نہ جانا تھا نہ گیا۔ اس کے تمام راستے اسلامی لشکر نے بند کر رکھے تھے۔ کچھ مدت کا سامان تو عبدالعزیز کے پیروکاروں کے پاس تھا لیکن محاصرہ طول کھینچ گیا، سامان ختم ہو گیا، فاقے شروع ہو گئے، عبدالعزیز اور اس کے پیروکاروں کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی جسمانی طاقت جواب دیتی گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ اُٹھنے سے بھی لاچار تھے ان کے پیٹ کمر کو لگ گئے تھے، رنگ پیلا ہو گیا تھا، گال پچک گئے تھے، کئی تو بھوک سے مر گئے تھے۔ ان کی لاشیں دفنانے کی کسی میں طاقت نہ تھی لاشیں گل رہی تھیں آخر مسلمان پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کسی بھی شخص کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اٹھ کر ایک وار ہی کر سکے۔ عبدالعزیز کا سر کاٹ کر ایک نیزے پر چڑھا دیا گیا، اس کے بے شمار پیروکار قتل ہوئے کچھ پیروکار دوسرے علاقے میں بچے رہے، جن کا کچھ عرصے تک یہ دعویٰ تھا کہ عبدالعزیز دوبارہ واپس آ کر اس دنیا کو انصاف سے بھر دے گا لیکن عبدالعزیز جہنم میں پہنچ چکا تھا جہاں سے آنا ناممکن تھا۔ آہستہ آہستہ یہ گمراہ لوگ تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

19

حسین بن حمدان خصیبی

چوتھی صدی ہجری میں عراق کے ایک گاؤں خصیب میں حسین بن حمدان پیدا ہوا جو شروع سے مذہبی رجحان رکھتا تھا ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس زمانے کے علماء کی مشہور کتابیں اس نے پڑھیں وہ بڑا بننے کے خواب دیکھنے لگا ہر وقت سوچتا رہتا تھا۔ علماء کی محفل میں جانے لگا گفتگو کے آداب سیکھے پھر بحث ومباحثہ میں بھی وہ اونچی آواز میں بات کرتا۔ وہ خصیب سے بغداد چلا گیا یہاں آکر اس کے ذہن میں وسعت پیدا ہوئی اس کی نظر لوگوں کے حالات پر تھی۔ وہ عوام میں جاتا اور ان کے حالات کے مطابق ان سے گفتگو کرتا اسکی بہت سی باتیں سچ ثابت ہوئیں لوگ اسے ولی اللہ سمجھتے اس کا احترام بڑھنے لگا اس نے انبیاء علیہ السلام کے حالات کتابوں میں پڑھے ہوئے تھے ان حالات کو پڑھ کر اس کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوتوں سے نوازا ہے لوگ اسکے بیان کو سچ سمجھتے۔ ایک روز اس نے اپنے خاص مصاحبوں سے کہا کہ اسے آواز آتی ہے کہ تو نبی ہے تو اٹھ اور لوگوں کی اصلاح کر۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کردیا ہے یہ باتیں سن کر چند افراد نے اسے کہا کہ یہ آواز شیطان کی ہوسکتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شیطان اس پر کس طرح غلبہ پاسکتا ہے وہ پرہیزگار اور متقی ہے۔ شیطان تو جھوٹے شخص پر نازل ہوتے ہیں۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا بہرحال اس کے قریب کے دوستوں نے اسے نبی

تسلیم کر لیا۔

حسین بن حمدان نے بغداد جیسے بڑے شہر میں اپنی نبوت کا اعلان کر کے اہل بغداد کو حیران کر دیا۔ لوگ اس کے پاس آنے لگے جاہل لوگ اس پر ایمان لے آئے، علمائے کرام نے ڈٹ کر مخالفت کی۔ اس نے مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ وہ بغداد سے بصرہ آ گیا بصرہ میں علمائے کرام کی ایک جماعت نے اس سے ملاقات کی سوالات کئے اس نے جواب دیا پھر ایک اور عملی مناظرہ بھی ہوا اس مناظرہ میں وہ علماء کے سوالات کے صحیح جواب تو نہ دے سکا لیکن یہ مناظرہ اسکی شہرت کا باعث بنا جاہل عوام کی ایک خاصی تعداد نے اسے نبی تسلیم کر لیا اب اسکی آمدنی بھی بڑھنے لگی۔ اس نے غلاموں کی ایک بڑی تعداد اپنے پاس رکھ لی جن کو اپنی شریعت کا بنیادی علم سکھا کر اس نے مختلف شہروں میں روانہ کیا۔ کئی مقام پر خصی کے ان نمائندوں کی عوام نے پٹائی کی لیکن اسکے مذہب کا دائرہ وسیع ہوتا رہا۔

اس نے اپنے ماننے والوں پر حج ختم کر دیا اسکی شریعت میں اولاد علی کے علاوہ کسی کے پیچھے نماز جائز نہ تھی اس کے پیروکار نماز کی امامت کے لیے اولاد علی کو ڈھونڈتے بہت امام بننے کے لئے اسکے مذہب میں داخل ہو گئے اسکا یہ حکم تھا کہ اس کی شریعت کو اولاد علی عوام پر ظاہر نہ کریں۔ کوئی تقریر نہ کرے بلکہ نہایت خاموش اور رازداری سے اسکے مذہب کی تبلیغ کی جائے تبلیغ کے لئے ایک فرد سے بات کی جائے دوسرا کوئی شخص باتیں نہ سنے۔ عوام کے سوالات پر بھی اس نے پابندی لگا دی۔ اس کا حکم تھا کہ اگر کسی شخص سے کوئی بات پوچھنا چاہے تو اکیلے ہی اس سے بات کرے۔ یہ عجیب منطق تھی اس نے پھر مجمع میں آنا بھی بند کر دیا لوگ اس کے مکان کے باہر قطار میں بیٹھ جاتے اس کا غلام باری باری ایک ایک فرد کو اندر بھیجتا سب لوگ باری پر اکیلے اس سے ملتے۔ کئی زوجین کے مسئلہ پر اس سے پوچھتے۔ وہ کامیاب عائلی زندگی کے راز انہیں بتاتا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ عورتوں کو دین کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے کیونکہ یہ ناقص عقل رکھتی ہیں اللہ کا دین ان کی سمجھ سے

بالاتر ہے۔

بغداد اور بصرہ میں اسکے ماننے والوں کی خاصی تعداد ہوگئی تھی جو فساد کا موجب بن سکتی تھی حکام نے خصیبی پر سختی کی اور اسے یہ گمان غالب ہوا کہ کسی وقت بھی گرفتار ہو کر تختہ دار تک پہنچ سکتا ہے تو بغداد سے بھاگ کر سوریہ گیا اپنے ماننے والوں کا گروہ بھی ساتھ لے گیا لیکن سوریہ میں لوگوں نے اس سے اچھا سلوک نہ کیا۔ سوریہ آکر اسکی شریعت کے اصول تبدیل ہو گئے تھے اب اسے تنہائی میں ملنے والا کوئی نہ تھا لوگ اسکے دعوے کو سن کر اسکا مذاق اڑاتے اس کے حلیہ اور شخصیت میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی اسکی بے ربط گفتگو کوئی سننے کو تیار نہ تھا۔ ایک روز ایک نوجوان نے خنجر نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لوگوں نے اسے پکڑ لیا یہاں بھی اسکے عقائد کے بارے میں اعلیٰ حکام کو مطلع کیا گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سمیت کوچ کر دیا وہ مختلف دیہاتوں سے ہوتا ہوا دمشق پہنچا وہاں پہنچ کر لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔ حکام کو اس کی نبوت کی اطلاع دی گئی تحقیق کے بعد فیصلہ ہوا کہ ایسے ملحد کو گرفتار کرنا ضروری ہے تا کہ اُمت مسلمہ فساد سے بچ سکے۔ چھاپہ مارا گیا وہ اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار ہوا اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

قید خانہ میں ابھی اسے آئے ہوئے چند روز ہوئے تھے کہ داروغہ قید خانہ کا دورہ کرنے آگیا داروغہ نے کوٹھڑی میں اس سے ملاقات کی اس نے داروغہ کو بتایا کہ وہ صبح ناشتہ میں کیا کھا کر آیا ہے اور اسکا کس بچے سے جھگڑا ہوا۔ داروغہ اس کی غیب دانی پر بڑا حیران ہوا اس نے داروغہ کو تین روز بعد آنے کو کہا تا کہ وحی لانے والے فرشتے سے وہ داروغہ کے متعلق معلومات حاصل کر سکے۔ داروغہ اس سے بہت متاثر ہوا قید خانے میں اسے بہترین کھانا دیا جانے لگا تیسرے روز داروغہ آیا تو وہ زمین پر خصیبی کے ساتھ بیٹھ گیا اس نے داروغہ کو بتایا کہ داروغہ کی اہلیہ کے ناجائز تعلقات اس کے غلام سے ہیں۔ اور پچھلے ایک مہینہ قبل اہلیہ نے اسے دودھ میں زہر ملا کر گلاس اسے پلانے کی کوشش کی لیکن میں نے

(خصیبی نے) ہاتھ مار کر دودھ بکھیر دیا یہ واقعہ بالکل سچا تھا پچھلے مہینہ رات کو سوتے وقت دودھ کا گلاس سامنے رکھا ہوا گر اپڑا تھا اور سارا دودھ انڈل گیا تھا۔ داروغہ اس کے قدموں میں گر پڑا اس نے داروغہ کو کہا کہ وہ اپنی اہلیہ سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کرے اور گھر کی پکی ہوئی کوئی چیز نہ کھائے۔ اور نہ ہی بیوی کو باز پرس کرے اس نے داروغہ کو جمعرات کو آنے کو کہا۔ جمعرات کو داروغہ آیا تو خصیبی کے لئے حلوہ لے کر آیا تھا جو دونوں نے نوش کیا خصیبی نے داروغہ کو بتایا کہ وہ آج اپنی اہلیہ کو بتائے کہ دوسرے شہر میں جا رہا ہے رات کو واپس نہ آئے گا۔ اگلی روز صبح آئے گا اس نے داروغہ کو یہ ترکیب بھی بتائی کہ رات کو کسی طریقے سے اپنی چھت پر چڑھ جائے۔ گرمیوں کے دن تھے داروغہ نے اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا اہلیہ کو کہا کہ رات کو نہ آئے گا وہ کسی طرح چھت پر چڑھ گیا تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے صحن کی طرف نظر کی تو اس کی اہلیہ غلام کی چارپائی پر تھی داروغہ نے اوپر سے چھلانگ لگادی دونوں کو تلوار سے قتل کر دیا زیور اور نقد رقم اٹھائی گھوڑے پر چڑھا اور قید خانہ آ گیا قید خانہ کا دروازہ کھلوایا خصیبی کو باہر نکالا اور دونوں دمشق سے انجانی منزل کی طرف چل نکلے۔

داروغہ خصیبی کی نبوت پر ایمان لے آیا تھا دونوں بھاگ کر حلب آئے کرائے کا مکان لیا اور رہنے لگے کئی روز کے بعد خصیبی نے اپنی نبوت کا پرچار شروع کر دیا اس نے داروغہ کو نائب مقرر کر دیا تھا لیکن حاکم حلب امیر سیف الدولہ بن حمدان کو اس کے عقائد اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے خصیبی کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا اکی عدم موجودگی میں داروغہ دمشق نے سیف الدولہ سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ جس شخص کو قید میں ڈالا گیا ہے وہ عام آدمی نہیں ہے بلکہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے ہر قسم کی معلومات بہم پہنچاتے ہیں سیف الدولہ سے نہ رہا گیا۔ وہ قید خانہ گیا اور خصیبی سے ملاقات کی خصیبی نے سیف الدولہ کو اس کے ماضی کے ایسے واقعات سنائے جسے سیف الدولہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ سیف الدولہ اس کی غیب دانی سے بہت متاثر ہوا اسے قید خانہ

سے نکال کر اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا۔

خصیبی نے سیف الدولہ کے دربار میں آنے کے بعد ایک کتاب تالیف کرنی شروع کی جسے وہ وحی اور کلام الٰہی کہتا تھا اس کتاب کا نام اس نے "ہدایۃ الکبریٰ" رکھا اور اسکا انتساب سیف الدولہ کے نام لکھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ حلب کا حکمران اس کی غیب دانی سے متاثر ہو کر اس کی نبوت پر ایمان لے آیا تھا بعض مورخین نے یہ تاثر دیا ہے کہ نبوت کے بارے میں تو سیف الدولہ کو شک تھا لیکن وہ خصیبی کی نبوت کی دعوت میں رکاوٹ نہ بنا۔ اسکی ترویج میں معاون بنا جس کا نتیجہ یہ ہوا حلب اس کے مضافات بلکہ حماہ لاذقیہ اور دوسرے شہروں میں اسکے ماننے والوں کی کثیر تعداد پائی جاتی تھی مورخین کے نزدیک اس کی نبوت پر ایمان لانے والوں کی تعداد تین لاکھ سے بڑھ گئی اس کی موت کے بعد یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی کتاب الدعوۃ کے مصنف کے مطابق اس کے پیرو آج بھی دمشق حلب سوریہ کیلیکیہ اور عراق کے شہروں میں پائے جاتے ہیں اس کی غیب دانی اسکے مذہب کی ترویج کا سبب بنی۔ کسی شخص کے ذاتی حالات کا اسے کس طرح پتہ تھا؟ یہ سوال علماء اور دانشوروں میں آج بھی زیر بحث ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک غیر مرئی فرد پیدائش کے وقت سے موجود ہوتا ہے۔ اسے بعض ہمزاد اور بعض شیطان کہتے ہیں۔ انسان کے دل و دماغ تک اسکی رسائی ہے۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے معاملہ میں تلی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو کر پانی میں چلے جانے کے واقعہ کو شیطان نے بھلا دیا۔ اسی طرح قید خانہ سے آزاد ہونیوالے قیدی کو بھی شیطان نے بھلا دیا کہ بادشاہ سے حضرت یوسفؑ کا ذکر نہ کر سکا۔ یہ ہمزاد دوسرے انسان کے ہمزاد سے ملاقات کرتا ہے اس سے پوری معلومات لیتا ہے اور پھر انسان کی زبان سے یہ معلومات کہلوا دیتا ہے۔ یہ ہمزاد شیطان صرف ماضی کے واقعات بتا سکتا ہے۔ آنے والے واقعات کا انہیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ خصیبی کو بھی اس کا ہمزاد ساری معلومات دیتا تھا۔

20

ابوالطیب احمد بن حسین متنبّی

کوفہ کے محلے کندہ میں حسین نامی ایک سقہ (ماشکی) رہتا تھا جو عیدان کے نام سے مشہور تھا ان دنوں پانی کے لئے کنویں تھے جہاں سے یہ سقے پانی مشکوں میں بھر کر گھروں میں لیجاتے اور گھڑوں میں پانی ڈال کر بھر دیتے تھے اہل خانہ اس پانی کو پینے اور خانہ داری میں استعمال کرتے تھے۔ نہانے کے لئے حماموں کا عام رواج تھا مسلمانوں کے علاقے میں حمام تھے جبکہ عیسائی تو نہانا معیوب سمجھتے تھے۔ ناپاک رہتے صرف پیدائش کے وقت بچوں کو گرجا گھر لیجا کر پادری کے ہاتھ سے نہلوایا جاتا تھا، اسے بپتسمہ کی رسم کہتے ہیں۔ حسین سقہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام اس نے احمد رکھا۔ جو نہایت خوبصورت اور ذہین تھا بڑا ہوا تو دنیاوی اور دینی علوم کا اس کے باپ نے خاطر خواہ بندوبست کیا لیکن وہ دوسرے بچوں سے کم ہی ملتا تھا چھٹی کے بعد بچوں کے ساتھ کھیلنے کی بجائے وہ سیدھا گھر چلا آتا اپنی امی اور ابو کو سلام کرتا بستہ رکھ کر کھانا کھاتا تھوڑی دیر ستاتا اور پھر بستہ کھول کر اپنا سبق دہرانے لگتا۔ وقت گزرتا گیا وہ تعلیم میں برابر بڑھتا رہا اب اسکی عمر دس بارہ سال ہوگئی تھی لیکن اس عمر میں وہ کھلنڈرے کی بجائے سنجیدہ بچہ تھا وہ عربی ادب میں خصوصی دلچسپی لیتا تھا۔ اس وقت کے شاعروں کا کلام اسے پندرہ برس کی عمر میں زبانی یاد تھا۔ وہ بہت سے شعراء کے کلام میں نقص بھی نکالتا۔ اسے گرامر پر بھی پورا عبور حاصل تھا۔ لغت، الفاظوں

کے استعمال اوران کے معنوں کے فرق سے بھی وہ واقف تھا۔

وہ بڑا ہوا تو اس کے ماں باپ جلدی فوت ہو گئے وہ کندہ محلّہ سے قبیلہ بنو کلب میں جا کر آباد ہو گیا یہاں اس نے اپنے آپ کو عیدان سقے کی اولاد کی بجائے اولاد علی کہا۔ عربوں میں نسب کی بڑی اہمیت ہے مسلمانوں اور کفار میں جنگوں کے دوران بھی مبارزت طلب کرتے وقت اپنا نہ صرف نسب بیان کیا جاتا تھا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کے ماضی کے کارنامے بھی بیان ہوتے۔ مخالف کی ہجو کی جاتی انہیں ان کے ماں باپ کے کسی فعل سے تضحیک کی جاتی یہی عربوں میں سب سے بڑی خامی تھی کہ تیری ماں عورتوں کے ختنہ کرتی تھی، تیری ماں کنیز تھی، غزوہ حنین میں کفار کے اچانک حملے اور مسلمانوں کا تعداد کی بنیاد پر تکبر نے مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑے مسلمان بھاگ اٹھے تو حضرت محمد ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر انہیں پکارتے رہے۔ ان کے گھوڑے کی لگام آپؐ کے چچا حضرت عباس نے پکڑی ہوئی تھی بہر حال اچھا نسب عربوں میں ترقی کے لئے بہت ضروری تھا۔ اسلام نے نسب کے فخر کو پسند نہیں کیا لیکن نسب پر فخر کو ختم نہ کیا جا سکا۔ ہندوستان میں پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے سرکاری کاغذات میں ذات کا خانہ ختم تو کر دیا لیکن اس سے ذات پات کی تمیز ختم نہ ہو سکی یہ تمیز پوری دنیا میں قائم ہے۔ صرف اسلام نے اسے عملی طور پر ختم کیا۔ آخری حج کا خطبہ اقوام متحدہ کے چارٹر کی بنیاد بنا۔ آپ ﷺ نے صاف فرمایا اب کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اللہ کے نزدیک یکساں ہیں مکرم وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہوں۔

احمد بن حسین کو اس محلّہ میں پذیرائی نہ ملی آخر وہ کوفہ کو خیر آباد کہہ کر 320 ہجری میں لاذقیہ شام چلا گیا شام میں اس کے جوہر کھلے اس نے عربی ادب کو عروج کمال تک پہنچایا اسکا ذخیرہ الفاظ نہایت وسیع تھا اسے لغات عرب پر پورا عبور حاصل تھا بلکہ متروک لغات بھی ازبر یاد تھے پورے شام میں اس کے پایہ کا عربی کا عالم نہ تھا۔ اہل علم اس کی

طرف کھنچ کر چلے آنے لگے اس سے جب بھی لغات عرب کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ نہ صرف نثر میں بلکہ نظم میں بھی کلام عرب کی بھرمار کر دیتا۔ الاصناع والتکملہ کے مصنف شیخ ابوعلی فارسی نے ایک بار اس سے پوچھا فعلیٰ کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں اس نے فوراً جواب دیا صرف دو، حجلیٰ اور ظربیٰ۔ شیخ ابوعلی نے لگاتار تین روز تک کتب لغت کی ورق گردانی کی لیکن ان دو کے سوا اس وزن کی اور جمع نہ ملی۔ حجلیٰ جمع ہے حُجل کی جس کے معنی ہیں چکور، ظُربیٰ ظربان کی جمع ہے جو بلی کی نسل کے ایک بدبودار جانور کا نام ہے۔ ابوطیب اپنے دور کا شعروسخن کا امام تھا۔ اسکے مقابلے کا کوئی شخص پورے عرب میں نہ تھا اس کے کلام کے مجموعہ کا نام دیوان متنبی ہے جو پاک و ہند کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل رہا ہے۔

ابوطیب احمد بن حسین کی شہرت بطور شاعر پورے عرب میں پھیل چکی تھی اس کا کلام عام محفلوں میں پڑھا جاتا تھا اس کی فصاحت و بلاغت کے قصے عام تھے۔ ہر خاص و عام اس کا نہایت احترام کرتے۔ اس کے پاس علم کے شیدائی حاضر ہوتے وہ ان کو تازہ کلام سناتا۔ شام کے شہر لاذقیہ اس کی رہائش کی وجہ سے پورے عرب میں مشہور ہو گیا تھا ایک روز اس کی فصاحت و بلاغت بھرے کلام کو سننے کے شوقین ابوعبداللہ لاذقی نے اس سے کہا کہ آپ اس قابل ہیں کہ بادشاہ وقت آپ کو وزارت سونپے۔ اس نے یہ جواب دیا کہ میرے آگے وزارت کی کیا حیثیت ہے "میں تو نبی مرسل ہوں"۔ لاذقی بڑا حیران ہوا اس نے پھر پوچھا آج سے پیشتر آپ کی زبان پر کبھی ایسے الفاظ نہیں آئے اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔ میرا یہ کلام میرا نہیں ہے بلکہ وحی الٰہی ہے جسے آپ اور لاذقیہ کے عوام مجھ سے سنتے ہیں اس نے پھر پوچھا تم کس کی طرف سے بھیجے گئے ہو؟ فوراً جواب دیا اس گمراہ امت کی طرف۔ اس نے پھر سوال کیا کہ تمہارے اہداف کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا ساری زمین گمراہی میں غرق ہے میں اسکو عدل و انصاف سے بھر دوں گا۔ لاذقی نے پھر پوچھا اہداف کس طرح حاصل کرو گے؟ کہنے لگا اطاعت شعاروں کو

انعام واکرام سے سرفراز کروں گا اور سرکشوں کی گردنیں اڑا دوں گا۔ لاذقی نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ تمہیں اگلے جہان پہنچا دیا جائے گا۔ ابوطیب نے فی البدیہ اشعار پڑھے جو فصاحت وبلاغت سے معمور تھے۔ لاذقی نے پھر پوچھا کیا تم پر وحی نازل ہوتی ہے؟ اس نے کہا بالکل۔ لاذقی نے پوچھا تازہ وحی بیان کرو۔ متنبی نے اپنا کلام سنانا شروع کر دیا۔ سوال ہوا اب تک کتنا کلام الٰہی نازل ہو چکا ہے۔ اس نے جواب دیا ایک سو چودہ (114) عبرے۔ لاذقی نے پھر پوچھا عبرے کیا ہوتے ہیں؟ اس نے کہا قرآن کی بڑی آیت کے برابر ایک عبرہ ہوتا ہے۔ لاذقی نے پھر پوچھا کہ کتنی مدت میں یہ کلام نازل ہوا ہے متنبی نے کہا پورا کلام ایک ہی وقت میں نازل ہوا۔ پھر اس نے لاذقی کے سامنے اپنا کلام سنایا جسے وہ وحی الٰہی کہتا تھا۔ اس کلام کے بارے میں لاذقی نے پھر اس سے سوال کیا آسمان تمہارا مطیع ہے، اس اطاعت کی حقیقت پر روشنی ڈالو۔ کہنے لگا فاسقوں اور فاجروں کا رزق بند کرنے کے لئے میں بارش کو روک سکتا ہوں۔ لاذقی حیران ہوا پھر دوبارہ وہی سوال کیا کہ واقعی تم بارش برسنے سے روک سکتے ہو کہنے لگا بالکل۔ لاذقی نے کہا یہ دعویٰ ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟ اگر تم بارش روک کر دکھاؤ تو میں تمہاری نبوت پر ایمان لے آؤں گا۔ کہنے لگا کہ میں اپنے غلام کو تمہارے پاس بھیجوں گا تم فوراً اس کے ساتھ چلے آنا تاکہ میں بارش روکنے کا معجزہ دکھا سکوں۔

کئی روز کے بعد لاذقیہ کی فضا پر بادل چھائے ہوئے تھے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، سردی کا موسم تھا، بارش آنے کو ہی تھی۔ متنبی نے اپنا غلام لاذقی کے پاس بھیجا۔ غلام گھوڑے پر سوار تھا اس نے ابوعبداللہ لاذقی سے کہا کہ اللہ کے نبی نے آپ کو یاد کیا ہے آپ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ لاذقی اسکے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گیا گھوڑا متنبی کے گھر کی طرف جانے کی بجائے صحرا کی طرف جا رہا تھا۔ لاذقی نے غلام سے پوچھا کہ تم مجھے کہاں لیجا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت صحرا میں موجود ہیں میں وہیں آپ کو

لیجارہاہوں پہنچے سے پہلے زوردار بارش شروع ہو چکی تھی گھوڑا ایک ٹیلہ کے قریب رکا دونوں اترے سامنے ٹیلہ پر متنبی بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کے چاروں طرف زمین خشک تھی جس حصہ میں متنبی بیٹھا ہوا تھا وہاں بارش کا کوئی نشان نہ تھا جبکہ موسلا دھار بارش کی وجہ سے گھوڑے کے گھٹنوں تک پانی تھا لاذقی نے متنبی کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ لاذقی بڑا حیران تھا راستے میں غلام نے اسے بتایا تھا کہ جب بارش ہونے لگی تو حضرت صاحب نے کوڑا اٹھایا آسمان کی طرف کچھ پڑھا پھر اس ٹیلہ پر بیٹھ گئے جہاں دور دور تک بارش کا کوئی نشان نہ تھا۔ لاذقی اس کی نبوت پر ایمان لے آیا کہا واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اپنے اہل و عیال سمیت آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

ابوطیب احمد بن حسین متنبی کے دعویٰ نبوت پر کچھ اہل علم نے شک کیا جبکہ جاہلوں کے علاوہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اسکو نبی ماننے لگا اسکا کلام لوگوں کے دلوں کو گرما رہا تھا لوگ اب اسکا کلام وحی الٰہی سمجھ کر سنتے تھے وہ گھر سے نکلتا تو جم غفیر اسکا استقبال کرتا جہاں سے وہ گزرتا لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اس کی زیارت کو عبادت سمجھتے بعض ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے گھر کے دروازں اور دیواروں کو بھی چومتے تھے وہ اس عمل کو خیر و برکت کا موجب سمجھتے تھے بعض اپنے کاروبار، شادی اور دوسرے مسائل کے حل کے لئے اس سے دعائیں کراتے۔

ایک شہر میں اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ گیا تو شہر والوں نے شکایت کی کہ ایک اونٹ بڑا سرکش ہے مالک اور دیگر اس اونٹ سے بڑے تنگ ہیں وہ سوار تو کیا کسی کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ چارہ بھی غلام دور سے اس کے آگے پھینکتا ہے اس نے کہا کہ اسے اونٹ کے پاس لے چلو اونٹ مجھے سلام کرے گا لوگ اسے اصطبل میں لے گئے جہاں اونٹ موجود تھا۔ لوگ بڑے حیران تھے جونہی متنبی داخل ہوا اونٹ کھڑا تھا اس نے اپنی گردن جھکا دی یہ اونٹ کا سلام تھا پھر متنبی اونٹ کے پاس آیا عربی میں اسے کچھ کہا پیار سے

اسکی اگلی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا اونٹ بیٹھ گیا۔ پھر متنبی اس پر سوار ہو گیا۔ اونٹ پر سوار ہو کر بازار میں آیا پورا شہر یہ منظر دیکھنے کے لئے اُمڈ آیا۔ اسے معجزہ سمجھ کر بہت سے کمزور ایمان کے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ ایک بار وہ اپنے مریدوں کے ساتھ کہیں پیدل جا رہا تھا ایک کتے نے ان پر حملہ کر دیا وہ بچ گئے ابو طیب نے کہا کہ ہماری واپسی پر یہ کتا مر چکا ہو گا۔ واقعی جب وہ واپس آئے تو کتا مرا ہوا پڑا تھا۔

شام کے علاقے سمارا، لاذقیہ اور دوسرے علاقوں میں بنو کلب، بنو کلاب اور دوسرے قبائل مرتد ہو کر اسکی نبوت پر ایمان لے آئے۔ اب متنبی کی اگلی منزل اقتدار تھا لیکن ابھی وہ یہ پروگرام بنا ہی رہا کہ حمص کے حاکم امیر لولو کو اس کے عزائم کی خبر ہو گئی۔ فوج کشی کی بجائے امیر لولو خود ایک جمعیت کے ساتھ متنبی کے مکان پر آیا اور اسے گرفتار کر لیا وہ اسے حمص لے گیا لوگوں نے دیکھا کہ اسے بیڑیوں سے جکڑ کر لے جایا جا رہا ہے لیکن انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ سب اسے چھوڑ گئے لوگوں کے اس رویہ نے بھی اسے سخت مایوس کیا وہ سمجھتا تھا کہ لوگ اس کی سواری کے آگے لیٹ جائیں گے اسے امیر لولو سے چھڑا لیں گے لیکن ایسا نہ ہوا باطل کا خاتمہ ہو گیا واقعی باطل ختم ہونے والا ہے۔ متنبی کو حمص میں لا کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا کافی عرصہ تک وہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔ ایک روز اپنے گناہوں پر بزار رویا اپنے جھوٹ کی ملامت کرتا رہا۔ اس نے قید خانہ میں قصیدہ لکھا جس میں بیان کیا کہ ”میں نے تم کو اس وقت پکارا جبکہ طویل قید نے مجھے پارہ پارہ کر دیا اور میرے پاؤں بیڑیوں کے بوجھ سے مضمحل ہو گئے۔ یہ پاؤں جوتیوں میں چلا کرتے تھے مگر اب انہیں بیڑیوں میں چلنا پڑتا ہے میں آدمیوں کی محفل میں رہا کرتا تھا لیکن اب ہر وقت بندروں کی محفل نصیب ہے۔ تو حد جاری کرنے میں عجلت کر رہا ہے حالانکہ مجھ پر حد ابھی واجب ہی نہیں ہوتی۔ حد تو بالغ پر واجب ہوتی ہے اور میں ابھی طفل نابالغ ہوں جس پر ابھی نماز بھی فرض نہیں ہوئی“۔

یہ قصیدہ امیر لولو کو پیش کیا گیا سارے اشعار پڑھ کر امیر کچھ سوچتا رہا پھر قید خانہ میں اس سے ملنے گیا محافظ نے متنبی کو امیر کے سامنے بیڑیوں میں پیش کیا نبوت کے سلسلے میں اس سے پوچھا گیا۔ اس نے اپنے دعوے کی تردید کی اس کے سامنے اس نے تسلیم کیا تھا کہ محض شہرت، عزت اور دولت کی خاطر اس نے یہ دعویٰ کیا۔ جاہل عوام اسکو سچا نبی سمجھ کر اس کی عزت کرنے لگے۔ امیر نے کہا کہ اس سلسلے میں تمہیں تحریر کے ذریعے اصل حقیقت عوام کو بتانا پڑے گی چنانچہ ایک دستاویز ابوطیب نے لکھ کر دی اس میں بیان کیا گیا تھا کہ ''میں اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا تھا نبوت حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہوگئی۔ اب میں توبہ کر کے از سر اسلام میں داخل ہوتا ہوں''۔ اس دستاویز پر اہم شخصیتوں نے بطور گواہ دستخط کیے۔ آخر ابوطیب کو قید سے رہائی ملی۔

ابوطیب احمد بن حسین متنبی نے اپنا ایک قرآن بنا رکھا تھا جس میں متعدد سورتیں تھیں قید سے رہائی اس نے اپنے شہر میں جا کر وہ کتاب تلف کر دی۔ ایک حکمران سیف الدولہ نے اسے طلب کیا خود ساختہ نبوت پر بات کی اسکے قرآن کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس پر ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔ ابوطیب کی قید سے رہائی کے بعد لوگوں کے نذرانوں کے ذریعے اسکی آمدنی ختم ہو چکی تھی۔ لوگ اس سے نفرت کرنے لگے کوئی اس کا کلام سننے اسکے مکان پر نہ جاتا تھا۔ وہ اکیلا اپنے گھر میں پڑا رہتا آسمان کی طرف دیکھتا رہتا تھا اس نے ایک فیصلہ کیا اب امراء کے قصیدے کے ذریعے مال کمائے گا۔ وہ 337 ہجری میں حلب آگیا اور وہاں کے حکمران سیف الدولہ علی بن حمدان عددی کی شان میں قصیدے لکھ کر لے جاتا اور دربار میں اپنے خاص انداز میں پڑھتا۔ سیف الدولہ کی شان میں خوشامدانہ قصیدے نے سیف الدولہ پر خاص اثر کیا۔ اس نے ابوطیب کو خاص جاگیر اور خلعت کے علاوہ تین ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اب وہ بڑا خوش تھا خوشحالی دوبارہ لوٹ آئی تھی اسکی صحت بھی اچھی ہوگئی تھی سیف الدولہ کی طرف سے انعام واکرام کی

وجہ سے ایک اور درباری شاعر ابن خالویہ نحوی کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ رات کو سیف الدولہ کے دولت کدے پر علماء اور شعراء کی محفل ہوتی۔ یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی اس محفل میں سب سے اہم شخصیت ابو طیب ہی تھا ایک رات ابو طیب اور ابن خالویہ نحوی میں کسی مسئلہ پر بحث وتکرار ہوگئی۔ معاملہ بڑھ گیا دونوں میں ہاتھا پائی ہوئی اور پھر ابن خالویہ نے لوہے کی چیز اس کے سر پر دے ماری ابو طیب کا سر پھٹ گیا، سر سے خون بہنے لگا اس کے کپڑے بھی خون آلود ہو چکے تھے سیف الدولہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا لیکن دونوں شاعروں کو ہمیشہ کے لئے دربار سے نکال دیا۔ ابو طیب پریشان تھا آخر نو سال حلب رہنے کے بعد 346 ہجری میں وہ مصر چلا گیا جہاں اس نے والی مصر کافور اخشیدی کے دربار میں پہنچ کر کافور کی شان میں قصیدے پڑھنا شروع کئے لیکن کافور اس سے متاثر نہ ہوا کافور نے اس کے دعویٰ نبوت کو بھی سخت ناپسند کیا تھا۔ وہ اس دعویٰ سے رجوع کر کے اسلام میں داخل ہو چکا تھا لیکن وہ ابو طیب پر اعتبار نہ کرتا تھا اس نے ابو طیب سے سرد مہری کا رویہ اختیار کیا جس سے وہ بہت مایوس ہوا۔

350 ہجری میں ابو طیب مصر چھوڑ کر فارس آ گیا جہاں اس نے عبداللہ بن بویہ دیلمی کی مدح سرائی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا۔ ابن بویہ نے اسکی بڑی قدر کی اسے خلعت انعام اور بڑا کچھ دیا۔ انعام اور ستائش کے لالچ میں ابن بویہ کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ لیکن جو لوگ اس پر تنقید کرتے وہ ان کے خلاف ہجویہ اشعار کہتا۔ ابو طیب نے ایک قصیدہ میں ضبہ بن یزید عینی کے خلاف ہجویہ اشعار لکھے اس کا مطلع تھا۔ ”ترجمہ: قوم نے ضبہ سے اور اسکی ماں سے جو لٹکے ہوئے پستان والی ہے انصاف نہیں کیا“۔ ضبہ نے ابو طیب کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا لیکن ابو طیب کسی اور شہر جا چکا تھا ضبہ کے ماموں فاتک اسدی اس کی ٹوہ میں لگا رہا۔ اسے پتہ چلا کہ ابو طیب کوفہ کی طرف واپس آ رہا ہے اور وہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے ساتھ بہت سے آدمی ہیں۔ فاتک اسدی نے اپنے قبیلہ کے افراد کو اپنے ساتھ لیا

اور ابوطیب کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جب ابوطیب ان کے سامنے پہنچا تو فاتک کے گروہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ ابوطیب اس حملے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا نہ ہی اسکے پاس دفاع کا انتظام تھا ابوطیب فرار ہونے لگا تو اس کے پیچھے آنے والے غلام نے ابوطیب کو اس کا اپنا شعر سنایا۔ ''ترجمہ: گھوڑے رات، دشت و بیاباں، حرب و ضرب، کاغذ و قلم سب مجھے پہنچانتے ہیں''۔ غلام نے کہا اب آپ بھاگے جا رہے ہیں لیکن آپ تسلی رکھیں میں اس فرار کا ذکر کسی سے نہ کروں گا ابوطیب واپس مڑا۔ اس شعر نے فرار کا ارادہ بدل دیا۔ وہ فاتک اسدی سے لڑتا رہا آخر فاتک کے خنجر کے ایک کاری وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا، فاتک نے اپنی بہن کی ہجو پر نہ صرف ابوطیب کو ہی قتل کیا بلکہ اس کے بیٹے اور غلام کو بھی زندگی سے آزاد کر دیا۔ ہجو کا یہ شعر اس کی موت کا سبب بنا۔ ''قوم نے ضبہ سے اور اسکی ماں سے جو لٹکے ہوئے پستان والی ہے انصاف نہیں کیا''۔

21

قلیل دورانیہ کے مدعیان نبوت

تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ایسے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے واقعات سے واسطہ پڑے گا جن کا دورانیہ قلیل تھا انکی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ان کی نبوت بھی دفن ہوگئی۔ان کے عقائد فضا میں تحلیل ہو گئے بعض ایسے بھی افراد ہیں جنہوں نے اپنے معاشی حالات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کر کے مال بنایا بہرحال نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے سامنے تین مقاصد تھے۔

1۔عزت واحترام،عقیدت 2۔مالی فوائد کا حصول 3۔اقتدار کی ہوس

بہت سے ان مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے شیاطین نے ان کی پوری مدد کی بہت سے عابد اور زاہد اپنے انجام کو پہنچے۔تاریخ میں ان کے عقائد اپنی موت آپ مر گئے بہت سے تائب بھی ہوئے اور حالت اسلام میں فوت ہوئے۔ایسے دعویداروں کی تعداد سینکڑوں میں ہے ان میں سے چند کے حالات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ حامیم بن من اللہ المحکسی

مراکش صحرا اور تیونس کا علاقہ مغرب کہلاتا ہے یہاں پر زیادہ بربر قبیلے آباد ہیں جن کے رنگ گورے ستوان ناک اور سر کے بال باریک ہیں موسیٰ بن نصیر،طارق بن زیاد اور یوسف بن تاشفین کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔پہلی صدی ہجری میں بنو امیہ کے دور میں یہ

علاقہ اسلام کی کرنوں سے منور ہو چکا تھا۔ ملک مغرب میں ریف کے علاقے میں 313 ہجری میں ابو محمد حامیم بن من اللہ مجکسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ وہ بڑا چرب زبان اور اسلامی علوم کا شناسا تھا پہلے عوام کے سامنے اسلام کے اصولوں کو پیش کرتا تھا لوگ اسکی باتیں غور سے سنتے اپنے مسائل لیکر اس کے پاس آتے ان کے مسائل حل کرتا تنازعات میں ثالث بنتا پھر اسے خواب آنے شروع ہو گئے وہ خواب میں آسمانوں کی سیر کرتا۔ پھر جاگتے میں اسے طرح طرح کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں وہ پریشان ہوتا آہستہ آہستہ وہ ان واردات کا عادی ہو گیا۔ پھر اسے آواز آئی اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز کر دیا ہے۔ اس نے اپنے دعوے کو لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ مختلف تاویلیں کرتا۔ قرآن پاک اور احادیث کے حوالے دیتا، روحانیت کی باتیں کرتا، لوگوں کو آنیوالے واقعات کا ذکر ذو معنی اور مبہم انداز میں کرتا۔ جو بھی واقعہ رونما ہوتا وہ اسے اپنی پیشین گوئی سے منسوب کر دیتا بہت سے جاہل لوگوں نے اسے اللہ کا نبی تسلیم کر لیا۔

تجیت:

اسکی پھوپھی تجیت نامی کاہنہ مشہور تھی اس کے پاس خواتین کا ہجوم لگا رہتا وہ آنے والے واقعات کو اس طرح پیش کرتی کہ لوگ اس کے معتقد ہو گئے وہ جادو بھی جانتی تھی جادو کے عمل سے اس نے مرد و زن کو اپنا پکا معتقد بنا لیا تھا وہ اپنے بھتیجے کو نبی مانتی تھی علاقے کے لوگ تجیت کو نبیہ تصور کرتے تھے اسکا نام حامیم کے حکم سے نمازوں میں لیا جاتا تھا۔

دجوع:

حامیم کی ایک بہن دجوع بڑی خوبصورت اور دل پذیر آواز رکھتی تھی اس نے کہانت اپنی پھوپھی تجیت سے سیکھی تھی کہانت کے علاوہ جادو میں بھی تجیت کی شاگردہ تھی جادو ٹونے، واقعات کی پیشین گوئی اور غیب دانی نے اس خاندان کی نبوت کو بڑا چلایا۔ حامیم کے ساتھ اسکی پھوپھی اور بہن بھی نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے دعوؤں نے

ان کا گھر عوام کی دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا۔

حامیم بن من اللہ مجکسی صرف دعویدار نبوت ہی نہ تھا بلکہ اس نے اپنی شریعت بھی وضع کی تھی اس کی شریعت میں صرف دو نمازیں ادا کرنیکا حکم تھا پہلی طلوع آفتاب کے وقت اور دوسری غروب آفتاب کے وقت۔ رمضان کے روزے ختم کر کے اس نے رمضان کے آخری بدھ اور جمعرات کو دیر تک روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی تھی جسے وہ کلام الٰہی کہتا تھا اسکی آیات نماز کے دوران تلاوت کی جاتی تھیں۔ اسکا ترجمہ یہ ہے "اے وہ جو آنکھوں سے پنہاں ہے مجھے گناہوں سے پاک کر دے، اے وہ جس نے موسیٰ کو دریا سے صحیح سلامت پار کیا میں حامیم پر اور اسکے باپ ابو حلف من اللہ پر ایمان لایا میری عقل، میرا سر، میرا خون، میرا گوشت، میری ہڈی، میرے جوڑ، میرا سینہ سب ایمان لائے ہیں۔ میں حامیم کی پھوپھی تنجیت پر بھی جو ابو حلف من اللہ کی بہن ہے ایمان لایا ہوں"۔

حامیم نے اپنی شریعت کی خلاف ورزی کی بھی سزائیں رکھی ہوئی تھیں مجوبی خلاف ورزی پر چھ راس مویشی کفارہ یا تاوان وصول کر کے بیت المال (لنگر) میں جمع کرایا جاتا اس نے اپنے پیروکاروں پر حج، زکوۃ ختم کر دیا تھا نماز کے لئے وضو ضروری نہ تھا خنزیر کو حلال قرار دیا مچھلی کو بھی ایک خاص طریقے سے ذبح کرنیکا حکم دیا تمام حلال جانوروں کے سر اور انڈے کھانے کی سخت ممانعت تھی۔ مریدوں کو اس خاندان سے اس حد تک عقیدت تھی کہ خشک سالی میں حامیم کی پھوپھی اور بہن کے توسل سے باران رحمت کی دعائیں مانگتے اس نے اپنے پیروکاروں کی ایک فوج بھی بنائی تھی چنانچہ مریدوں کے ایک قبیلہ معمودہ نے اس کذاب خاندان کی مخالفت کی تو ان میں لڑائی چھڑ گئی 319 ہجری میں وہ اس لڑائی میں مارا گیا البتہ کچھ عرصہ تک لوگ اس کے عقائد اور شریعت کے پیروکار رہے پھر آہستہ آہستہ اصل اسلام کی طرف لوٹ آئے کچھ عرصے کے بعد اسی خاندان میں عاصم بن جمیل نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ لیکن بہت کم لوگ اسکی نبوت پر ایمان لائے کچھ عرصہ

کے بعد عاصم بن جمیل اپنی نبوت کے ساتھ ختم ہو گیا۔

۲۔ اصفر بن ابوالحسین تغلبی

حران اور نصیبین کے درمیان راس عین ایک مشہور شہر تھا اس میں اصفر بن الحسین تغلبی نامی شخص مطالعہ کا شوقین تھا وہ پانچوں وقت کا نمازی متقی پرہیز گار اور اعلیٰ اخلاق کا حامل تھا اس نے احادیث کی کتابوں میں پڑھا کہ آخر زمانہ میں حضرت مسیح بن مریم اس دنیا میں دوبارہ نزول فرمائیں گے دجال سے جنگ کریں گے اور دنیا میں امن قائم کریں گے۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت پر سوچتا رہا اس کے دل میں شیطانی خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس منصب پر فائز کر سکتے ہیں لیکن کتب سے رجوع کیا تو ان نشانیوں پر پورا نہ اترتا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بیان کی گئی ہیں وہ مسیح بن مریم نہ ہے جسے آسمانوں پر اٹھالیا گیا اس خیال نے اسے بڑا پریشان کیا۔ وہ رات کو اٹھ بیٹھتا اور چراغ کی روشنی میں کتابیں کھول کر بیٹھ جاتا وہ ہر صورت میں عوام کا پیشوا بننا چاہتا تھا آخر 439 ہجری میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے ان لوگوں کو بتایا جو کبھی کبھی اس سے مذہبی گفتگو کرنے آتے تھے کہ کتابوں میں جس موعود کے آنے کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں۔

عوام صرف باتوں سے متاثر نہیں ہو سکتے وہ جادو بھی جانتا تھا شعبدہ بازی کا ہنر بھی اس نے سیکھا ہوا تھا غیب دانی دعوؤں میں سب سے بڑا ہتھیار ہوتا ہے وہ غیب دان بن گیا۔ فرشتے، وحی، الہام سب کچھ کہتا جو نبوت کے لئے ضروری تھا لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس کے گرد جمع ہو گئی اس نے سابقہ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی طرح اپنی کارروائیوں کا ہدف مسلمانوں کی بجائے عیسائیوں کو بنایا۔ وہ عزت دولت اور اقتدار سب کچھ چاہتا تھا اس نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ایک پرچم لہرایا اور پھر لشکر کا رخ روم کی سرحد کی طرف کر دیا۔ اس کے پیروکار اسکی نبوت کے نعرے مارتے ہوئے روم کی سرحد پر پہنچے گھمسان کی جنگ ہوئی

رومی سپاہ محاذ سے بھاگ گئی اصفر کے لشکر کو بے پناہ مال غنیمت ہاتھ آیا وہ فاتح کی حیثیت سے اپنے علاقے میں واپس آیا اب راس عین اور اس کے گرد و نواح کے علاقے پر اس کی حکومت تھی روم کی لڑائی سے مال و دولت کی ریل پیل ہو گئی۔

پورے علاقے میں جشن فتح منایا گیا اسکے پیروکاروں کی تعداد میں اس فتح سے مزید اضافہ ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ فوج لیکر روم پر چڑھ دوڑا رومی بھاگ گئے مال غنیمت کو لیکر واپس آیا تو اس کے استقبال کے لئے پورا شہر جمع تھا۔ لوگ اصفر رسول اللہ کے نعرے پکار رہے تھے۔ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد بھی اس کے پاس وافر مال موجود تھا اس نے قصر نبوت کی تعمیر کی کچھ عرصہ بعد اس کے عقیدت مندوں نے پھر فرمائش کی کہ روم پر حملہ ہونا چاہیے اور اس بار سرحد سے رومیوں کو بھگا کر واپس نہیں آنا چاہیے بلکہ رومی علاقے میں آگے بڑھ کر شہر پر قبضہ کرنا چاہیے جہاں حسین عورتیں آباد ہیں۔ چنانچہ اصفر نے بڑی تیاری کے ساتھ پھر لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اس بار سرحد پر جنگ کی بجائے رومی علاقے میں پیش قدمی ان کا ہدف تھا چنانچہ اصفری سپاہ رومی سرحد سے آگے بڑھی اور ایک سرحدی شہر پر قبضہ کرلیا رومیوں نے ہتھیار ڈال دیے اصفر کی فوج نے نہ صرف رومی شہر کو لوٹا بلکہ رومی عورتوں پر قبضہ کر کے انہیں کنیز بنالیا۔ واپسی پر ان رومی عورتوں کو راس عین لایا گیا سپاہیوں نے تقسیم کے بعد جو رومی عورتیں بچیں انہیں عوام کو فروخت کیا گیا۔

تمام واقعات کی اطلاع قیصر روم کو دی گئی اس نے دربار میں ایک اجلاس منعقد کیا اس نے فوج کشی کی بجائے دیار بکر کے حکمران نصر الدولہ بن مروان کو اپنے سفیر کے ذریعے خط بھیجا جس میں تحریر تھا۔ ”آپ سے ہمارے تعلقات نہایت خوشگوار تھے لیکن اصفر نے تمہاری مملکت میں رہ کر ہماری سرحد پر آکر کئی بار خونریز اقدام کئے اس نے ہمارے لوگوں پر جو ظلم ڈھائے آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اگر آپ ہمارے درمیان خوشگوار تعلقات ختم کرنا چاہتے ہو تو ہمیں مطلع کر دو تاکہ ہم بھی حالات کے مطابق فیصلہ کر سکیں ورنہ اس شخص کا کچھ

انتقام کرو"۔

قیصر روم کا ایلچی خط لے کر نصر الدولہ کے دربار میں پہنچا تو اتفاق سے اصفر کا قاصد بھی اسکا خط لیکر دربار میں موجود تھا اس خط میں اصفر نے رومیوں کے خلاف جنگ ترک کرنے پر سخت تنقید کی تھی یہ بڑی عجیب صورتحال تھی ایک طرف رومیوں کی دھمکی اور دوسری طرف اصفر کی دھمکی۔ نصر الدولہ نے خط وصول کر کے رومی سفیر کو قیصر روم کے لئے خلعتیں اور تحائف دیکر باعزت رخصت کیا اور مناسب فیصلہ کرنے کا وعدہ بھی سر دربار اس نے سفیر سے کر دیا۔ یہ سب کاروائی اصفر کا قاصد دیکھ رہا تھا اسے بھی خط وصول کر کے رخصت کیا شام کو اس نے اپنے خاص مصاحبوں کا اجلاس بلایا اس میں دونوں طرف سے دھمکیوں پر غور کیا گیا ایک طرف بڑی سلطنت روم تھی دوسری طرف گمراہ اور کذابوں کا ٹولہ۔ انہوں نے غور کیا کہ اگر رومیوں کی شکایت کے مطابق اصفر کی سرگرمیوں کو نہ روکا گیا تو یہ شخص خود ان کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتا ہے اسکی طاقت کمزور ہے اور رومی زیادہ طاقتور ہیں اس لئے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ اصفر کے خلاف کاروائی کی جائے لیکن یہ کاروائی بڑی حکمت عملی سے ہو تا کہ ملک میں مذہبی فساد نہ پھیلے فوجی آپریشن سے گریز کیا گیا۔

منصوبہ کے مطابق نصر الدولہ نے بنو نمیر کے چند افراد کو بلا کر انہیں انعامات اور تحائف سے نوازنے کے بعد کہا کہ اصفر نے رومیوں کو ہمارے خلاف مشتعل کیا ہوا ہے ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ رومیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اصفر کے خلاف بھی فوجی اپریشن سے خاطر خواہ نتائج نہ نکلیں گے اس لیے کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ اسے چکر میں دے کر گرفتار کر کے ہمارے سامنے لے آؤ ہم تمہیں مزید انعامات دیں گے۔ چنانچہ یہ افراد اصفر کے پاس جا کر اس کے عقیدت مند بن گئے اور اتنے قریب ہوئے کہ تھوڑے عرصے میں اس نے انہیں اپنے خاص مقربین میں شامل کر لیا اب اصفر نے ان کو اپنے خصوصی دستے میں بھی شامل کر لیا جس کے جلو میں اصفر سفر کرتا تھا۔ ایک بار اصفر ان کے ساتھ ان کی

حفاظت میں جا رہا تھا اس کے نزدیک ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا یہ شہر سے دور جا رہے تھے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا بنونمیر کے ان جوانوں نے موقع پا کر اصفر کو پکڑ لیا رسیوں سے باندھ کر نصر الدولہ کے پاس لے آئے نصیر الدولہ نے اسے قید میں ڈال کر قیصر روم کو مطلع کیا قید میں ہی اصفر اگلے جہان چل بسا اس کے پیروکار بھی اس کی موت کے بعد منتشر ہو گئے۔

۳۔ رشید الدین ابوالحشر سنان

قلعہ الموت پر باطنوں کی حکومت 186 سال رہی محمد ثانی بن حسن ثانی باطنی کے دور میں شام کے باطنیوں نے رشید الدین ابوالحشر سنان کو اپنا پیشوا بنالیا یہ گفتگو کا ماہر اور ضروری علوم سے آراستہ تھا اس نے عقید تمندوں کی کثرت دیکھ کر ایک روز دعویٰ کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے منصب پر سرفراز ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے اس نے ایک کتاب بھی ترتیب دی تھی جسے وہ آسمانی اور الہامی کتاب کہتا تھا۔ باطنی اس کو نبی تسلیم کر کے ہر امر میں اسکی اطاعت کرتے تھے۔

سنان اپنے آپ کو اس علاقے کا حکمران بھی سمجھتا تھا اس نے بیت المقدس کے عیسائی حکمران شاہ اموری کے پاس اپنا سفیر بھیجا ان دنوں بیت المقدس کے حالات بڑے مخدوش تھے سفیر کو متعصب عیسائیوں نے قتل کر دیا۔ قتل کی اطلاع سنان کو ملی تو اس نے شاہ اموری کو پیغام بھیجا کہ قاتل کو ان کے حوالے کیا جائے شاہ اموری نے اس مطالبہ کو نہ صرف رد کیا بلکہ پیغام لے جانے والے قاصد کو بھی دھکے دے کر دربار سے نکال دیا قاصد واپس شام آیا سنان کے علم میں سارے واقعات لائے گئے۔ فدائین تیار کیے گئے پہلے فدائین کے خنجر مسلم زعما پر چلتے تھے اب عیسائی ان کا نشانہ بننے لگے چنانچہ فرانس کا ایک عیسائی جاگیر دار کنٹراڈ فدائی کے خنجر سے ہلاک ہوا ان دنوں عیسائیوں نے اٹلی کے شہر میلان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اس فوج کا سربراہ فریڈرک بھی فدائی کے خنجر کا نشانہ بنا، فدائیوں نے سلطان صلاح

الدین ایوبی پر بھی حملے کی کوشش کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے بچالیا۔ سنان شام میں باطنیوں کا سربراہ تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے سنان کے ہیڈکوارٹر قلعہ مصیات کا محاصرہ کیا، چاروں طرف منجنیقیں نصب کردی گئیں، کئی ماہ محاصرہ جاری رہا لیکن اپنے ماموں شہاب الدین والی حماۃ کی سفارش پر محاصرہ اٹھالیا۔ سنان کا انجام کیا ہوا؟ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

۴۔ عبدالحق بن سبعین مرسی

قطب الدین ابو محمد عبدالحق بن ابراہیم بن محمد بن نصر بن محمد بن سبعین مرسی ملک مغرب کے ایک قلعہ مریسیعہ میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی، دوسری کتابیں پڑھیں پھر وہ تصوف کے سلسلے میں بیعت ہوا اپنی گفتگو میں نہایت مشکل اور دقیق الفاظ استعمال کرتا تھا اس کی گفتگو میں بڑی علمیت ہوتی۔ اس سے گفتگو کرنے اکابر علما اس کے پاس آتے وہ ان سے ہر موضوع پر حوالوں کے ساتھ گفتگو کرتا ایک بار قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مصر تقی الدین بن دقیق العید چاشت سے لے کر ظہر تک ابن سبعین کے پاس بیٹھے رہے وہ مسلسل گفتگو کرتا رہا علامہ تقی الدین کا بیان ہے کہ وہ ان کے کلام کے منفرد الفاظ تو سمجھتے تھے لیکن مرکبات ان کی سمجھ سے باہر تھے۔

علمائے کرام کی محفل میں دوران گفتگو اس نے کہا امر نبوت میں بڑی وسعت اور گنجائش تھی لیکن ابن آمنہ (حضرت محمد ﷺ) نے فرمایا (میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا) کہہ کر اس میں بڑی تنگی پیدا کردی پھر اس نے خود بھی نبوت کا دعویٰ کردیا۔ اس پر بہت سے اہل مریسیعہ ایمان لے آئے وہ اپنے دعووں میں بڑھتا رہا سحر انگیز اور علمی گفتگو سے لوگوں کو دیوانہ بناتا رہا۔ مریسیعہ سے نکل کر اس کی شہرت دور دور تک پہنچی لوگ باہر سے اس کی زیارت اور سحر انگیز گفتگو سننے آتے نذرانے بھی آنے لگے لیکن وہ بخیل نہ تھا وہ آنے والوں پر

کھل کر خرچ کرتا ان کے لئے قسم قسم کی غذائیں تیار کرواتا اس کے دروازے پر مساکین اور محتاجوں کا جم غفیر لگا رہتا لیکن کسی کو وہ نہ دھتکارتا وہ غریب لوگوں کی مالی امداد بھی کرتا بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے اس نے وظائف مقرر کیے۔

ایک روز وہ اپنے پیروکاروں کے ہمراہ کسی دوسرے شہر میں گیا جو دس دن کی مسافت پر تھا وہ حمام میں گیا حمام کے خادم کو اس نے پیر دھونے کا کہا حمام کے خادم نے ابن سبعین کے پیر دھوتے ہوئے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہو مریدوں نے کہا مرسیعہ سے خادم نے کہا کہ جہاں ابن سبعین زندیق اور ملحد رہتا ہے ابن سبعین نے مریدوں کو اشارہ کر دیا کہ خاموش رہو جواب نہ دو ابن سبعین نے کہا کہ ہم اس مرسیعہ کے رہنے والے ہیں وہ پیر دھوتا جاتا تھا اور ابن سبعین کو گالیاں دیتا جاتا تھا، پھر وہ اس پر لعنت بھیجنے لگا ایک پیروکار سے نہ رہا گیا اس نے کہا کہ جس کے تم پیر دھو رہے ہو وہی ابن سبعین ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے اس کے پیروں کے نیچے ڈال دیا ہے خادم یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا۔ وہ مرسیعہ سے مکہ مکرمہ گیا حاکم مکہ کسی مرض میں مبتلا تھا۔ ابن سبعین کے علاج سے وہ تندرست ہو گیا چنانچہ حاکم اس کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سیمیا اور کیمیا کا ماہر تھا اس نے سونا بنایا اس کو فروخت کر کے اسی ہزار دینار اہل مکہ پر خرچ کیے مکہ میں علماء کی محفل میں وہ مرکزی حیثیت رکھتا تھا مکہ آ کر اس نے اپنے دعوائے نبوت پر کوئی گفتگو نہ کی۔ بہت سی کتابیں اس نے تصنیف کیں جن میں کتاب الاحاطہ، لابد العارف، من رسالۃ العصد، مجلّٰی الجواہر مشہور ہیں۔ یہ کتابیں اس کی فصاحت، بلاغت، علمیت کی دلیل ہیں۔ 668 ہجری میں اس نے فصد کھلوایا لیکن خون بند نہ ہوا زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے وہ دنیا سے رخصت ہوا لیکن اسکا مذہب ملک مغرب میں اس کی رخصتی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

۵۔ ابوالقاسم احمد بن قسی

ملک مغرب میں ایک عالم دین ابوالقاسم احمد بن قسی نے شلبہ قصبے کے نزدیک گاؤں میں نبوت کا دعوئی کر دیا لوگ اس کے پاس آنے لگے وہ قرآن وحدیث کی مختلف تاویلیں کر کے لوگوں کو مطمئن کرتا رہا مراکش پر یوسف بن تاشفین کا بیٹا علی حکمران تھا۔ شاہ مراکش کو اس کے دعوئی نبوت کی خبر ملی تو اسے اپنے دربار میں طلب کیا ابوالقاسم بن قسی نے بادشاہ کے سامنے اپنے دعوئی کا انکار کر دیا وہ اسے مطمئن کر کے واپس آیا تو لوگوں کو کہنے لگا کہ بادشاہ اسکی نبوت پر ایمان لے آیا ہے۔ اس گمراہ کن بیانات سے اسکی جمعیت میں اضافہ ہو گیا لوگ اسکی مالی مدد بھی کرنے لگے۔ عوام کے نذرانوں سے اس نے ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کرائی یہ مسجد اسکا مرکز بنی اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا کہ اس نے شلبہ شلب الیلہ اور مزیلہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس کا فوجی سردار محمد بن وزیر اسکا مخالف ہو گیا اس کے ماتحت فوجیوں نے ابن قسی کی نبوت سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ ابن قسی کو منصوبہ کا پتہ چلا تو وہ بھاگ کر شاہ مراکش عبدالمومن کے پاس چلا گیا ان دنوں علی بن یوسف تاشفین کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔

نئے حکمران عبدالمومن نے ابن قسی سے اسکے دعوئی نبوت کے بارے میں پوچھا ابن قسی کے مفسدہ خیالات میں اب پختگی آچکی تھی وہ سوال کی نوعیت کو سمجھ گیا اسکی زندگی خطرہ میں تھی اس نے بڑی ہوشیاری سے جواب دیا کہ جس طرح صبح کی دو قسمیں ہیں صبح صادق اور صبح کاذب اسی طرح نبوت بھی دو طرح کی ہے صادق اور کاذب میں نبی ہوں لیکن نبی کاذب۔ عبدالمومن سمجھ گیا کہ ابن قسی دھوکہ باز ہے عوام کو لفظوں کی ہیرا پھیری سے گمراہ کر رہا ہے۔ اس نے اسے قید کر دیا جہاں اسے 556 ہجری میں موت نے آلیا۔ اس کے پیروکار تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو گئے لوگ اصل دین کی طرف لوٹ گئے۔

۶۔ راعی شامی

شام کے گاؤں طبریہ میں ایک چرواہا رہتا تھا نمازی تھا مسجد میں درس قرآن میں شرکت کرتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ذکر تفصیل سے درس قرآن میں سنایا گیا تو وہ عصائے موسیٰ پر غور کرتا رہا سورج نکلنے کے بعد وہ جانور چرانے جنگل چلا جاتا۔ ہر چرواہے کے پاس جانوروں کو ہانکنے کے لئے ایک ڈنڈا ہوتا ہے اس کے پاس بھی ایک لاٹھی تھی اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا سانپ کس طرح بن جاتا تھا ایک روز جانور چراتا ہوا اسی خیال میں گم تھا کہ ایک اجنبی شخص کا گزر ہوا۔ اجنبی پیاسا تھا اس نے ایک بکری کا دودھ دوہ کر اسے پلایا وہ بڑا خوش ہوا اس نے اس شخص سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عصے کا ذکر کیا اس شخص نے اسے ایک عمل بتایا اس نے وہ عمل پڑھ کر اپنی لاٹھی کو زمین میں گاڑ دیا۔ پھر اس نے لاٹھی کی طرف توجہ کی اس شخص کی ہدایت کے مطابق لاٹھی کے بارے میں اپنے دماغ میں سوچا کہ لاٹھی نہیں بلکہ درخت ہے اسے لاٹھی کی جگہ ایک درخت نظر آیا وہ کامیاب تھا اس نے گاؤں میں آکر اعلان کر دیا کہ میں وہی ہوں جس کے ظہور کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دی تھی۔ وہ گمراہ ہو چکا تھا اپنے آپ کو نبی اللہ کہتا لوگوں نے معجزے طلب کئے تو اس نے سب کے سامنے لاٹھی کا کچھ حصہ زمین میں گاڑ دیا پھر عمل پڑھا توجہ کی لاٹھی کی جگہ لوگ ایک درخت دیکھ رہے تھے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لے آئے جانور چرانے جنگل میں جاتا تو اس لاٹھی کو گاڑ دیتا۔ وہ درخت بن جاتی وہ گرمی میں اس کے سائے میں بیٹھا رہتا لوگ دور دور سے اسکی زیارت کرنے آتے اس سے دعائیں کراتے وہ اس لاٹھی سے درندوں بھیڑیوں اور دوسرے جانور کو بھی ہانک لیتا۔ سب حیران تھے لاٹھی کے چکر میں وہ لوگوں کو گمراہ کرتا رہا بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس کی موت کے بعد اس کی نبوت بھی اس کے ساتھ ختم ہو گئی علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر دمشقی

المعروف علامہ جابری کے مطابق کوئی شخص اس کی لاٹھی کا راز نہ پاسکا۔

۷۔ احمد بن ہلال حسانی

770 ہجری میں دمشق میں پیدا ہونیوالے احمد بن ہلال حسانی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حلب آیا اور مشہور عالم دین قاضی شرف الدین انصاری سے دیگر کتابیں پڑھیں حلب سے وہ قاہرہ چلا گیا قاہرہ میں اس نے علماء کی محفل میں شرکت کا موقع ملا لیکن وہ خاموشی سے سب کی گفتگو سنتا۔ وہ سوچتا رہتا وہ ایسا عالم دین بننا چاہتا تھا جس کی علمیت کو لوگ زیر بحث لائیں چاروں طرف اسکی شہرت ہو قاہرہ میں اسے مزید کتابیں پڑھنے کا موقعہ ملا ان کتابوں کو پڑھ کر اس کے دل میں خیال جاگزیں ہو گیا کہ ان علماء کے پاس کوئی علم نہیں اور اس کے پاس ان کے علم سے زیادہ علم ہے وہ اپنے آپ کو مجتہد سمجھنے لگا۔ اس کا دل قاہرہ میں نہ لگا وہ حلب واپس آ گیا علماء کی محفلیں ہوتیں وہ اس مجلس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا۔

ایک روز اس نے اس مجلس میں برملا کہہ دیا کہ وہ مجتہد مطلق ہے پھر اس نے علمائے سلف کی تحریروں میں نقائص کا ذکر کیا اس کا یہ رویہ ناقابل برداشت تھا اس کی علمیت پر انگلیاں اٹھیں لوگوں نے حوالہ جات طلب کئے تو اس نے اپنے علم کی بنیاد علم لدنی قرار دیا اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم حاصل کرتا ہے یہ بہت بڑا دعویٰ تھا اہل علم حیران تھے۔ پھر وہ مزید آگے بڑھا دعویٰ کیا کہ وہ دائرہ کائنات کا نقطہ ہے دائرہ کائنات کے بارے میں علمائے طریقت ہی بیان کر سکتے ہیں شیخ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب لسان المیزان جلد اول میں اس کے دعوؤں کی تفصیل بیان کی ہے۔ وہ کہتا تھا کہ

"مجھے حالت بیداری میں آسمانوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام سے حالت بیداری میں ملاقات ہوتی ہے اور بیداری ہی میں ملائکہ سے ہم کلام ہوتا ہوں اسکا دعویٰ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقام تکلیم عطا فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کو مقام تکمیل سے نوازا۔

جبکہ مجھے دونوں مقام بخشے گئے وہ نماز بھی ادا نہ کرتا تھا بے شمار لوگ اس کی باتیں سنکر اسکے پیروکار بن گئے آخر 9 شوال 823 ہجری کو نبوت کا یہ جھوٹا دعویدار اپنے دعوؤں سمیت قبر میں چلا گیا اس کی وفات کے بعد اس پر ایمان لانے والے بھی تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۸۔ حاجی محمد فرہی

سید محمد جونپوری نے 905 ہجری میں جونپور (ہندوستان) میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا بے شمار لوگ اس کے معتقد بن گئے ان میں سے ایک حاجی محمد فرہی بھی تھا جو ہر وقت سید محمد جونپوری کی خدمت میں حاضر رہتا ایک روز حاجی محمد فرہی نے جونپوری سے پوچھا کہ مہدی موعود کے دور میں حضرت عیسیٰ بن مریم بھی تو نزول فرمائیں گے۔ جونپوری نے جواب دیا کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ انہیں امت محمدؐ میں پیدا فرما کر مہدی کے گروہ میں داخل فرما تمام پیغمبروں میں سے صرف عیسیٰ بن مریم کی دعا قبول ہوئی سید جونپوری نے فرہی کا ہاتھ پکڑ کر کہا میرے پیچھے حضرت عیسیٰ ہیں۔ فرہی خاموش رہا، جونپوری کی زندگی میں تو کوئی دعویٰ نہ کیا انکی وفات کے بعد جونپور سے ٹھٹھہ سندھ چلا گیا اور اعلان کر دیا کہ وہ ہی مسیح موعود ہے بہت سے جاہل لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے معاملہ سندھ کے حاکم تک پہنچا آخر حضرت مسیح روح اللہ کے مقام پر اپنے آپ کو فائز کرنیوالا اپنے انجام کو پہنچا اسے حاکم نے قتل کرا دیا اس طرح یہ فتنہ شروع میں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

۹۔ شیخ بھیک

سید محمد جونپوری کے بہت سے مریدوں نے مسیح موعود ہونے کے دعوے کیے۔

احادیث کی روشنی میں امام مہدی کے ظہور اور مسیح بن مریم کے نزول کا ایک ہی دور ہے۔ سید محمد جونپوری کے دعویٰ مہدویت پر ایمان لانے والوں میں یہ شیطانی خیال پیدا ہوا کہ وہ مسیح

موعود ہے چنانچہ اس کے ایک مرید شیخ بھیک نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اسے مسیح تسلیم کر لیا کچھ نے تامل کیا۔ وہ اپنے مرشد سید محمد جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوا، اس سے پوچھا گیا کہ تو اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے؟ شیخ بھیک نے ہاں میں جواب دیا۔ جونپوری نے کہا کہ تجھ کو عیسیٰ کس نے بنایا؟ اس نے کہا جس نے آپ کو مہدی بنایا۔ جونپوری نے کہا کہ تو جھوٹا مسیح ہے کیونکہ تیری ماں تو فلانی تھی۔ آنے والے مسیح تو مریم کے فرزند ہوں گے۔ پھر اسے ڈانٹ کر کہا کہ اگر تو مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر بضد رہا تو تو کافر ہو جائے گا۔ شیخ بھیک جواب دیے بغیر اُٹھ آیا۔ کئی روز تک سوچتا رہا پھر اپنے دعویٰ سے رجوع کر کے شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ جونپوری نے پوچھا اب بالائے آسمان سے کس طرح اُتر آئے؟ شیخ بھیک نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی ایک مقام تھا۔

۱۰۔ شیخ محمد خراسانی

سید محمد جونپوری کے ایک اور مرید شیخ محمد خراسانی نے سندھ میں جا کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ سندھی بہت متاثر ہوئے بعض نے اسے مسیح علیہ السلام مان لیا اور بعض نے انکار کر دیا۔ معاملہ حاکم سندھ تک پہنچا شیخ محمد خراسانی کو گرفتار کر کے حاکم کے سامنے پیش کیا گیا۔ سوالات و جوابات ہوئے، اس نے تسلیم کیا کہ وہ مسیح موعود ہے کیونکہ مہدی کے ظہور کے ساتھ مسیح کا ہونا ضروری ہے۔ آخر حاکم کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا اور یہ فتنہ بہت جلد حکمرانوں کی مداخلت سے ختم ہو گیا۔

۱۱۔ ابراہیم بزلہ

سید محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا وہ جونپور سے گجرات اور دکن کے علاقوں میں گیا لوگ اس کو مہدی ماننے لگے حتیٰ کہ احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ نے اسے

مہدی تسلیم کرلیا۔اس کی مخالفت بھی ہوئی، وہ مقام تبدیل کرلیا۔لاکھوں افراد اس کے دعویٰ پر ایمان لے آئے۔ان میں سے کئی افراد نے مسیح علیہ السلام ہونے کا دعویٰ بھی کیا جن میں سے چند کا ذکر پچھلے صفحات پر کیا گیا ہے ان مریدوں میں ابراہیم بزلہ بھی تھا۔وہ خاص مقام حاصل کرنا چاہتا تھا۔وہ سوچتا رہتا تھا۔ایک روز جونپوری کے ایک خاص مرید اور خلیفہ میاں خوندمیر نے ایک مکاشفہ بیان کرتے ہوئے اس ابراہیم بزلہ کو چونکا دیا۔خوندمیر نے بیان کیا کہ میں آج رات بتوجہ تمام بیٹھا تھا اور میراں جی کو بچشم خود دیکھتا تھا۔میں نے پوچھا کہ میراں جی مہتر عیسیٰ کس وقت آئیں گے؟ فرمایا نزدیک۔میں نے پوچھا آپ کے ساٹھ سال بعد آئیں گے؟ فرمایا نزدیک۔میں نے پوچھا آپ کے پچاس سال بعد آئیں گے؟ فرمایا نزدیک۔پوچھا آپ سے چالیس سال بعد آئیں گے؟ کہا نزدیک۔پھر پوچھا تیس سال بعد آئیں گے؟ فرمایا نزدیک۔پوچھا دس سال بعد؟ کہا نزدیک۔اس کے بعد اشارہ کیا فرمایا یہ دیکھو مہتر عیسیٰ حاضر ہیں۔خود ان سے پوچھو میاں خودمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور بہتسی باتیں دریافت کیں۔لیکن یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ کب تشریف لائیں گے؟ اس بیان کو سن کر ابراہیم بزلہ نے یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں اپنے مرشد سید جونپوری کے ملفوظات بیان کرتا۔کچھ لوگوں نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کیا لیکن اکثریت نے اس کی مذمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم بزلہ اپنے دعویٰ کے ساتھ روپوش ہو گیا۔

22

بایزید روشن جالندھری

بایزید 931 ہجری میں عبداللہ انصاری کے گھر جالندھر (بھارتی پنجاب) میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد سے حاصل کر کے دوسری دینی کتابیں پڑھیں والد کا روزگار کاشتکاری تھا بایزید اپنے والد کے ساتھ جالندھر کے نزدیک کھیتوں میں چلا جاتا وہ اپنے والد کا نہایت فرماں بردار تھا شام کو گھر آتا نماز کا پورا پابند تھا ہر وقت غور وفکر میں لگا رہتا کبھی کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا اہل علم سے آسمان کے بارے میں پوچھتا سورج اور چاند پر غور کرتا کھیتوں میں کھیتی کے طور طریقوں پر غور کرتا کہ کس طرح گندم کے دانے کھیت میں ہل چلانے کے بعد ڈالے جاتے ہیں چند دنوں میں پودے نکل آئے پھر بڑھے گندم کے خوشے لگے پھر گندم کٹی اور لوگوں کی غذا بنی۔

وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا خدمت گزار تھا وہ اپنے کھیت کے علاوہ دوسروں کے کھیتوں کا بھی خیال رکھتا تھا گندم کی فصل اٹھانے کے وقت وہ محتاجوں میں تقسیم کرتا۔ اسکا والد نہایت کنجوس تھا وہ مخالفت کرتا لیکن وہ والد سے چھپ کر غریبوں، مسکینوں کو گندم دے دیتا محلہ میں وہ بیواؤں، بوڑھی عورتوں کے کام کرتا کنویں سے انہیں پانی لا کر دیتا ایک غریب عورت کا گھڑا گر کر ٹوٹ گیا تو اس نے اپنے گھر سے گھڑا لا کر دیدیا۔ اسے بازار سے سودا سلف بھی لا کر دیتا وہ محلہ میں نہایت پارسا متقی اور عوام کا خدمت گزار مشہور تھا۔ رات کو

وہ ساری رات عبادت کرتا رات گئے وہ مصلّی پر نماز پڑھ رہا ہوتا تو اسے ماں باپ آرام کے لئے کہتے لیکن وہ مصلّی سے اٹھ کر چارپائی پر لیٹ جاتا اور لیٹے لیٹے تسبیح پڑھتا رہتا پھر سو جاتا صبح سویرے اٹھتا تہجد کے نوافل پڑھتا اور محلے کی مسجد میں فجر کی نماز باجماعت پڑھتا۔ پھر گھر آ کر تلاوت قرآن پاک کرتا اور سورج نکلنے پر نفل پڑھتا اور ناشتہ کرنے کے بعد کھیتوں میں نکل جاتا۔

اس کی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزر رہی تھی اس کے رشتہ داروں میں خواجہ اسماعیل نامی شخص جالندھر میں صاحب شریعت کے ساتھ صاحب طریقت بھی تھا بہت سے لوگ ان کے مرید تھے بایزید بھی ان کی محفل میں جانے لگا جہاں عرفان و سلوک کی گفتگو ہوتی وہ ان کا مرید بننا چاہتا تھا لیکن خواجہ اسماعیل نے اسے کہا کہ اپنے والدین سے اجازت لے لو اس نے اپنے والد عبداللہ انصاری سے خواجہ اسماعیل سے بیعت ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے سخت مخالفت کی والد نے اسے کہا کہ مسلمان ہونے کے لئے کسی بزرگ کی بیعت ضروری نہیں اگر بیعت ہی ہونا چاہتے ہو اور طریقت میں قدم رکھنا چاہتے ہو تو ملتان چلے جاؤ اور بہاء الحق سہروردی کی اولاد میں سے کسی سے بیعت کر لو۔ بایزید نے اپنے والد کو کہا کہ بزرگی موروثی منصب نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور شخص کی ذاتی ریاضت ہے والد کی باتوں نے بایزید کو بہت مایوس کیا۔ اس کے والد کاشتکاری چھوڑ کر پہاڑی علاقے کالی کرم چلے گئے تھے جہاں وہ تجارت کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد بایزید بھی اپنی والدہ کو لیکر کالی کرم پہنچا اور والد کے ساتھ تجارت شروع کر دی کالی کرم میں انہوں نے گھوڑوں کی تجارت سے کافی دولت جمع کر لی پھر وہ سمرقند چلا گیا کئی برس سمرقند رہا وہاں بھی گھوڑے کی تجارت کرتا رہا وہ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں اور کافی سامان کے ساتھ ہندوستان کے شہر کالنجر آیا۔ کرائے کا مکان میں وہ کچھ عرصہ رہا پھر اس نے اپنا مکان خرید لیا عبادت گزار وہ پہلے ہی سے تھا کالنجر میں وہ کسی خدا رسیدہ بزرگ کی تلاش میں رہا سلیمان کالنجری ان دنوں مشہور بزرگ تھا جہاں اس

کے مکان پر لوگوں کا مجمع رہتا سلیمان کی باتوں میں جادو تھا لوگ رات گئے تک اسکی گفتگو سے لطف اندوز ہوتے بایزید کو ایسے میں بزرگ کی تلاش تھی وہ اس کے قریب ہو گیا تھا صبح ناشتہ کرتے ہی وہ سلیمان کے آستانہ پر آجاتا اور رات گئے واپس گھر آتا۔

سلیمان کالنجری کی زیادہ گفتگو رب ذوالجلال کے بارے میں ہوتی تھی اس گفتگو کو وہ بستر پر لیٹا ہوا غور کرتا رہتا اور پھر سو جاتا اس گفتگو کا نچوڑ یہ ہوتا کہ بعض اوقات انسان فعل میں آزاد نہیں ہوتا غیر مرئی قوت اس پر حاوی ہو جاتی ہے وہ فعل انسان کا فعل نہیں رہتا بلکہ غیر مرئی قوت کا فعل بن جاتا ہے۔ سلیمان قرآن کی آیات کا حوالہ بھی دیتا وہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ ہم نے پھینکی یہ کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ سلیمان کے مطابق یہ غیر مرئی قوت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بندے میں حلول کر آتی ہے بایزید بھی حلول اور تناسخ کا قائل ہو گیا تھا جب وہ نئے عقائد کے ساتھ کالنجر سے کالی کرم (موجودہ کرم ایجنسی) لوٹا تو ان کا ذکر اپنے والد سے کیا عبداللہ کنجوس ضرور تھا لیکن راسخ العقیدہ مسلمان تھا ایک روز دونوں باپ بیٹے میں ان عقائد پر تکرار ہو گئی بات یہاں تک بڑھی کہ عبداللہ انصاری نے اپنے بیٹے بایزید پر چھری سے حملہ کر دیا۔ ماں بیچ میں آگئی ورنہ عبداللہ اپنے ملحد بیٹے کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

بایزید کا باپ عبداللہ انصاری اسکا دشمن ہو گیا تھا باپ نے بیٹے کو گھر سے نکال دیا اس نے چوری چھپے اپنی والدہ سے سفر کا خرچہ لیا اور ننگر ہار چلا آیا۔ پھر مہمند چلا گیا جہاں ایک بااثر شخص سلطان احمد کے مکان پر بطور مہمان رہا اب شیطان اس پر مسلط ہو چکا تھا اسے نہ نظر آنے والی قوتوں کی آواز بھی آتی تھیں اس نے اپنے عقائد کے بارے میں اظہار کیا تو لوگ اس کے مخالف ہو گئے قریب تھا کہ وہ قتل ہو جاتا وہ چپکے سے مہمند سے نکلا اور کسی مسافر کے ساتھ گدھے پر سوار ہو کر پشاور کی طرف چل پڑا۔ پشاور کے قریب غوریا خیل پٹھان قبائل میں رہنے لگا عبادت گزارتو تھا ہی یہاں کوئی عالم نہ تھا۔ سیدھے سادھے مسلمان تھے

جو مہمان نوازی میں مشہور تھے ان میں سے اکثریت اسکی معتقد بن گئی اسی کی شہرت بڑھتی گئی اسکا حلقہ ارادت وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ خلیل قوم کے پٹھانوں کی اکثریت کا وہ بے تاج بادشاہ بن گیا۔ اس کے گرد ہر وقت اس کے عقیدت مندوں کا مجمع لگا رہتا ہشت نگر اس کا مرکز بن گیا تھا قرآن پاک سے حقائق و معارف بیان کرنے میں بایزید طولیٰ رکھتا تھا عبارت اور الفاظ گویا اس پر نازل ہو رہے ہوتے اس کی محفل میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی بعض لوگ کھڑے اسکا بیان سنتے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے سامعین کو مسحور کر دیتا اس کے خیالات منصور حلاج سے ملتے جلتے تھے جسے عباسی خلیفہ کے دور میں بغداد میں پھانسی پر لٹکایا گیا ہشت نگر میں ایک عالم دین اخوند درویزہ سے اسکا مناظرہ ہوا جس میں ہشت نگر کے اطراف کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ بایزید بہت سے سوالوں کے جواب نہ دے سکا دونوں فریق اپنی اپنی فتح کا دعویٰ کر کے اپنے اپنے مرکز کی طرف چلے گئے اس مناظرہ سے بایزید کو فائدہ ہوا اسکی شہرت سرحدی علاقوں سے نکل کر کابل تک جا پہنچی جہاں مغل اعظم جلال الدین اکبر شہنشاہ ہند کی طرف سے محسن خان کابل کا گورنر تھا وہ اپنے اہم رفقا کے ساتھ ہشت نگر آیا اور بایزید سے ملاقات کی۔ چند سوالات کئے جسکا بایزید جواب نہ دے سکا محسن سمجھ گیا کہ یہ شخص مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے اسے گرفتار کیا اور اپنے ساتھ کابل لے جا کر قید خانہ میں قید کر دیا وہ کئی برس قید میں پڑا رہا اس نے کابل کے عامل / گورنر کو اپنے عقائد کی اصلاح اور تائب ہونے کا پیغام بھیجا آخر اسے رہا کر دیا گیا وہ ہشت نگر واپس آیا اور اپنے مریدوں کو یقین دلایا کہ گورنر بھی اسکا معتقد ہو گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکا منصب بڑھا دیا ہے یہ گرفتاری اسکی آزمائش تھی جس میں وہ پورا اترا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت پر سرفراز فرما دیا ہے۔

اس کی گفتگو عام آدمی کو لاجواب کر دیتی تھی ایک روز اس نے بھرے مجمع میں اعلان کی کہ کلمہ شہادت پڑھئے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائی

عبادت لائق نہیں یہ کیسی گواہی ہے جس نے خدا کو دیکھا نہیں۔ پہچانا نہیں جو کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے کیونکہ جو خدا کو دیکھتا نہیں وہ اسکو پہچانتا بھی نہیں۔ یہ بیان سن کر لوگوں نے اس پر غور شروع کر دیا اسکا دعویٰ تھا کہ وہ خالق کون و مکاں کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھتا ہے اسے پہچانتا ہے۔ جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر اسکے پاس آتے ہیں جبرائیل بالمشافہ اس سے گفتگو کرتا ہے اس نے عربی، فارسی، ہندی اور پشتو میں خیر البیان کے نام سے ایک کتاب لکھی اسے وہ کلام الٰہی کہتا تھا اس کا کہنا تھا کہ اس میں صرف وہی باتیں لکھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب کر کے کہیں۔

بایزید ایک طرف تو نبوت کا دعویدار تھا اور کلام الٰہی جبرئیل کے ذریعے اس کے پاس پہنچنے کا بیان کرتا تھا لیکن بعض موقعوں پر اپنے آپ کو صرف پیر کہتا تھا اس نے ایک موقعہ پر اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے روشن پیر کے لقب سے نوازا ہے اس لئے سب اسے روشن پیر کہیں وہ تصوف کے معاملات کچھ اس طرح سے بیان کرتا کہ لوگ سفر چھوڑ کر اسکی محفل میں اسکی باتیں سنتے اس نے اپنی سوانح حیات پر مشتمل ایک اور کتاب لکھی جس کا نام اس نے "حال نامہ" رکھا۔ حال نامہ میں اسکی تصوف کے بارے میں باتیں درج ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

زبان سے کلمہ شہادت کہنا اور اسکی تصدیق کرنا شریعت کا فعل ہے اور زبان کو ہر وقت ذکر خداوندی میں مصروف رکھنا اور دل کو وسوسوں سے پاک رکھنا طریقت کا فعل ہے۔
ماہ رمضان کے روزے رکھنا کھانے پینے سے پرہیز شریعت کا فعل ہے کم خوری کی عادت کرنا اور جسم کو برائیوں سے محفوظ رکھنا طریقت کا فعل ہے مال کی زکوٰۃ اور عشر دینا شریعت کا فعل ہے اور فقیر روزہ دار کو کھانا کپڑا دینا اور مسکینوں کی دستگیری کرنا طریقت کا فعل ہے بیت اللہ کا طواف کرنا اور ہر قسم کے گناہ و لڑائی جھگڑے سے باز رہنا شریعت کا فعل ہے اور خانہ خدا یعنی

دل کا طواف کرنا اور نفس امارہ سے جنگ کرنا اور ملائکہ کی سی اطاعت کرنا طریقت کا فعل ہے ہمیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رہنا۔ اللہ کے سوا ہر چیز کو دل سے دور رکھنا اور جمال دوست کا نظارہ کرنا حقیقت کا فعل ہے نور عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ پانا اور مخلوقات میں سے کسی کو نقصان نہ پہچانا شریعت کا فعل ہے حق کو پہچاننا تسبیح کی آواز سننا اور اس کو سمجھنا وصلت کا فعل ہے اور اپنے وجود کی نفی کرنا۔ ہر فعل کا مصدر ذات باری کو یقین کرنا اور وصال کو سمجھنا قربت کا فعل ہے اپنی ذات کو حق مطلق میں فانی کر دینا اور باقی مطلق ہو جانا اور احد کے ساتھ موحد ہو جانا شر سے پرہیز کرنا توحید کا فعل ہے۔ مسکن اور ساکن ہو جانا صفات باری تعالیٰ اختیار کرنا اور اپنے وصف کو چھوڑ دینا سکونت کا فعل ہے یہ مختلف درجے ہیں، سکونت سے بالاتر کوئی درجہ نہیں۔

قربت، وصلت، وحدت اور سکونت جیسی اصطلاحیں اس نے گھڑ رکھی تھیں جن کے استعمال کا اس کو فن آتا تھا وہ ان مراحل مراتب کو شریعت، طریقت اور معرفت سے افضل خیال کرتا تھا۔ وہ احادیث بھی گھڑنے کا ماہر تھا موقع کے حساب سے واقعہ خود گھڑ کر سامعین کے سامنے پیش کرتا اور علم شریعت سے بے خبر لوگ اسے حدیث سمجھ کر دل و جان سے قبول کرتے تھے۔ اس نے ایک حدیث گھڑی اسے پہلے عربی میں بیان کیا پھر پشتو میں اسکا ترجمہ کیا اور ترجمہ اس طرح کیا کہ ''شریعت رات کی مانند ہے، طریقت ستاروں کی طرح ہے، حقیقت قمر کی طرح ہے، معرفت آفتاب کی مانند ہے اور آفتاب سے برتر کوئی چیز نہیں''۔

بایزید نے شریعت سے طریقت اور معرفت کا راستہ اختیار کیا لیکن وہ بھٹک گیا شیطان اس پر غالب آگیا طریقت سے حقیقت اور فرحت کے ناقابل فہم راستے سے ہوتا ہوا نبوت کا دعویدار بن گیا اس نے لوگوں کو اپنی شریعت پر چلنے کی تلقین کی۔ وہ کہتا تھا کہ جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں اس لئے پیروکار کے علاوہ دیگر مسلمانوں کا ذبیحہ حرام ہے۔

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ وہ آخری وقت تک نماز باقاعدگی سے ادا کرتا رہا لیکن وہ قبلہ کا پابند نہ تھا جدھر منہ کرتا نماز پڑھ لیتا یہی حکم اس نے پیروکاروں کو دیا ہوا تھا اس نے غسل جنابت ختم کر دیا تھا وہ کہتا تھا کہ پانی سے پاک ہونے کی ضرورت نہیں ہوا میں کھڑے ہو جاؤ ہوا لگنے سے بدن خود بخود پاک ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ انسان کے لئے لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عارف ہو اپنی ذات کا عارف ہو اگر ایسا نہیں تو وہ انسان نہیں جانور ہے مرنے والے کے ترکہ کو اسکے وارثوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اپنے مریدوں میں تقسیم کر دیتا۔ اس نے اپنے مریدوں کو حکم دے رکھا تھا کہ راستوں میں بیٹھ جاؤ اور جو اسکے پیروکار نہ ہوں ان کو لوٹ لو ان کو قتل کر دو اس لوٹ مار کے مال سے وہ پانچواں حصہ خود وصول کرتا اور اسے بیت المال میں جمع کرا دیتا۔ وہ کہتا تھا کہ جو خدا شناس نہیں اس کا قتل واجب ہے وہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تین بار حکم دیا کہ میرے ناشناساؤں کو قتل کرو میں نے ہتھیار نہ اٹھائے چوتھی بار واضح حکم آیا تو ان کے خلاف اسکا جہاد جاری ہے۔

بایزید پورے علاقے کو گمراہ کرنے میں مصروف رہا اسکی شہرت سن کر علماء کرام اس کے پاس آتے اس سے سوال کرتے اور پھر چلے جاتے مولانا زکریا ان کے پاس آئے بایزید نے دعویٰ کیا کہ وہ کشف القلوب کا ماہر ہے مولانا زکریا نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ میرے دل میں اب کیا ہے بایزید نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا کہ تمہارے سینے میں دل ہی موجود نہیں مولانا زکریا نے کہا کہ تم مجھے قتل کر دو اگر سینے میں دل موجود ہو تو یہ تمام لوگ تائب ہو کر تمہیں قتل کریں گے۔ بایزید نے کہا کہ جسے تم دل سمجھتے رہے ہو وہ تو گائے بکری اور کتے میں بھی موجود ہے۔ دل سے مراد گوشت کا ٹکڑا نہیں دل اور چیز ہے پھر بایزید نے حدیث کا حوالے دیکر اس کی وضاحت کی مومن کا دل عرش سے زیادہ بڑا اور کرسی سے زیادہ وسیع ہے مولانا زکریا نے پھر اس سے سوال کیا کہ تم کشف القبور کا ماہر اپنے آپ کو بتاتے ہو آؤ قبرستان چلتے ہیں۔ بایزید بہانے کرنے لگا لوگوں نے بایزید سے کہا کہ کھل کر کہو کہ اس کے

پاس جبرائیل امین آتے ہیں اور وہی سب خبریں ان کو دیتے ہیں جاہل لوگ مولانا زکریا کی باتیں نہ سمجھ سکے وہ ناکام اپنے وطن لوٹ گئے اور بایزید لوگوں کو گمراہ کرتا رہا بایزید وادی تیراہ ہشت نگر، ننگرہار اور دوسرے قبائلی علاقے اس کے اطاعت گزار بن گئے وہ یہاں کا حاکم بن بیٹھا تھا اکبر بادشاہ نے اس کے خلاف فوج کشی بھی کی لیکن یہ فوج قبائلیوں کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اکبر نے اور چال چلی اس نے قبائل میں خوب مال تقسیم کرایا سب اکبر کے ولدادہ بن گئے لیکن پیروکار وہ بایزید کے رہے وہ راستوں میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ لیتے۔

آخر صوبیدار کابل کو جلال آیا محسن خان افغانوں کی بڑی فوج لے کر بایزید پر حملہ آور ہوا فریقین میں سخت لڑائی ہوئی بایزید کے ہزاروں پیروکار قتل ہوئے بہت سے پہاڑوں میں بھاگ گئے بایزید نبوت کا جبہ اتار کر فرار ہوگیا اس نے اپنے پیروکاروں کو جمع کر کے اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا جوابی حملے سے پہلی ہی آنجہانی ہوگیا اسکی قبر بھتہ پور کے پہاڑوں پر ہے۔

بایزید 5 بیٹے اور ایک بیٹی بطور وارث چھوڑ کر مرا شیخ عمر، شیخ کمال دین، شیخ خیر دین، شیخ جلال دین، شیخ نور دین اسکے بیٹوں کے نام تھے جبکہ کمال خاتون بیٹی کا نام تھا شیخ عمر اس کا جانشین بنا اس کے مریدوں نے شیخ عمر کی بیعت کر لی اس کے جنازہ میں ہزاروں قبائلیوں نے شرکت کی اب شیخ عمر نے مسند سنبھال کر معتقدوں کو اکٹھا کیا اس سے پہلے شیخ عمر اپنے اقتدار کے لئے کاروائی کرتا۔ یوسف زئیوں نے اخوند درویز کی قیادت میں دریائے سندھ کے کنارے شیخ عمر اور اس کی جمعیت پر حملہ کر دیا جو دریائے سندھ عبور کر کے یوسف زئیوں کے علاقے پر دھاوا بولنا چاہتے تھے۔ زبردست لڑائی ہوئی جس میں شیخ عمر اور خیر الدین اپنے معتقدوں سمیت مارے گئے اسکا چھوٹا بیٹا نور دین ہشت نگر کی طرف بھاگ گیا راستے میں گوجروں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اسکا چوتھا بیٹا جلال الدین گرفتار ہوا اس

واقعہ کی اطلاع مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کو فتح پور سیکری ملی تو اس نے ایک فوجی دستہ بھیجا جو شیخ جلال الدین کو یوسف زئیوں سے چھڑا کر دارالحکومت شہنشاہ اکبر کے پاس لے گیا اس نے شہنشاہ اکبر سے وفاداری کا اعلان کیا اور واپس تیراہ آ گیا لیکن یہاں آ کر اپنے ساتھیوں سمیت مسافروں کو لوٹتا انہیں قتل کرتا اس کی کاروائیوں کی وجہ سے تیراہ سے کابل کا راستہ بالکل بند ہو گیا تھا عوام نے صوبیدار کابل سے شکایت کی۔ دربار اکبری میں اس اہم معاملہ پر غور کیا گیا چنانچہ 994 ہجری کو شہنشاہ اکبر نے اپنے سپہ سالار راجا مان سنگھ راجپوت کی قیادت میں جلال الدین اسکے پیروکاروں کے خلاف ایک فوج بھیجی شیخ جلال الدین کئی برس تک پہاڑی علاقے میں مغلیہ فوج سے لڑتا رہا اس کے بھائی کمال دین کو مغلیہ فوج نے پکڑ کر فتح پور سیکری بھیج دیا جہاں وہ قید خانہ میں ہی ہلاک ہو گیا شیخ جلال الدین تیراہ سے نکل کر غزنی کی طرف چلا گیا جہاں ہزارہ قبائل نے اسے اگلے جہاں پہنچا کر زمین پر امن قائم کیا۔ اس کا سر شہنشاہ اکبر کے پاس دارالحکومت بھیج دیا گیا جلال الدین کے قتل کے بعد بایزید کا جانشین شیخ عمر کا بیٹا احداد بن عمر خلیفہ بنا لیکن وہ مغلوں کا مقابلہ نہ کر سکا ملحدانہ عقائد لوگ چھوڑتے جا رہے تھے۔ 1035 ہجری میں احداد بن عمر بھی شہنشاہ نور الدین جہانگیر کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا اس کے قتل کے بعد اسکا بیٹا عبدالقادر بن احداد خلیفہ بنا۔ اس نے اپنے پر دادا بایزید روشن کے عقائد سے سچے دل سے توبہ کی اسلام میں داخل ہوا یہ شاہ جہاں کا دور تھا شہنشاہ ہندشاہجہاں نے اسے اپنے درباریوں میں شامل کر لیا شیخ جلال الدین کا دوسرا بیٹا الہداد بھی ملحدانہ عقائد سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوا شہنشاہ شاہ جہاں نے اسے رشید خانی خطاب سے نوازا اور چار ہزاری کا منصب بھی عطا کیا اس طرح نصف صدی کے اندر بایزید کی مصنوعی نبوت اپنی موت آپ مرگئی۔

23

سباتائی سیوی

سباتائی ایک یہودی گھرانے میں سمرنا میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک کارخانے میں دلالی کا کام کرتا تھا باپ نے بیٹے کو یہودیت کی مکمل مذہبی تعلیم دلوائی۔ اس نے سمرنا کے ایک یہودی دینی مدرسہ سے توریت، تلمود، اور دوسری دیگر مذہبی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ جب سباتائی تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کی عمر پندرہ سال تھی۔ اس نے حسب دستور وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا جو کہ اس کی شہرت کا باعث بنا۔ اس کے وعظ میں اتنی تاثیر ہوتی تھی کہ اس کے گرد یہودیوں کا جم غفیر رہنے لگا۔ آٹھ نو سال تک کے عرصہ میں وہ یہودیوں میں اتنا مقبول ہو گیا تھا کہ ہر یہودی اس کے حکم کی بجا آوری میں فخر محسوس کرتا تھا۔

ہر دلعزیزی اور مقبولیت نے اس کے ذہن میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیے وہ اپنے آپ کو یہودیوں کا ہمدرد و راہنما سمجھنے لگا۔ یہودی ان دنوں پوری دنیا میں ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہودیوں کی یہ حالت حضرت سلیمان علیہ السّلام کی وفات کے سے ہی شروع ہو گئی تھی حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے رُبعام کی نااہلی کے باعث بنی اسرائیل کی عظیم سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ایک حصہ جو بیت المقدس اور جنوبی فلسطین پر مشتمل تھا آل داؤد کے قبضہ میں رہا اور دوسرا حصہ جو شمالی فلسطین پر مشتمل تھا۔ اس میں ایک مستقل ریاست اسرائیل کے نام سے قائم ہو گئی۔ بعد میں

سامریہ اس کا صدر مقام قرار پایا دونوں یہودی ریاستوں کی حالت اچھی نہ تھی خصوصی طور پر اسرائیل کی ریاست میں شرک وبت پرستی، ظلم وستم فسق وفجور کا زور بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ جب اسرائیل کے بادشاہ اخاب نے صیدا (موجودہ لبنان) کے بادشاہ کی لڑکی ایزابیل سے شادی کرلی تو یہ فساد اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ یہ شہزادی مشرک تھی اخاب بھی اس کے زیراثر مشرک ہوگیا اس نے سامریہ میں بعل کا مندر اور مذبح تعمیر کرایا۔ خدائے واحد کی عبادت کی بجائے بعل کی پرستش شروع کرادی اس طرح اسرائیل کے شہروں میں بعل کے نام پر قربانیاں دی جانے لگیں۔

اسی زمانہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا۔ لیکن بہت کم لوگ حضرت الیاسؑ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔ اسی زمانہ میں بیت المقدس کی یہودی ریاست یہودیہ کے فرمانروا یہورام نے اسرائیل کے بادشاہ اخاب کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اس نے مشرک شہزادی کے اثر سے یہودیہ ریاست میں بھی تمام اخلاقی اور مذہبی خرابیاں پھیل گئیں آخر بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے دونوں ریاستوں پر چڑھائی کر کے انہیں غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کردیا تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو ذلت سے نجات دلائے گا لیکن جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے ان کو مسیح تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور ان کی جان کے درپے ہوئے۔ انہیں اپنے زعم میں پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن نہ تو وہ قتل ہوئے اور نہ ہی صلیب پر چڑھائے گئے۔ قرآن کہتا کہ یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ بنا دیا گیا۔

اس وقت سے یہودی ایک مسیح موعود کے منتظر ہیں ان کے خیال میں جو انہیں ذلت سے نجات دلائے گا جو دریائے نیل سے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث سمجھتے ہیں) انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس میں آباد

کرے گا۔

اپنے گرد یہودیوں کو جمع ہوتا دیکھ کر سباتائی نے یہ اعلان کیا کہ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے چنگل سے یہودیوں کو نکالے گا اس اعلان کا ہونا تھا کہ دور دور سے یہودی سباتائی کو اپنا رہنما سمجھ کر اس کے پاس آنے لگے۔ سباتائی نے 1666ء میں یہ اعلان کر دیا کہ وہ ہی مسیح موعود ہے ہزاروں یہودی اس پر ایمان لے آئے لیکن ایک روز فرط جذبات میں آکر سباتائی نے رب عظیم کا نام "یہواہ" برسر عام لے دیا۔ یہواہ رب العزت کا وہ نام ہے جسے صرف ان کا پیشوائے اعظم عید فسح کے موقع پر ہر سال میں ایک بار زبان پر لاتا ہے یہودیوں کے نزدیک یہ رب کا اصل نام ہے اور انسان ان کے نزدیک ناپاک ہے اس لئے رب کا یہ نام کسی کو نہ لینا چاہیے۔ ان کے نزدیک اس نام کے لینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے جب سباتائی نے یہوواہ کا نام لیا تو یہودی مذہبی حلقوں میں تہلکہ مچ گیا۔ یہودی مذہبی رہنماؤں نے سباتائی کو آکر سمجھایا کہ اس نے کفر کیا ہے تو سباتائی نے بے ساختہ کہا "مجھے خدائے اسرائیل نے اپنا مخصوص پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے خاص طور پر اپنا جلالی نام ورد زبان کرنے کا اختیار دیا ہے"۔ یہودیوں نے دیکھا کہ سباتائی یہودیوں میں فساد پھیلا رہا ہے تو انہوں نے اسے یہودیت سے خارج اور واجب القتل ہونے کا فرمان جاری کر دیا۔ جب یہودی علماء اس کے پیچھے پڑ گئے تو سباتائی اپنے پیروکاروں کو لیکر ترکی کے شہر سلونیکا آ گیا جہاں یہودیوں کی خاصی آبادی تھی اس شہر میں آکر اس نے اپنے مذہب کا پرچار شروع کر دیا۔ یہودی علماء نے سباتائی اور اس کے پیروکاروں کو دونمہ (خارجی) قرار دے دیا۔ اس وقت سے اس گروہ کا نام "دونمہ" مشہور ہوا۔

سباتائی نے نہ صرف دعوے تک اپنے مذہب کو رکھا بلکہ کچھ اس میں تبدیلیاں بھی کیں سباتائی نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا کہ جو مرد اپنی بیوی سے ناخوش ہو وہ اسے چھوڑ کر دوسری شادی کرلے تاکہ یہ خدائی اصول پورا ہو کہ شادی کی زندگی خوشگوار ہو اس حکم کے

ملتے ہی سباتائی کے پیروکاروں نے اپنی بیویوں کو طلاقیں دینا شروع کر دیں۔ سباتائی سلونیکا سے یونان گیا پھر اٹلی اور مختلف ملکوں سے ہوتا ہوا بیت المقدس پہنچا جہاں اس کی ملاقات ناتھن نامی ایک یہودی سے ہوئی جو بڑی جودت طبع کا مالک تھا۔ بات چیت ہوئی دونوں مذہب کے معاملہ میں ہم خیال پائے گئے اب ناتھن نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مسیح موعود کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے سباتائی اس وقت شہر غزہ میں تھا وہاں اسے بہت کامیابی ہوئی بہت سے یہودی مسلمانوں اور عیسائیوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے سباتائی پر ایمان لے آئے ادھر سباتائی پھر سمرنا جا پہنچا ناتھن ان دنوں دمشق میں تھا اس نے وہاں سے مختلف ملکوں میں مسیح موعود کے مبعوث ہونے کے بارے میں خطوط لکھے۔ چاروں طرف سے یہودی سباتائی کو مسیح موعود سمجھ کر اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہودیوں میں اتنا جوش و خروش پیدا ہو گیا کہ انہوں نے اپنا کاروبار بھی بند کر دیا۔ یہودی سباتائی کے پاس دیوانہ وار آنے لگے اٹلی ہالینڈ اور جرمنی سے بھی یہودی مسیح موعود کی زیارت کو آنے لگے سباتائی سمرنا سے قسطنطنیہ آگیا یہ سلطان محمد رابع کا عہد خلافت تھا۔ جس کا دار الخلافہ اورنہ تھا جب سلطان کو سباتائی کے فتنہ کا علم ہوا تو سلطان نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا سلطان نے سباتائی سے کہا جب تم مسیح موعود ہو تو مسیح کی طرح معجزے بھی دکھا سکتے ہو؟ جواب دیا بے شک میں معجزے دکھا سکتا ہوں سلطان نے کہا اچھا میں اپنے تیر اندازوں کو حکم دیتا ہوں کہ تمہیں اپنے تیر ماریں اگر تیروں نے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا تو واقعی تم مسیح موعود ہو سلطان کی یہ تجویز سن کر سباتائی کے ہوش و حواس جاتے رہے اسے اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر سلطان سے یوں عرض کی۔

"خلیفۃ المسلمین ان تمام سرگرمیوں سے میرا حقیقی مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو خدا کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کی طرف بلاؤں اور کلمہ طیبہ سے ان کو مانوس کروں یہی پاک کلمہ میرا شعار ہے میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ محض

ہنگامہ آرائی اور لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے کیا تھا"۔

یہ بیان سن کر بہت سے یہودی سباتائی کے مخالف ہو گئے اور بہت سے پیروکاروں نے اس کی تاویلات شروع کر دیں۔ بعد میں خلیفہ نے اسے بلغراد کے قلعہ میں نظر بند کر دیا جہاں وہ 1676ء میں اس دنیا سے چل بسا۔

اس کی وفات پر اس کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ سباتائی مرا نہیں بلکہ اسے آسمان پر اٹھا لیا گیا اور پھر دوبارہ اس دنیا میں اس کا نزول ہوگا۔ سباتائی نے کھلم کھلا سلطان معظم کے سامنے اسلام کا اقرار کیا تھا اس لیے اس کے پیروکار (دونمہ) بظاہر مسلمان ہو گئے وہ مساجد میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ لباس اور وضع قطع بھی مسلمانوں جیسی اختیار کرتے ہیں۔ عورتیں مسلمان خواتین کی طرح زندگی بسر کرتی ہیں، حجاب کرتی ہیں، وہ حج کعبہ بھی کرتے ہیں لیکن انہوں نے یہودیت کو خیر باد نہیں کہا۔ عبادت کے لیے ان کے خفیہ عبادت خانے ترکی میں موجود ہیں۔ سباتائی کے پیروکاروں کے فرقہ کا نام "دونمہ" ہے۔ اتاترک بھی اسی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ سلونیکا اس فرقے کا ہیڈکوارٹر ہے جہاں انہوں نے زیرزمین کنیسہ بنا رکھا ہے۔ سباتائی کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے اعلان کیا کہ سباتائی نے اس کے بھتیجے یعقوب کو اپنا جانشین بنایا تھا چنانچہ یعقوب کو سباتائیوں نے اپنا پیشوا مان لیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا برشجا اس کا جانشین بنا۔ یہ فرقہ اب بھی ترکی میں موجود ہے جو ظاہری طور پر مسلمان لیکن اندرون خانہ پکے یہودی۔ ان کا عقیدہ ہے جنت میں صرف سباتائی کے پیروکار جائیں گے باقی سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور دوسرے انبیاء سباتائی کی روح کی چنگاریاں تھیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ترکی میں یہودی سپین سے نقل مکانی کر کے آباد ہوئے تھے۔

سباتائی کے پیروکاروں کی زیادہ تعداد ترکی میں رہتی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد یہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) سرنی (کرایہ) (۲) یعقوبی (۳) قونی راس

سرنی (کرایہ) کی پہچان یہ ہے کہ ساری داڑھی منڈوانے کی بجائے صرف ٹھوڑی منڈواتے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو اعلیٰ نسب کہتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد سپین میں جائیداد اور منصب کے مالک تھے۔ دوسرا گروہ نامزد جانشین یعقوب کے نام پر یعقوبی کہلاتا ہے۔ تیسرا گروہ یعقوب المعروف قونیوں کے نام پر قونی راس کہلاتا ہے۔

ان تینوں فرقوں کی خفیہ عبادت گاہیں ترکی میں موجود ہیں۔ یہ تینوں گروہ درج ذیل عقائد پر متفق ہیں:

(۱) تمام انبیاء علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات کے مظہر تھے۔

(۲) ساری دنیا سباتائی کی پیروکار بن جائے گی۔

(۳) ترک حکمران اس لیے پیدا کیے گئے کہ وہ "دونمہ" کی حفاظت کرے۔ سباتائی اصل انڈہ اور ترک چھلکا ہیں۔

(۴) جنت کے حق دار صرف سباتائی کے پیروکار ہیں باقی سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

(۵) تمام یہود سباتائی پر ایمان لے آئیں گے۔

ان کے نزدیک سباتائی مسیح موعود تھا وہ فوت نہیں ہوا بلکہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا گیا اور کسی روز وہ دوبارہ نزول کرے گا۔ اس عقیدہ کی بنیاد پر سباتائیوں نے سلونیکا کی زمین دوز عبادت گاہوں میں صاف ستھرا بستر ا بچھا رکھا ہے۔ ان کے مطابق سباتائی سفر سے آکر اس پر آرام فرمائیں گے۔ ترکی میں ریل گاڑی کا دور آیا تو وہ کہتے ہیں کہ سباتائی مسیح موعود ریل گاڑی کے ذریعے سلونیکا پہنچے گا چنانچہ سلونیکا کے آخری سٹیشن پر یہودیوں کا کوئی نہ کوئی فرد ضرور موجود ہوتا ہے تاکہ وہ مسیح موعود کا استقبال کر سکے۔

24

میر محمد حسین مشہدی نمود و فرمود

میر محمد حسین ایران کے شہر مشہد میں پیدا ہوا جہاں حضرت امام رضا کا روضہ مرجع خلائق عام ہے۔ اس نے ابتدائی تعلیم محلہ کے مدرسہ میں حاصل کی صرف و نحو، احادیث، فقہ کی کتابیں مشہور عالموں سے پڑھیں لیکن مشہد شریف میں کوئی مقام حاصل نہ کر سکا۔ دور دور سے لوگ حضرت امام رضا کے روضہ کی زیارت کو آتے مشہد میں ٹھہرتے، لوگ نذرانے پیش کرتے اور چلے جاتے۔ حضرت امام رضا کا احترام تقدس اور لوگوں کی عقیدت دیکھ کر اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ امام کیوں نہیں بن سکتا۔ وہ سوچتا رہا، کتابوں کے اوراق میں اسے ایک حقیقت معلوم ہوئی کہ نبوت اور امامت اکتساب سے حاصل نہیں کی جا سکتی، اسی طرح کوئی شخص کتنا ہی متقی اور پرہیزگار ہو صحابی نہیں بن سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے جسے نواز دے۔ نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی اور امامت بھی امام مہدی پر ختم ہو گئی وہ کچھ عرصہ سوچوں میں گم رہا وہ ہفتہ میں امام رضا کے روضہ پر ضرور جاتا، انہیں سلام پیش کرتا، دعائیں مانگتا لیکن سب بے سود۔ اسے اُن کی کبھی خواب میں بھی زیارت نہ ہوئی۔

وہ اب مشہد میں نہیں رہنا چاہتا تھا ایران کے ساتھ ہندوستان ملک بڑا وسیع تھا، مغلیہ سلطنت کا عروج تھا اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت تھی، کابل اس کا ایک صوبہ تھا جس کا صوبیدار عمدۃ الملک امیر خان تھا جو بڑا فیاض اور علم و ادب کا دلدادہ تھا۔ اس کے دربار میں

علماء، فضلا اور مشائخ شام تک بیٹھے رہتے میر محمد حسین نے کابل پہنچ کر ایک مکان کرائے پر لیا اور خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے کابل کے کچھ علماء سے تعلقات پیدا کئے غیر معروف شاعروں کے کلام کی پرانی کتابیں اس کے پاس تھیں یہ کئی سو سال پرانی تھیں فارسی زبان میں تھیں لیکن اس زبان کے بیشتر الفاظ متروک ہو چکے تھے اس نے کلام از بریاد کیا۔ کابل کے علماء کو اپنے گھر طعام کی دعوت دی اور آخر میں یہ کلام سنایا۔ سب نے اسے پسند کیا ان میں صوبیدار عمدۃ الملک کا منشی (چیف سیکرٹری) بھی تھا۔ اب اس کے گھر شعرو شاعری کی محفلیں ہونے لگیں۔ عمدۃ الملک کا منشی اس سے بہت متاثر ہوا اس نے اپنے بیٹے کا اسے اتالیق مقرر کر دیا۔ روزانہ شام کو محمد حسین، منشی کے دولت کدہ پر جاتا اور منشی کے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں رات تک مصروف رہتا۔

عمدۃ الملک کے منشی کی معرفت اسے عمدۃ الملک کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی۔ منشی کی سفارش پر ایک روز دربار میں اس نے متروک الفاظ اور زبان پر مشتمل کلام سنایا تو پورا دربار عش عش کر اٹھا۔ سب اسے محمد حسین کا کلام سمجھتے رہے اس نے اپنے آپ کو سیدزادہ ظاہر کیا وہ خوش نما لباس پہنتا۔ علمائے کرام کے لئے مخصوص لباس جب، سر پر عمامہ رکھتا حالانکہ وہ عالم نہ تھا بعض کے نزدیک اس نے ہمزاد مغلوب کیا ہوا تھا جو اسے لوگوں کے حالات بتاتا۔ کابل میں اسکا حلقہ وسیع ہوتا جا رہا تھا عمدۃ الملک کا بیٹا ہادی علی خان اسکا معتقد ہو چکا تھا وہ ہر وقت محمد حسین کے ساتھ رہتا اب سارا خرچہ ہادی علی خان کرتا تھا ہادی علی خان کی سفارش پر عمدۃ الملک نے اپنے سیدزادے ملازم کی بیٹی کا نکاح محمد حسین سے کر دیا یہ بیٹی عمدۃ الملک کی اہلیہ صاحب جی نے پالی تھی گویا اب وہ صوبیدار کابل کا داماد بن گیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد عمدۃ الملک فوت ہو گیا محمد حسین کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اسے کابل کے صوبیدار کا منصب ملے۔ یہ منصب شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر دے سکتا تھا وہ شہنشاہ عالمگیر سے ملنا چاہتا تھا لیکن بادشاہوں سے ملاقات کے بھی آداب ہوتے ہیں تحائف اور

سوغات کا ہونا ضروری ہے تا کہ شہنشاہ ہند اورنگ زیب خوش ہوجائے اور کابل کی صوبیداری اسے عنائت کردے۔ اس نے پشاور اور کابل سے عطریات، ملبوسات اور نماز پڑھنے کے قالین خریدے اور پشاور سے دہلی کو روانہ ہوگیا ان دنوں دہلی کا راستہ لاہور سے ہوکر جاتا تھا۔ وہ لاہور پہنچا لیکن لاہور پہنچتے ہی اسے خبر ملی کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر فوت ہوگیا ہے اور اسکے بیٹوں میں تخت کے لئے جنگ ہورہی ہے ان حالات میں اسکا دہلی جانا نہایت خطرناک تھا وہ لاہور ٹھہر گیا تمام تحائف لاہور میں فروخت کردیئے۔ علماء کا لباس اتار کر درویشی کے حلیہ میں آگیا۔

عمدۃ الملک کے منشی کا لڑکا جو اس کا شاگرد تھا اس کے ساتھ تھا لاہور میں کئی روز کے بعد اسے کرائے کا مکان ملا دونوں سارے دن داتا علی ہجویریؒ، یعقوب زنجانیؒ، میراں حسین زنجانیؒ اور میاں میرؒ کے مزارات کے چکر لگاتے رہتے لیکن انہیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو انہیں ان کے مقصد میں رہنمائی کرے رات کو کمرے میں دونوں دیر تک جاگتے اور مستقبل کے بارے میں مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے۔ اس کو یقین ہوگیا تھا کہ موجود دینی نظام میں ان کی کوئی حیثیت نہیں، ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیا مذہب اختراع کریں جس میں عوام کے لئے آسانی ہو جو سادہ لوح لوگوں کے مزاج کے بالکل قریب ہو۔ قرآن وسنت کی نئی تاویل سے نئے مذہب تک پہنچا جاسکتا تھا چنانچہ دونوں نے فیصلہ کیا کہ نیا مذہب اختراع کریں گے جس کی بنیاد ان کی خودساختہ وحی ہو۔ اس نے سب سے پہلے تو اپنے نام کے ساتھ میر اور آخر میں رضوی مشہدی کے الفاظ استعمال کرنے شروع کیئے۔ اسکا شاگرد اسکا خلیفہ مقتدی اور ترجمان بنا۔ اس نے فارسی میں ایک کتاب تالیف کی جس میں متروک اور غیر مانوس الفاظوں کو سابقہ اساتذہ کے فارسی کلام سے لیا اس نے پرانے فارسی الفاظ کو عربی زبان کے سانچے میں ڈھال کر استعمال کیا۔

اس کے شاگرد نے لوگوں کو کہنا شروع کردیا کہ حضرت صاحب پر وحی نازل ہوتی

ہے لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح وحی نازل ہوتی ہے اس نے بتایا کہ آفتاب کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس پر کلمات لکھے نظر آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اسے ایک آواز سنائی دیتی ہے وہ آواز بھی وحی ہے۔ اس میں جو پیغام اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھیجتا ہے وہ میں اپنے شاگرد سے بیان کرتا ہوں۔ وہ قرآن وسنت کی تشریح عجیب طریقے سے کرتا تھا اسکی آواز میں جادو تھا لاہور میں بے شمار اس کے پیروکار بن گئے اس نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو منصب اسے عطا فرمایا ہے وہ نبوت اور امامت کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ نے اسکا نام بیگوگ رکھا ہے وہ لوگوں کو بیان کرتا کہ ہر نبی کے نو بیگوگ تھے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بھی نو بیگوگ تھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ، امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، امام موسیٰ کاظمؒ اور امام علی رضا جو آٹھویں امام بھی تھے اور بیگوگ بھی لیکن امام علی رضا کے بعد وہ بیگوگ ہے۔ جبکہ امام تقی امام ہیں لیکن جب وہ اہل سنت جماعت کے لوگوں کو ملتا تو بیگوگ کی ترتیب کچھ اور بتاتا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ولید بن عبدالمالک، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، ہارون الرشید کے بعد نواں بیگوگ وہ اپنے آپ کو کہتا۔ لاہور میں اسکی مخالفت بھی شروع ہوگئی تھی دہلی میں حالات اب پرسکون تھے اس لئے وہ اپنے پیروکاروں کی جماعت لیکر دہلی پہنچا پہلی رات ہی اسے اچھا خاصا مکان کرائے پر مل گیا تھا اس کے پاس کافی دولت جمع ہوگئی تھی۔ عقیدت مندوں کے علاوہ اس کے بیوی، بچے اور اسکا ہم راز شاگرد اس کے ساتھ تھا۔ صبح ہوئی تو شہر میں مشہور کرایا گیا کہ دہلی کی ولایت اب میر محمد حسین مشہدی کے پاس ہے اور اس نے موجودہ بادشاہ کو دہلی کا تخت دیا ہے صاحب ولایت کے پاس دہلی کی کنجی ہے جب چاہے وہ بادشاہ کو ہٹا سکتے ہیں چنانچہ پہلے دن سے لوگ اس کے مکان پر آنا شروع ہوگئے اس نے اپنے معتقدوں میں کام تقسیم کردیا تھا باورچی خانے میں کون ڈیوٹی دے گا لوگوں کے لیے دری کا انتظام کیا گیا تھا لوگ دری پر آکر بیٹھ جاتے آتے

ہی ان ک سامنے چاول کی پلیٹ آجاتی پھر دوپہر کا کھانا بھی دیا جاتا مجمع زیادہ ہوتا تو میر صاحب حرم سے نکلتے لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے وہ بیٹھنے کا اشارہ کرتا سب بیٹھ جاتے پھر وہ سب کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیتا سب با آواز بلند درود پاک پڑھتے پھر اسکا بیان ہوتا اور پھر وہ اندر چلا جاتا روز بروز اس کے پیروکاروں میں اضافہ ہو رہا تھا اب وہ دو دن کے وقفہ سے باہر آتا بعض اوقات چند منٹ کھڑے ہو کر اپنا دیدار کراتا اور چلا جاتا۔ وہ کسی سے نذرانے و نیاز وصول نہ کرتا اگر کوئی پیش کرتا تو یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ اپنے محلے میں غریبوں میں تقسیم کر دو اس کے باوجود حاضرین کے لئے تینوں وقت کے کھانے کا بندوبست کرتا۔ اس رویہ کا خاطر خواہ اثر ہوا لوگ اس کے گن گانے لگے کہ ایسا صاحب طریقت تو آج تک نہ دیکھا۔ ابھی اس نے اپنے عقائد کے بارے میں کسی کو نہ بتایا تھا لوگ بیماروں کی شفایابی، روزگار اور بچیوں کی شادی کے لئے اس سے دعائیں کراتے اتفاق سے بہت سی دعائیں پوری ہو جاتیں۔

دہلی میں صوبیدار کابل عمدۃ الملک امیر خان مرحوم کا لڑکا ہادی علی خان دہلی میں صوبیداری کے منصب کے لیے آیا ہوا تھا وہ میر محمد حسین مشہدی کے آستانے پر اسے ملا۔ اس ملاقات کا بھی دہلی کے جاہل عوام پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ لوگوں کی عقیدت مندی میں اضافہ ہو گیا اس دوران دہلی کا بادشاہ لاہور میں فوت ہو گیا اسکی وفات کے بارے میں اس نے ذو معنی بات کہی تھی۔ لوگ اس کی کرامت کے اسیر ہو گئے بادشاہ کے مرنے پر اس کے بیٹوں میں تخت کے لئے پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی لوگ اس کے پاس آ کر پوچھتے حضرت صاحب کے بادشاہ بن رہے ہو اب اس کے پر بھی نکل آئے تھے اب وہ دہلی کی ولایت سے پھر بیگوگ بن گیا وہ دعویٰ کرتا لوگ اس کو مان لیتے تھے اس کے پیروکاروں کی تعداد اب ہزاروں میں پہنچ چکی تھی۔

نئے بادشاہ فرخ سیر کو اسکے درباریوں نے بتایا کہ دہلی میں آجکل ایک بابا آیا ہوا

ہے دہلی کی ولایت اس کے پاس ہے وہ دہلی کا اصل بادشاہ ہے چنانچہ فرخ سیر ایک روز اپنے درباریوں کے ہمراہ میر محمد حسین مشہدی نمود فرمود کی زیارت کو چل پڑا اسے خبر ملی تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا جب امراء نے بادشاہ کی سواری ایک طرف روک کر دروازہ کھولنے کی اس سے درخواست کی تو اس نے بڑی بے اعتنائی سے جواب دیا۔ چلے جاؤ فقیروں کو بادشاہوں اور امراء سے کیا کام؟ بادشاہ فرخ سیر بھی اپنی سواری سے اتر کر دروازے پر آیا دیر تک منت سماجت کرتا رہا کہ حضرت دروازہ کھولئے بندہ زیارت کے لئے آیا ہے چنانچہ دروازہ کھولا گیا بادشاہ اندر داخل ہوا جھک کر سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا اس نے بادشاہ کو بیٹھنے کے لیے ہرن کی کھال دی اور یہ شعر پڑھا۔

ے یوسف تخت گدائی و شاہی
ہمہ داریم آنچہ می خواہی

فرخ سیر اس بے نیازی سے بہت متاثر ہوا ہزاروں اشرفیوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دی لیکن اس نے قبول نہ کیا اور بے دھڑک کہا کیا مسلمانوں کا بادشاہ ایک گوشہ نشین فقیر کو دنیا کی طرف متوجہ کرتے ہوئے نہیں ڈرتا۔ یہ رویہ بالکل مصنوعی تھا وہ اس رویہ کے اثرات سے واقف تھا اس نے اشرفی قبول نہ کی اس نے بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے مصحف دیے جس کا ہدیہ ستر روپیہ تھا۔ یہ ہدیہ اس نے قبول کیا فرخ سیر اس کے دام میں آچکا تھا اس نے مصحف کو بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ فرط جذبات میں بادشاہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا وہ مصحف کو سر پر اٹھائے اجازت لیکر باہر آگیا اپنی سواری پر بیٹھا اور لال قلعہ میں آگیا نمود بڑا چالاک تھا مصحف کا ہدیہ ستر روپے بھی اس نے باہر کھڑے لوگوں میں تقسیم کر دیے۔

اسکی شہرت دہلی سے نکل کر دوسرے شہروں تک پہنچ چکی تھی لوگ اس کی زیارت کو آتے دور سے ہی سلام کرتے اور چلے جاتے اس کے ماننے والوں کی تعداد اب بہت

زیادہ ہو چکی تھی اب اسکے ملحدانہ عقائد کی مخالفت کرنے والا کوئی نہ تھا وہ اپنے عقائد برملا بیان کرتا۔ لوگ اس کو مانتے اور عمل کرتے اس نے اپنا لقب نمود اور فرمود رکھا ہوا تھا جبکہ اپنے پیروکاروں کو فرمودی کہہ کر پکارتا تھا۔ اس نے پانچوں وقت کی نماز ختم کر کے روزانہ تین بار اسکے درشن کو ہی نماز قرار دیا۔ اس کے پیروکاروں پر دن میں تین بار اسکی دید فرض تھی پہلا وقت سورج نکلنے کے فوراً بعد دوسرا وقت جب دوپہر کو سورج نصف النہار پر ہو، تیسرا وقت غروف آفتاب کے فوراً بعد شفق ختم ہونے سے پہلے۔ تینوں وقت وہ اپنے گھر سے باہر آجاتا اور تھوڑی دیر کے لئے کھڑے ہو کر واپس چلا جاتا تینوں بار وہ اسی طرح کرتا اس نے اپنے درشن کے آداب بھی مقرر کر رکھے تھے اس کا حکم تھا کہ مرید چاروں طرف مربع میں صف بنا کر کھڑے ہوں سب کے منہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ پھر یہ صف اسکی طرف منہ کر کے چند آیت پڑھے جو اس کے بقول اس پر نازل ہوئی ہیں پھر سب لوگ سر جھکا کر دائیں جانب گھوم جائیں اس طرح جو صف شمال کی طرف ہوتی تھی وہ مغرب کی طرف ہو جاتی اور مغرب والے جنوب کی طرف ہو جاتے تھے پھر سب زمین کی طرف دیکھتے تھے پھر آسمان کی طرف دیکھتے اس طرح چھ سمتوں شمال جنوب مشرق مغرب اوپر نیچے دیکھتے اس طرح دید کا عمل ختم ہو جاتا سب لوگ فی الفور منتشر ہو جاتے۔

اس نے اپنے چار خلیفے بھی مقرر کیے ہوئے تھے پہلا خلیفہ اسکا شاگرد دنشی زادہ تھا اسکا نام اس نے ''دوجی'' رکھا ہوا تھا دوسرا خلیفہ اسکا نسبتی بھائی میر باقر تھا اس طرح دو اور خلیفے تھے سب کے نام اس نے عجیب وغریب رکھے ہوئے تھے جو شخص بھی اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتا وہ اسے نئے اور عجیب نام سے نوازتا بعد میں یہی نام اسکی پہچان بن جاتا۔ اسکا حافظہ بڑا تیز تھا وہ نہ صرف انہیں پہچانتا بلکہ ان کے اختراعی نام بھی یاد رکھتا۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کے عجیب وغریب نام رکھے ہوئے تھے اپنے تین بیٹوں کے نام نمانمود، فغار، دید۔ دو بیٹیوں کے نام نمامہ کلاں اور تماشا خورد رکھے ہوئے تھے اپنی تین

بیویوں کے نام نمایار، نمود یار اور نماد تھے۔ فقار کے بیٹے اور اپنے پوتے کا نام نمود یہ تھا۔ بعض رشتہ داروں کے نام حق نما، نما فر، نمود خرر کھے ہوئے تھے۔ اس نے عید الفطر، عید الاضحیٰ اسلامی تہواروں کو ختم کر کے نئے تہوار اختراع کئے۔ اس کے بقول جس دن اس پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس نے اس دن کا نام روز جشن رکھا۔ سال میں اس دن جشن منایا جاتا اس دن اس کے پیروکاروں زرق برق لباس پہنتے۔ ایک دوسرے پر خوشبو اور عطر چھڑکتے۔ یہ ہندوؤں کے تہوار ہولی کی نقل تھی۔ نمود و فرمود اس روز خود بھی ہاتھ میں دو علم لے کر تاتاری طرز کی اونچی ٹوپی پہن کر اپنے مریدوں کو لیکر دھوبی بھٹیاری کے مقام پر آتا اور مریدوں کو بتاتا کہ اس مقام پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس کے مرید نعرے بازی کرتے وہ اسے غار حرا سے تشبیہ دیتا۔ روز جشن سے چھ روز قبل روزے رکھنے کا اس نے حکم دیا ہوا تھا روزہ دار کو کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی ساتویں روز جشن کو ختم کر دیتا یہی اس کی شریعت تھی۔

بادشاہ سمیت وزراء اراکین دربار اور روسا اسکے عقیدت مندوں میں شامل تھے

فرخ سیر کی وفات کے بعد محمد شاہ بادشاہ بنا ان دنوں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت سکڑ رہی تھی یہ زوال پذیر تھی تخت کے لئے خانہ جنگی جس کی بنیاد اورنگ زیب عالمگیر نے رکھی تھی بعد میں بھی جاری رہی۔ سلطنت نہایت کمزور ہو گئی تھی جس کی وجہ سے میر محمد حسین مشہدی نمود و فرمود جیسے گمراہ لوگ سر اٹھا رہے تھے۔ سلطنت مضبوط ہوتی تو ایسا شخص کبھی کا دار پر چڑھ چکا ہوتا محمد شاہ تو عیش و طرب کا شوقین تھا لیکن اسکا وزیر امین خان بڑا سچا مسلمان تھا نمود و فرمود کی گمراہی کی اسے خبر تھی اس نے اسکی گرفتاری کے لئے کوتوال کو بھیجا کوتوال نے سپاہیوں کی جمعیت لیکر اسکے مکان پر چھاپہ مارا یہ دوپہر کا وقت تھا لوگ اس کے پاس سے کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ وہ اندر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا خادم نے اندر اطلاع بھیجی کہ اسکی گرفتار کے لئے کوتوال اور سپاہی موجود ہیں وہ حالات کو بھانپ چکا تھا فرار ہونا بے کار تھا اس نے حوصلہ بحال کیا اور اپنے لڑکے کے ہاتھ کوتوال اور سپاہیوں کے لئے کھانا بھیج دیا کہ

کھانا کھاؤ ابا حضور آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔لوگوں کے گھر کھانا کھانا پولیس کی پرانی روایت ہے۔اب بھی قتل کی تفتیش کے وقت میت پوسٹمارٹم کے لئے گئی ہوتی ہے پولیس مقتول کے گھر کھانا کھا کر تفتیش شروع کرتی ہے۔پولیس کھانا کھانے میں مصروف ہوگئی اس دوران اطلاع ملی کہ وزیر امین خان پر قولنج کا حملہ ہوا ہے وہ شدید بیمار ہے اور اسکی زندگی خطرہ میں ہے کوتوال اور پولیس یہ اطلاع ملتے ہی وزیر کے دولت کدے پر پہنچ گئے۔کوتوال اور پولیس واپس امین خان کے پاس پہنچے تو وہ سخت ناراض ہوئے اسے شدید درد تھا لیکن نمود وفرمود کی گرفتاری دین حق اور عوام کو گمراہی سے بچانے کے لئے ضروری تھی ادھر نمود بھی دہلی سے بھاگ جانا چاہتا تھا اس نے سامان بھی باندھ لیا تھا۔وہ رات کے آخری پہر کا انتظار کر رہا تھا لیکن رات گئے وزیر امین کی طبیعت بہت خراب ہوگئی نمود کے مرید نے وزیر کے بیٹے کو بتایا کہ وزیر کو نمود کی بددعا لگی ہے اس لیے نمود وفرمود سے معافی مانگنی چاہیے۔وزیر زادہ نے پانچ ہزار روپیہ اپنے ملازم کے ہاتھ نمود کے پاس بھیجا اور والد کی صحت یابی کی درخواست کی۔نمود کو اطلاع مل چکی تھی کہ وزیر امین خان چراغ سحری ہے کسی وقت بجھ سکتا ہے اس لئے بڑے غرور سے بولا میں نے اس کافر کے جگر پر ایسا تیر مارا جو جان لیوا ثابت ہوگا پھر اس نے نہایت عقلمندی سے روپیہ لینے سے انکار کردیا۔وہ بضد رہا تو یہ رقم مسکینوں اور غریبوں میں تقسیم کرادی ملازم ابھی راستے میں ہی تھا کہ اسے امین خان کے مرنے کی خبر مل گئی لوگوں کو یقین تھا کہ امین خان کی موت نمود وفرمود کی بددعا کی وجہ سے ہوئی۔اس خبر نے اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ کیا نمود فرمود اس کی موت کے بعد تین سال تک زندہ رہا۔آخر اسے بھی موت نے آلیا اسکا بڑا بیٹا نما نمود اس کا جانشین بنا۔منشی زادہ دوجی اور نمود وفرمود کے درمیان کابل میں جو معاہدہ ہوا تھا اس کے مطابق وہ دونوں نذرانے اور آمدنی تقسیم کرتے رہے اس کے مرنے کے بعد نما نمود اور دوجی میں آمدنی کی تقسیم پر اختلاف پیدا ہوا آخر وہ لڑ پڑے منشی زادہ دوجی نے کہا کہ تیرے والد نے جو وحی اور نزول کے دعوے کئے

تھے وہ سب جھوٹ تھے۔ نیا مذہب دھوکہ کے سوا کچھ نہیں اسکا مقصد لوگوں کے بے وقوف بناؤ اپنی سیاست چمکاؤ اوران کے مال پر عیش کرو۔اس نے نمود کے بیٹے کو سمجھایا کہ عافیت اسی میں ہے کہ معاہدہ پر عمل ہواور آمدنی برابر تقسیم ہولیکن نما نمود تیار نہ ہوا آخر دوجی نے ایک فیصلہ کیا۔

روز جشن کوتمام فرمودی جمع تھے دوسرے لوگ بھی اس تقریب میں آئے ہوئے تھے نما نمود اپنے باپ کی طرح دو علم ہاتھ میں لئے سر پر تاتاری طرز کی ٹوپی پہنے دھوبی بھٹیاری کی طرف چلنے کے لئے تیار کھڑا تھا ڈھول تاشے بج رہے تھے اچانک منشی زادہ دوجی سٹیج پر نمودار ہوا اس نے ہجوم میں کھڑے ہو کر نہایت موثر انداز میں ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''نمود و فرمود عیار شخص تھا اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی اس نے ابتداء سے لے کر آخر تک کے تمام حالات مجمع میں بیان کیے۔دوجی نے وہ تحریر دکھائی جو دونوں نے مل کر لکھی تھی جسے وہ وحی الٰہی کہتا رہا اس نے کہا کہ یہ مذہب میری اور نمود کے دماغ کی اختراع تھا۔لوگ حیران و پریشان تھے بہت سے لوگوں نے گمراہ عقائد سے توبہ کی لیکن بہت سے اپنی ڈگر پر قائم رہے۔تاہم فرمودیوں کی تعداد گھٹنی شروع ہوگئی وہ ایک لاکھ سے پندرہ ہزار پر آگئے آمدنی بھی محدود ہوگئی تھی نما نمود نے دہلی چھوڑی اور واپس گاؤں میں چلا گیا۔جو دوآبہ میں ہادی علی خان نے اپنی جاگیر سے اسے دیا تھا یہ تھوڑا عرصہ زندہ رہا اور پھر اپنی گمراہیت کو لیکر منوں مٹی کے نیچے دفن ہوگیا اس کے مرنے کے بعد غفار جانشین بنا لیکن وہ زیادہ عرصہ یہاں نہ رہ سکا اب فرمودی برائے نام رہ گئے تھے۔نمود کے کچھ وارث دہلی سے بنگال چلے گئے جہاں ملت اسلامیہ کے غدار میر جعفر کا بیٹا نواب میرن انگریزوں کی طرف سے حکمران تھا اس نے آل رسول سمجھ کر پانچ روپیہ روزانہ کا وظیفہ مقرر کیا۔اور اس طرح ابلیس کی رہنمائی میں میر محمد حسین مشہدی نمود و فرمود نے اپنے شاگرد منشی زادہ سے مل کر جس مذہب کی بنیاد رکھی وہ پچاس سال میں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

25

مرزا علی محمد باب شیرازی

مرزا علی محمد 20 اکتوبر 1819ء کو شیراز (ایران) میں پیدا ہوا اسکے باپ مرزا محمد رضا کا اسکی کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔ اسکے ماموں مرزا علی نے اس کی پرورش کی جو کپڑے کی فروخت کا کام کرتا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم شیخ محمد تقی سے حاصل کی اسکا دوسرا ماموں بوشہر میں تیل کی فروخت کا کام کرتا تھا اس نے اپنے ماموں کے ساتھ تیل کا کاروبار شروع کر دیا لیکن شراکت نہ چل سکی وہ ماموں سے علیحدہ ہو گیا اور بوشہر میں ہی کاروبار کرتا رہا وہیں اس نے شادی کی ایک بیٹا پیدا ہوا لیکن وہ کمسنی میں ہی فوت ہو گیا پانچ سال تک تجارت میں مشغول رہا پھر نجف آ گیا نجف میں وہ ایک سال رہا لیکن کوئی کاروبار نہ چل سکا نجف سے کربلا آ گیا جہاں تین ماہ مقیم رہا لیکن بے سکون رہا کربلا سے فارس چلا گیا۔

وہ گفتگو کا ماہر تھا امام مہدی، ان کے ظہور کے بارے میں گفتگو اسکا پسندیدہ موضوع تھا وہ سوچتا رہتا کہ امام غائب کا کب ظہور ہوگا ایران کے حالات بہت خراب تھے ان حالات میں امام مہدی کا ظہور ضروری تھا تا کہ وہ حالات کو درست کریں اور زمین کو امن سے بھر دیں۔ دشمنوں کو شکست دیں وہ کبھی کبھی سوچتا کہ وہ امام مہدی کیوں نہیں بن سکتا لیکن پھر خیال آیا کہ وہ تو سر من رائے کی غار میں غائب ہو گئے تھے اور قرب قیامت ظاہر ہوں گے اس کے دل میں یہ بھی خیال آتا کہ امام مہدی زندہ تو ہیں تو ان تک پہنچنے کے لئے

واسطہ ضروری ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ایک فیصلہ کیا 1844ء میں شیراز آگیا اب اسکی عمر 25 سال ہو چکی تھی اس نے اہل علم سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں گفتگو کی پھر ایک دم کہنے لگا کہ وہ امام مہدی تک پہنچنے کا باب (دروازہ) ہے اس نے لوگوں کو یقین دلایا کہ اس کے امام مہدی سے رابطے ہیں اور ان تک پہنچ کے لئے وہ باب ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی بات کا یقین کر لیا کچھ لوگوں نے اس کے دعویٰ کو رد کر دیا اس نے اپنی تحریر ''میں اس مشہور ہستی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا اے خدائے عزوجل کے مظہر میں تجھ پر فدا تو مجھے اپنی محبت کا غلام اور اپنی الفت کا گرویدہ بنا لے اور مجھے یہ قوت فہم اور ادراک دے کہ میں خدائے بزرگ و برتر کو اپنی نجات ابدی کا حاکم و متولی سمجھوں۔ تو میرے لئے کافی ذریعہ سفارش ہے اور تیری غلامی میرے لئے باعث فخر اور موجب کامیابی و فلاح ہے''۔

الفاظوں کے استعمال اور لہجے کے اثر سے واقف تھا اپنی تقریر اور بیان میں ایسے الفاظ استعمال کرتا اور ایسے لہجے میں گفتگو کرتا کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اب وہ مرزا علی محمد باب کے نام سے مشہور ہو گیا عام لوگوں کے علاوہ اہل علم بھی اس کے مجلس میں اسکی گفتگو اور علم سے مستفید ہونے آتے۔ گھنٹوں اس کے پاس بیٹھے رہتے کچھ دنوں کے بعد اس نے یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ مہدی موعود ہے اس کے دعویٰ کو تسلیم کرنے والوں میں ملا حسین بشرویہ، مرزا احمد غندی، ملا صادق مقدس، شیخ ابو تراب اشتہاروی، ملا یوسف اردبیلی، ملا مہدی کندی، مومن ہندی اور ملا علی بسطامی شامل تھے اس کی تقریروں نے شیراز میں ہلچل مچادی اس نے اپنے پیروکاروں میں سے اپنے دعویٰ کو پھیلانے کے لئے مختلف شہروں میں داعی مقرر کئے اس نے اہم افراد کو روسا اور سلاطین کے پاس اس کو مہدی تسلیم کرنے کے لئے بھیجا وہ خود مکہ مکرمہ چلا گیا کچھ عرصہ بعد واپس آیا تو اسکے ماننے والوں کی ایک خاصی تعداد اس کے ساتھ تھی وہ شیراز پہنچا حاکم نے علماء کی ایک جماعت کے سامنے اسے بلایا۔

اس سے علماء نے سوالات کئے جس کا وہ خاطر خواہ جواب نہ دے سکا بلکہ وہ نہایت بد اخلاقی سے پیش آیا اس پر حاکم نے پیادوں کو اشارہ کر کے اسکی مرمت کرائی اسے زدوکوب کیا گیا اسکا عمامہ سر سے زمین گر پڑا اس کے کپڑے پھٹ گئے لیکن وہ اپنے دعویٰ پر قائم رہا۔ حاکم نے اس کے ماموں کی سفارش اور ضمانت پر چھوڑ دیا اس کو مخمل جانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر پابندی لگادی۔ اس سے قبل اس کے پیروکاروں ملا صادق، مرزا محمد علی بار فروشی اور ملا اکبر اردستانی کی داڑھیاں منڈوا کر انہیں بازاروں میں پھرایا لیکن سب اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

جمعہ کی نماز پڑھنے مرزا علی محمد باب شیراز کی جامع مسجد میں گیا لوگ اس کو دیکھ کر اس کے گرد جمع ہو گئے قاضی نے اسے مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا وہ مسجد سے نکلنے کی بجائے منبر پر چڑھ گیا اور ایک مدلل تقریر کر ڈالی بہت سے لوگ اس کے دعویٰ پر ایمان لے آئے اب اس کی جمعیت بڑھتی جارہی تھی۔ در پردہ ترکی برطانوی انٹلی جنس ایجنسیاں اسکی پشت پناہی کر رہی تھیں برطانیہ اور ترکی ایران کی حکومت کو کمزور کرنا چاہتے تھے باب کے دعوؤں اور اسکے پیروکاروں میں اضافہ کے بارے میں ایران کے شہنشاہ کو رپورٹ پہنچی تو اس نے مولوی سید یحییٰ دارابی کو اس کے پاس بھیجا دارابی نے اس سے تین ملاقاتیں کیں تیسری ملاقات میں اس نے سورہ کوثر کی تفسیر لکھنے کا مطالبہ کیا۔ باب نے اسی مجلس میں سورہ کوثر کی تفسیر لکھ دی۔ دارابی نے پڑھی تو کھڑے ہو کر اس کے ہاتھوں کا بوسہ دیا اور اسکے دعوے پر ایمان لے آیا اس نے مرزا لطف علی کے ذریعے سارے حالات و واقعات لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیئے اور خود باب کا داعی بن کر مختلف شہروں میں پھرنے لگا۔ بابی مذہب کی تبلیغ اب تیزی سے شروع ہو گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکی اور برطانیہ نے خصوصی رقم مہیا کی تھیں جن کی بنیاد پر باب نے مختلف داعی مختلف شہروں میں روانہ کئے ان دنوں ایران کے شہر زنجان میں ملاں محمد علی مجتہد کا خاص اثر تھا لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

باب کے بارے میں انہیں اطلاع ملی اس نے اپنے معتمد کو باب کے پاس اصل حقیقت جاننے کے لئے شیراز بھیجا واپسی پر معتمد نے جو واقعات مجتہد کو بتائے مجتہد بن دیکھے باب پر ایمان لے آیا اس کے ایمان کا عوام پر بڑا اثر ہوا زنجان کی اکثریت باب کی پیروکار بن گئی۔ اسکے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا یہ بھی خبریں تھیں کہ وہ بغاوت بھی نہ کر دے حاکم نے اس کو گرفتار کرایا اسے زدوکوب کیا گیا پھر اسے اپنے گھر میں نظر بند کر دیا۔ حمام کے سوا اس پر ہر جگہ جانے کی پابندی تھی۔ اس پابندی کے باوجود اسکے بیان میں ایسا جادو تھا کہ لوگ اس سے ملتے رہے وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہا۔ پھر اسے خطرہ محسوس ہوا تو اس نے شیراز کو چھوڑ کر اصفہان جانے کا کہا اس نے اپنے مرید آقا محمد حسین اردستانی کو پچاس تومان دے کر تین گھوڑے خریدے اس نے دو فدائی ساتھ لئے اور اصفہان کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسکے فدائی آقا محمد حسین اردستانی کو شاہی لشکر نے پکڑ لیا اس نے حالات معلوم کرنا چاہیے تو اس کو کوئی جواب نہ دیا جب اسے فوجی کمانڈر نے کہا کہ ابھی تمہیں قتل کرتے ہیں تو اسکا چہرہ کھل اٹھا اس نے کہا کہ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہوگی کہ میں حضرت قائم علیہ السلام (باب) کی راہ میں قتل ہو جاؤں پھر اسے قتل کر دیا گیا۔

اصفہان پہنچا تو اسکی شہرت حاکم تک پہنچ چکی تھی حاکم اصفہان معتمد دولہ منوچہر خاں نے اس سے ملاقات کی گفتگو ہوئی وہ بھی باب پر ایمان لے آیا۔ اب باب نے حامل وحی ہونے کا بھی دعوی کر دیا تھا وہ لوگوں سے کہتا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے وہ امامت کے منصب سے آگے بڑھ چکا تھا حاکم اصفہان نے علماء کے ساتھ ایک مناظرہ کا اہتمام کیا۔ شیعہ علماء کرام میں سید مرزا محمد آغا محمد مہدی اور مرزا محمد حسن مناظرے کے لئے منتخب ہوئے۔ آغا مہدی نے باب سے سوال کیا مجتہد لوگ قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں لیکن جو مجتہد نہیں وہ مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔ آپ ان دونوں میں سے کس گروہ میں شامل ہو باب نے کہا کہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ مرزا حسن شاید آپ کو اس امر سے

انکار نہ ہو گا کہ جو شخص مقام قلب پر پہنچ جاتا ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی جب آپ بھی مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو آپ سے جو بات پوچھی جائے اس کا جواب نہیں دیتے۔ باب نے کہا جو پوچھو میں لکھ کر جواب دوں گا چنانچہ کئی سوال پوچھے وہ لکھتا رہا پھر تحریر کو علماء کے حوالے کر دیا۔ علماء نے کہا کہ یہ خطبہ ہے جس میں حمد و نعت اور باقی مناجات ہیں، سوالات کے جواب تو نہیں ہیں وہ خاموش ہو گیا کھانا آ گیا سب کھانا تناول کرنے لگے۔ معتمد الدولہ نے اسے ہر طرح کا آرام پہنچایا اسے رہائش اور سہولت کا دوسرا سامان دیا لوگ معتمد الدولہ کے خلاف ہو گئے اس نے باب کو اصفہان سے باہر بھیج دیا اس دوران معتمد الدولہ فوت ہو گیا اس کی جگہ مرزا گرگین خان اصفہان کا حاکم بنا اس نے باب کو وہاں سے نکال دیا اور وہ تبریز آ گیا۔ اسے گرفتار کر کے ماکو بھیج دیا گیا لیکن یہاں کے لوگ بھی اسکے گرویدہ ہو گئے تین سال کے بعد اسے قلعہ چہریق پہنچا دیا گیا جہاں سے ولی عہد ناصر شاہ نے بادشاہ کے حکم سے تبریز لا کر علمائے کرام کے سامنے پیش کیا علمائے کرام کے سربراہ مجتہد اعظم ملاں محمود المعروف نظام العلما نے اس سے جو سوالات کئے اور ان کا جواب باب نے دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پوچھا اپنی کرامت دکھاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ میری کرامت یہ ہے کہ میں ایک دن میں ایک ہزار شعر لکھ لیتا ہوں۔

حاضرین نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم زود نویس کاتب ہو ناصر الدین نے کہا کہ تم کرامت دکھا سکتے ہو تو نظام العلماء نے سوال کیا کہ صحیفہ سجادیہ کے نام سے جو کتابیں تم نے لکھی ہیں کیا واقعی وہ تمہاری تصانیف ہیں باب نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ یہ سب خدا کی پاک وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی پھر اس نے ایک آیت کی تعبیر پوچھی تو وہ اسکا جواب نہ دے سکا اس سے سورہ کوثر کا شان نزول پوچھا وہ خاموش رہا پھر غرضیکہ علمائے کرام کی اس مجلس میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اسلام کے بنیادی علم سے بھی ناواقف ہے پھر ایک عالم نے اس پر نازل ہونے والی وحی کے بارے میں پوچھا قرآن میں خمس کا حکم

ہے اور تمہارے کلام الٰہی میں خمس کی جگہ ثلث ہے۔ کیا قرآن کی آیت منسوخ ہوئی باب نے جواب دیا ثلث خمس کا نصف ہے اس کی باتوں سے ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص دھوکہ باز ہے اور مذہب کے نام پر مخلوق خدا کو گمراہ کر رہا ہے پھر اسکی مرمت کی گئی اسے لاتوں اور مکوں سے پیٹا گیا۔ وہ توبہ کردم توبہ کردم کہتا رہا پھر اسے دوبارہ قلعہ چہریق بھیج دیا گیا۔

ایران میں بابیوں کی تعداد کافی ہو گئی تھی اپنے پیشوا کو قید کی وجہ سے بابیوں نے بغاوت بھی کی، فوج پر حملے بھی کئے لیکن ناکام رہے پورے ایران میں بابیوں نے فساد برپا کیا ہوا تھا کئی مقام پر سخت معرکے بھی ہوئے دونوں طرف سے جانی نقصان بھی ہوا آخر اس کے قتل کا فیصلہ کرنا پڑا فیصلہ پر عمل درآمد سے پہلے اتمام حجت کے لئے اسے قلعہ چہریق سے نکال کر دوبارہ تبریز لیجایا گیا۔ اس سے پھر پوچھا کہ تم حامل وحی ہو تو تازہ وحی سناؤ باب نے سورہ نور کی ایک آیت کا ٹکڑا اور سورہ ملک کی آیت کے ٹکڑے کو ملا کر پڑھ دیا حشمت الدولہ نے وہ کلمات لکھوا لئے پھر باب سے پوچھا کیا یہ وحی آسمانی ہے بولا جی ہاں حشمت الدولہ نے کہا کہ وہ وحی دوبارہ پڑھو باب نے جب اسے دوبارہ پڑھا تو الفاظ میں ردوبدل ہو گیا حشمت الدولہ نے کہا یہ تمہارے جھوٹ کی دلیل ہے اگر وحی آسمانی ہوتی تو الفاظ میں ردوبدل نہ ہوتا۔ آخر علمائے کرام نے متفقہ طور پر اس کے قتل کا فتویٰ دیا قاضی کے سامنے معاملہ پیش کیا قاضی نے موت کی سزا سنائی۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ عوام کے سامنے اسے قتل کیا جائے گا 28 شعبان 1266 ہجری کا دن مقرر ہوا اس کے ساتھ اس کے چند پیروکاروں کے قتل کا فیصلہ ہوا سب سے پہلے آقا محمد علی کو باندھا لیکن باب کی طرف اسکی پیٹھ ہو گئی۔ اس نے جلاد سے کہا کہ اسکا منہ اسکے آقا کی طرف کیا جائے چنانچہ آقا محمد علی تبریزی اور باب دونوں بندھے ہوئے تھے فائرنگ کر کے ہلاک کرنے والے عیسائی سپاہی بھی اس کے معتقد تھے جب انہیں فائرنگ کا حکم ہوا تو انہوں نے اس پر گولیاں چلانے کی بجائے ہوا میں چلا دیں عوام کا جم غفیر اس منظر کو دیکھنے جمع ہو گیا تھا لوگ اسکی کرامت سمجھ رہے تھے لیکن اعلیٰ حکام کے حکم پر

لوگوں نے اسے پکڑلیااور پھرایک گولی اس کے سینے کے پار ہوگئی۔خون کا فوارہ جسم سے نکلا اور تھوڑی دیر میں وہ ٹھنڈا ہوکر زمین پر گر پڑا۔وہ قتل ہوگیا لیکن اسکے پیروکار ترکی اور برطانیہ کی شہ پر کئی برس تک ایران میں فساد پھیلاتے رہے مگراہیت کا جو بیج باب نے بویا وہ کچھ عرصے کے بعد تناور درخت بن گیا جس سے بہائی مذہب نے جنم لیا۔

مرزا علی محمد باب شیرازی نے فارسی زبان میں 'بیان' نامی کتاب لکھی تھی جسے وہ الہامی اور آسمانی کتاب بتاتا تھااور کہتا تھا کہ جس قرآن نے انجیل کواور انجیل نے توریت کو منسوخ کیا اسی طرح بیان نے قرآن کو منسوخ کردیا۔حضرت محمد ﷺ نقطہ فرقان ہیں اور مرزا محمد علی نقطہ بیان ہے اس کی پشین گوئی تھی کہ من یظہر اللہ کا ظہور یقینی ہے۔جب من یظہر اللہ کا ظہور ہوتا ہے تو ان لوگوں کے سوا جو ایمان لاتے ہیں ہر شخص کا ایمان سلب ہوجاتا ہے بیان کی قیامت من یظہر اللہ کا ظہور ہے۔اس کے ظہور کا دن سب کا بعث سب کا حشر اور سب لوگوں کا قبر سے خروج ہے اس کے ظہور کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوائی کوئی نہیں جانتا وہ اللہ کی ذات سے قائم ہےاور دوسری تمام کائنات اس کی ذات سے قائم ہے وہ جب اور جو کچھ کرے کوئی اس سے نہیں پوچھ سکتا کوئی شخص اس سے ایک آیت سن لے یا تلاوت کرے وہ بیان کی ہزار بار تلاوت کرنے سے افضل ہے۔تمام ظہور اور قائم آل محمد کا ظہور من یظہر اللہ کی خاطر وجود میں آئے۔من یظہر اللہ اسماء صفات الٰہی کا مبداء ہے وہ بیان کو قرآن پاک سے افضل قرار دیتا تھا۔اس کی تحریر کو وحی الٰہی کہتا تھا کہ میں اپنے علم میں امی ہوں اور اپنے علم کو چار زبانوں میں ظاہر کرتا ہوں اول لسان آیات دوم لسان مناجات سوم لسان خطب چہارم لسان زیارت تفسیر آیات واحادیث ائمہ اطہار۔کیونکہ ان کی آیات کی زبان میرا دل ہے جو ظہور اللہ ہے اور اسے لسان اللہ کہا جاتا ہے اور ان کی مناجات کی زبان عبودیت محبت اور فنا ہے اور وہ رسول اللہ کی طرف منسوب ہے۔لسان تفسیر رتبہ بابیت ہے اور یہ جسم کی طرف نسبت کی گئی۔لسان اول کو عالم لاہوت سے مدد ملتی ہے جو قلم کا مقام ہے اس کا حامل

میکائیل علیہ السلام ہے۔ لسان ثانی کو عالم جبروت سے مدد ملتی ہے اس کا سلطان جبرائیل علیہ السلام ہے کہ عقول کل شی کا رزق جنت صفرا میں دیتا ہے اور اس کا مقام لوح ہے۔ لسان سوم کی امداد عالم ملکوت سے ہوتی ہے کہ جسے مقام کرسی کہتے ہیں اس ملک کی سلطنت اسرفیل علیہ السلام کے پاس ہے۔ وہی رزق حیات کا حامل ہے لسان چہارم عالم ملک ہے جو عالم کثرت ہے اس ملک کی بادشاہی عزرائیل علیہ السلام کے پاس ہے جو یاقوت سرخ پر متمکن ہے باب کہتا کہ میں الٰہی چاروں لسانوں کے ساتھ ظاہر ہوا ہوں تا کہ خلق خدا کو معلوم ہو جائے کہ ان چاروں ملکوں میں میری بادشاہت ہے۔ چاروں جگہ میرا سکہ چلتا ہے تا کہ میں ان چاروں ملکوں کو رزق دوں وہ کہتا تھا کہ قرآن کا درخت تو رسول اللہؐ کے زمانہ میں لگا لیکن اس کا کمال 1270 ہجری میں علی محمد باب کے ظہور کے وقت ہوا وہ کہتا تھا کہ سارا قرآن حضرت قائم باب کی عظمت شان کی باطنی تفسیر ہے۔

26

بہاء اللہ نوری

مرزا حسین علی المعروف بہاء اللہ 1817ء میں مازندان (ایران) کے علاقہ نور میں مرزا عباس جو شاہ ایران کی مجلس صدارت کا رکن تھا کے گھر پیدا ہوا۔ مرزا عباس کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی سے حسین علی اور دوسری بیوی سے مرزا یحییٰ نوری پیدا ہوئے۔ دونوں بھائی بڑے ہوئے تو ان دنوں مرزا علی محمد باب کا بڑا چرچا تھا۔ دونوں کے ذہن دین کی طرف مائل تھے چنانچہ دونوں اسکے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے مرزا یحییٰ ابھی پندرہ برس کا تھا کہ باب نے اسے بہت پسند کیا وہ باب کے خاص مریدوں میں شامل ہو گیا مرزا یحییٰ کا نام اس نے صبح ازل رکھا اور اسے اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ مرزا حسین علی بھی بابی تحریک میں مؤثر کردار ادا کر رہا تھا لیکن وہ ان اٹھارہ بابیوں میں شامل نہیں تھا جنہیں باب نے حروف حی کا نام دیا تھا (معارف اسلامیہ) تاہم اس نے جلد ہی اہم مقام حاصل کر لیا۔

علی محمد باب کے قتل کے بعد بابیوں نے شاہ ایران پر قاتلانہ حملہ کیا جو ناکام ہوا بابی پکڑے گئے ان میں مرزا حسین علی بھی تھا جو چار مہینہ تہران کی جیل میں پڑا رہا 28 افراد کو سزائے موت ہوئی جن میں مشہور شاعرہ قرۃ العین طاہرہ بھی شامل تھی۔ مرزا حسین علی باعزت بری ہو گیا دسمبر 1848 کو مرزا حسین علی نے اپنے بھائی صبح ازل اور دوسرے بابیوں کے ساتھ حکومت ایران اور بابیوں کے درمیان جنگ میں شرکت کے لئے بغداد کا

رُخ کیا۔ ان دنوں بابیوں میں مرزا علی محمد باب کی اس پیشین گوئی کا بڑا چرچا تھا کہ نجات دہندہ من یظہرہ اللہ آئے گا یہ کائنات اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے ان کے نزدیک من یظہرہ اللہ کا بڑا تقدس تھا چنانچہ مرزا علی محمد باب کے قریبی حلقوں میں ہر شخص یہی سوچتا تھا کہ شاید یہ منصب اسے مل جائے۔ لیکن وہ کسی دوسرے شخص سے اس کا ذکر بھی نہ کرتا تھا مرزا حسین علی کے ساتھ ایک شخص مرزا آغا خان کاشانی ہر وقت رہتا تھا اس کا ذریعہ آمدنی کچھ نہ تھا وہ مرزا حسین علی کی بہت خدمت کرتا تھا۔ رات کو وہ اس کے پاؤں بھی دباتا تھا ایک رات اس نے پاؤں دباتے ہوئے مرزا حسین علی سے کہا کہ حضرت میرا یقین ہے کہ من یظہرہ اللہ کا منصب آپ کو ملنے والا ہے۔ آپ اس منصب کے اہل ہیں میں نے غیر مرئی مخلوق کو آپ کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے نہ صرف دیکھا ہے بلکہ ان کی باتیں بھی سنی ہیں مرزا حسین علی اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تقیہ ،تقیہ یہ راز کسی سے مت کہنا تم نے سچ کہا ہے لیکن ابھی اس راز کو ظاہر نہ کرنا۔

وہ بغداد سے کردستان کے صحرائے سلیمانیہ کے پہاڑ سرگلو چلا گیا دو سال اس پہاڑی علاقے میں رہا اور بابی تحریک میں نیا رنگ بھرنے کے منصوبے پر کام کرتا رہا۔ وہ ان دو سالوں میں مختلف کتابوں خصوصی طور پر باب کی لکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کرتا رہا اس کے بھائی صبح ازل نے اسے بغداد بلوالیا۔ بابی تحریک ترکی اور برطانیہ کی سرپرستی میں چل رہی تھی۔ برطانیہ کی طرف سے مرزا علی حسین کو سیاسی پناہ دینے اور اپنے ملک کا شہری بنانے کی پیش کش بھی کی گئی۔ برطانیہ نے اسے ہندوستان بھیجنے کی پیش کش بھی کی لیکن وہ نہ مانا اس کے خیالات تبدیل ہو چکے تھے ایرانی حکومت مرزا حسین علی کی سرگرمیوں سے تنگ تھی۔

ایرانی حکومت نے ترکی حکومت کو لکھا "مرزا حسین علی نوری اپنے زمانہ قیام بغداد میں جاہل اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ اور خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ کئی بار اس نے بغاوت برپا کرنے کی کوشش بھی کی اور مختلف افراد کے قتل کی تحریص اور ترغیب میں اسکا ہاتھ رہا ہے۔ ملا آقا دربندی پر قاتلانہ حملے میں بھی اسکا ہاتھ تھا چنانچہ دونوں حکومتوں کے مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا

کہ مرزا حسین علی نوری کو بغداد سے قسطنطنیہ منتقل کر دیا جائے۔ اس فیصلے کے مطابق وہ 20 اپریل 1863ء کو اپنی دونوں بیویوں تینوں بیٹوں عباس آفندی، محمد علی اور مہدی کو لیکر اپنے بھائی مرزا موسیٰ اور بہت سے بابیوں کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ راستہ میں شط العرب کو عبور کر کے بغداد کے قریب نجبان کے ایک باغ میں پہلا پڑاؤ کیا یہ قافلہ 12 روز 2 مئی تک اس باغ میں رہا۔

باغ میں قیام کے دوران جب اسکے پیروکار اسکا وعظ سن رہے تھے تو اس نے یہ اعلان کر کے سامعین کو حیران کر دیا کہ وہ ہی من یظہرہ اللہ ہے۔ یہ منصب اسے بہت پہلے عطا ہوا تھا لیکن اسے اعلان کرنے کی اجازت اب ملی ہے۔ اس مجلس میں مرزا آقا جان کا شانی بھی تھا وہ کھڑا ہو گیا اور سب سے پہلے اسکی بیعت کی۔ تمام حاضرین نے مرزا حسین علی نوری کی بیعت کر کے اسے من یظہرہ اللہ تسلیم کر لیا۔ اسی باغ میں اس نے اپنا لقب بہاء اللہ قرار دیا اس نے اعلان کیا کہ وہی من یظہرہ اللہ ہے جس کی بشارت حضرت باب نے بیان میں دی تھی جس کے لئے پوری کائنات بنی جس باغ میں بہاء اللہ نے بغداد سے قسطنطنیہ جاتے ہوئے قیام کیا تھا اس کے پیروکار بہائی اسے باغ رضوان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور یہ ایام ان کے ہاں ایام عید رضوان کہلاتے ہیں اگست میں یہ قافلہ کرکوک موصل دیار بکر سے ہوتا ہوا قسطنطنیہ پہنچا یہ لوگ قسطنطنیہ میں چار ماہ رہے پھر قسطنطنیہ سے انہیں ادرنہ بھیج دیا گیا۔ (معارف اسلامیہ، جلد پنجم)

ادرنہ پہنچ کر بہاء اللہ نے اسلامی وغیر اسلامی ملکوں کے سربراہوں صاحب رائے علماء مشائخ کو اس مضمون کے خط لکھے کہ وہ من یظہرہ اللہ ہے جسکا ذکر مرزا علی محمد باب نے اپنی کتابوں میں کیا ہے وہ نجات دہندہ ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ اس کے بھائی صبح ازل اور دوسرے بابیوں نے اس کے دعوے کی مخالفت کی لیکن عام بابی اس پر ایمان لانے لگے۔ ایک بڑی جمعیت اس کی سربراہی میں جمع ہو گئی روزانہ دور دور سے لوگ آکر اس کی بیعت کرتے بابیوں میں دو گروپ بن گئے تھے۔ ایک بہاء اللہ کے دعویٰ کا حامی اور دوسرا مخالف

جس کا سربراہ اسکا بھائی صبح ازل تھا کیونکہ باب نے صبح ازل کو اپنا نائب نامزد کیا تھا یہ اختلافات بڑھ گئے چنانچہ صبح ازل اور بہاء اللہ کے پیروؤں میں خونی تصادم بھی ہوا بہاء اللہ نے اپنے مخالفوں کی ایک فہرست بھی تیار کی جن کے قتل کے لیے فدائی روانہ کئے گئے۔ چنانچہ فدائیوں نے ملا رجب علی قاہر، حاجی مرزا احمد، حاجی مرزا احمد رضا اور صبح ازل کے دوسرے پیروکاروں کو قتل کیا لیکن صبح ازل بچ گیا۔

بہاء اللہ مخالفت برداشت نہ کرسکتا تھا اس نے صبح ازل کو دعوت پر اپنے پاس بلایا اور کھانے میں زہر دینے کی سازش کی لیکن اس نے کھانا نہ کھایا صبح ازل بچ گیا کچھ عرصہ بعد اس نے محمد علی حجام کو بڑی رقم دے کر صبح ازل کے قتل کے لئے تیار کیا۔ لیکن یہ سازش بھی ناکام ہوگئی صبح ازل سمجھ گیا تھا کہ بہاء اللہ اسکے خون کا پیاسا ہے اس نے ادرنہ کے کسی اور محلے میں رہائش رکھ لی اور خاموشی سے زندگی کے دن گزارنے لگا۔

بہاء اللہ نے صبح ازل کے خلاف ایک اور سازش تیار کی ایک خط صبح ازل کی طرف سے تحریر کیا گیا جس میں قسطنطنیہ پر بابیوں کے قبضہ اور سلطان عبدالعزیز اور اس کے امراء کی گرفتاری اور صبح ازل کو بادشاہ بنانے کا ذکر تھا۔ اس چٹھی کو ایوان اقتدار میں پہنچا دیا گیا تحقیق ہوئی وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ بابیوں کے دو گروہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ایک گروہ کا سربراہ بہاء اللہ ہے اور دوسرے گروہ کا سربراہ اسکا بھائی صبح ازل ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا بہاء اللہ اور صبح ازل کو مختلف مقامات پر بھیج دیا جائے چنانچہ صبح ازل کے لئے حکم ہوا کہ وہ اپنے اہل وعیال سمیت جزیرہ قبرص کے شہر ماموسا میں چلا جائے۔ بہاء اللہ کے لئے یہ فرمان جاری ہوا وہ اپنے اہل عیال سمیت عکہ فلسطین چلا جائے۔ ترکی حکومت نے فیصلہ بھی کیا بہاء اللہ کے چار پیروکار اور قریبی ساتھی مشکین قلم خراسانی، میر علی سیاح، محمد باقر اصفہانی اور عبدالغفار صبح ازل کے ساتھ قبرص جائیں اور صبح ازل کے چار پیرو حاجی سید محمد اصفہانی، آقا جان بیگ کاشانی، مرزا رضا قلی تفرشی اور اسکا بھائی مرزا نصر اللہ تفرشی بہاء اللہ

کے ساتھ عکہ جائیں۔ جلاوطنی کا یہ منصوبہ برطانوی خفیہ ایجنسی MI-6 نے تیار کیا تھا۔ تاکہ مخالفوں کی موجودگی میں دونوں گروپوں کے رہنما حکومت ترکی کے خلاف کوئی منصوبہ نہ بناسکیں۔ ایسی صورت میں ہر وقت اطلاعات کا موثر نظام موجود تھا لیکن ابھی دونوں مخالف جماعتیں ادرنہ سے روانہ بھی نہ ہوئی تھیں کہ بہاء اللہ نے مرزا تفرشی کو زہر دے کر ہلاک کردیا صبح ازل کے باقی تین آدمی اس کے ساتھ عکہ گئے۔ عکہ میں پہنچ کر تینوں نے بہاء اللہ سے علیحدہ مکان کرائے پر لیا لیکن بہاء اللہ کے منصوبہ میں یہ تینوں افراد رکاوٹ تھے۔ اس لئے اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کو قتل کرادیا۔ بہاء اللہ نے عکہ پہنچ کر پہلے اپنے مخالفوں اور صبح ازل کے وفاداروں کو بڑے خفیہ طریقے سے قتل کرایا۔ ان میں آقا سید علی عرب تبریز، ملا رجب علی کربلا، آقا محمد علی اصفہانی، حاجی مرزا احمد کاشانی بغداد میں حاجی مرزا محمد رضا، حاجی ابراہیم، حاجی جعفر حسین علی، حاجی ابوالقاسم کاشانی مرزا بزرگ کرمان شاہی مختلف مقامات پر بہاء اللہ کے فدائیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ (Episode of Bob)

ان مخالفین کے قتل کے بعد اس کی دھاک ایران و ترکی میں بیٹھ چکی تھی پہلے وہ مرزا علی محمد باب کا خاص مرید بابی کہلاتا تھا پھر من یظہرہ اللہ بنا۔ بابی اسکے دعوؤں کے کو مانتے رہے پھر اس نے حضرت مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا۔ اس کی کتاب لوح مبارک میں اس نے اپنی خودساختہ وحی عربی میں لکھی:

قل یا ملامَ الفرقان قد اتی الموعود الذی وعدتم فی الکتاب. اتقو الله ولا تتبعو کل مشرک اثیم. (لوح مبارک)

ترجمہ: ”کہہ دے کہ اے گروہ فرقان بے شک وہ موعود آگیا جس کا تم سے کتاب میں وعدہ کیا گیا تھا۔ خدا سے ڈرو اور کسی مشرک گناہ گار کی پیروی نہ کر“۔

اس نے کتاب مبین بھی تحریر کی جسکے بارے میں وہ کہتا تھا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہیں۔ اس نے عیسائیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

قل یا ملاء النصاریٰ قد تجلنا علیکم من قبل وما عرفتمونی ھذاہ مرۃ اخریٰ. ھذا یوم اللہ اقبلوا الیہ انہ قداتی من السماء کما اتی اوک مرۃ.

ترجمہ: "بہاءاللہ کہہ دے کہ اے گروہ نصاریٰ، ہم نے پہلی مرتبہ بھی تم پر تجلی فرمائی تھی لیکن تم نے ہمیں شناخت نہ کیا۔ یہ آمد ثانی ہے یہ خدا کا دن ہے اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ بے شک یہ (بہاءاللہ) اسی طرح آسمان سے دوسری مرتبہ آیا ہے"۔

اس نے جو خطوط مختلف لوگوں کو لکھے اس میں سے ایک خط میں مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کو لکھا "اے پیروان مسیح کیا میرا نام (بہاء اللہ) تمہارے نزدیک میری مسیحیت کے منافی ہے تم کس بنا پر شک میں پڑے ہو۔ تم لوگ شب و روز اپنے قادر مطلق مسیح کو پکارا کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ازلی آسمانی سے کامل جلال کے ساتھ آگیا ہے تو تم اس کے پاس نہیں بھٹکتے اور لاپرواہ بنے ہوئے ہو"۔ (بہائی سکریچرز، 124، مطبوعہ نیویارک)

بہاءاللہ نے پھر ترقی کی اور خود خدا بن بیٹھا۔ وہ کہتا تھا کہ 1852ء میں خدائے مجسم بہاءاللہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بہائی تحریک نے بابی تحریک کو کچل دیا صبح ازل کی موت کے بعد بابی اسکے پیروکار بن گئے اس نے اسلامی شریعت ختم کر کے اپنی شریعت پر لوگوں کو عمل کرایا۔ اسکی شریعت میں وضو میں صرف ہاتھ اور منہ دھویا جاتا تھا سر کے مسح اور پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں۔ جاڑوں میں تیسرے دن اور گرمی میں روزانہ ایک مرتبہ پاؤں دھونے کا حکم تھا۔ ہر نماز کے لئے وضو کی ضرورت نہیں بلکہ وہ قبلہ کی بجائے بہاءاللہ کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ نماز میں قرآن کی بجائے بہاءاللہ کی کتاب کی بعض عبارتیں پڑھی جاتیں۔ پانچ وقت کی نماز کی بجائے تین نمازیں فجر، ظہر اور مغرب تین رکعتوں کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں نماز باجماعت حرام مریضوں اور بوڑھوں کو نماز معاف رمضان کے روزوں کی بجائے موسم بہار میں انیس روزے رکھے جاتے تھے۔ صبح صادق کی بجائے طلوع آفتاب سے مغرب تک کھانے پینے کی ممانعت تھی۔ دین اسلام میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ

مقرر ہے جبکہ بہائی شریعت میں پانچواں حصہ ادا کرنا پڑتا۔

چونکہ بہائی مذہب اور تحریک کی سرپرستی برطانوی حکومت کر رہی تھی اس لیے اس کی اڑان بھی اونچی تھی۔ اس پر کوئی حکومت ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی اس نے ایک طویل مکتوب شاہ ایران کو لکھا اس میں اس نے بابیوں کو دوبارہ ایران میں آنے کی اجازت طلب کی تھی۔ مکتوب کا انداز بھی معذرت خواہانہ تھا شاہ سے رحم کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ یہ مکتوب مرزا بدیع کے ہاتھ شاہ ایران کو بھیجا گیا وہ تخت شاہی تک پہنچنے میں کامیاب ہوا لیکن حکام نے اسے گرفتار کیا اور اتنا تشدد کیا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا۔ البتہ یہ مکتوب شاہ ایران تک پہنچ گیا لیکن بابیوں اور بہائیوں کو ایران آنے کی اجازت نہ دی گئی۔

برطانوی انٹیلی جنس ایجنسی MI-6 نے کیمرج یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر ایڈورڈ جی براؤن کو بہاء اللہ سے ملاقات کرنے، اس کے خیالات معلوم کرنے اور ان سے مستفید ہونے کے لئے عکہ بھیجا۔ وہ قبرص میں صبح ازل سے بھی ملا وہ دس روز تک قبرص کے شہر ماغوسا میں رہا۔ روزانہ صبح ازل سے ملتا یہ ملاقات دوپہر کو شروع ہوتی غروب آفتاب تک جاری رہتی اس مجلس میں صبح ازل کے بیٹے عبدالعلی، رضوان علی، عبدالواحد اور تقی الدین بھی موجود ہوتے تھے۔

پروفیسر براؤن پھر بہاء اللہ سے ملاقات کے لئے عکہ روانہ ہوا۔ لیکن اسے بتایا گیا کہ بہاء اللہ سے ملاقات کی اجازت بہائی پیش کار سے لینی ضروری ہے۔ یہ بیروت اور سکندریہ (مصر) میں رہتے تھے چنانچہ اسے بیروت لیجایا گیا ملاقات کی اجازت سے پہلے بہائی پیش کار ملاقاتی کی غرض وغایت کا پتہ کرتا پھر وہ ملاقاتی کو ملاقات کے ادب وآداب سے مطلع کرتا۔ اس کے پاس ایران کے بابی دوستوں کی سفارشی چٹھی بھی تھی جو انہوں نے عامل بیروت کو لکھی تھی۔ ملاقات کے لئے جوابی تار بھیجا گیا اگلے روز بیروت میں تار کا جواب آیا اور اجازت ملاقات ملی پروفیسر براؤن نے ملاقات کا حال اسطرح بیان کیا۔

”22 شعبان 1307 ہجری کو عکہ روانہ ہوا جب عکہ کے قریب پہنچا تو دور سے

نہایت خوش نما منظر دکھائی دیا۔ بڑے بڑے خوبصورت باغ تھے نارنگی اور طرح طرح کے دوسرے میوے عجیب بہار دکھا رہے تھے ان باغات نے جو عکہ کے مضاف میں تھے مجھے حیرت میں ڈال دیا کیونکہ ایسے شہر میں جسے بہاء اللہ اپنی تحریروں میں خراب اخرب البلاد کے نام سے یاد کرتا تھا۔ مجھے ایسی طراوت اور نضارت کے دیکھنے کی کبھی امید نہ ہو سکتی تھی دن میں نے ایک مسیح تاجر کے پاس گزارا جبکہ رات ایک بہائی کے گھر گزاری دوسرے دن بہاء اللہ کا بڑا بیٹا عباس آفندی جو آجکل عبدالبہاء کے نام سے مشہور ہے۔ آیا اور مجھے وہاں سے قصر بہجہ لے گیا جو عکہ سے باہر 15 منٹ کی راہ پر ہے دوسرے دن بہاء اللہ کا چھوٹا بیٹا مجھے اپنے ساتھ ایک وسیع ایوان میں لے گیا جس کا فرش سنگ مرمر کا تھا۔ سامنے پردہ تھا پردہ کو اٹھا کر میں ایک وسیع تالار میں داخل ہوا تالار ان چار ستونوں کو کہتے ہیں جنہیں زمین میں گاڑ کر ان پر لکڑی کے تختے جوڑے گئے ہوں۔ تالار کے ایک گوشہ میں گاؤ تکیہ کے ساتھ ایک نہایت پر شکوہ شخص بیٹھا تھا۔ سر پر درویشوں کے تاج کی مانند لیکن اس سے بھی بلند ٹوپی تھی جس کے گرد سفید کپڑے کا ایک چھوٹا سا عمامہ لپٹا ہوا تھا۔ اس شخص کی آنکھیں نہایت پر کشش اور چمکدار تھیں ابرو کشادہ داڑھی بہت سیاہ گھنی اور اس قدر لمبی تھی کہ کمر کے قریب پہنچی ہوئی تھی۔ یہی شخص بہاء اللہ تھا میں حسب ہدایات پیش کار بیروت مراسم تعظیم بجالایا۔ بہاء اللہ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا بہاء اللہ میری طرف مخاطب ہو کر بولا اصلاح عالم اور فلاح امم کے سوا ہماری کوئی غرض وغائت نہیں تمام دینوں کو ایک مذہب میں ہو جانا چاہیے۔ ہماری یہ آرازو ہے کہ تمام لوگ بھائی بھائی ہوں بنی نوع انسان میں دوستی اور اتحاد کا رشتہ قائم ہو ان کا مذہبی اختلاف دور ہو۔ کسی شخص کو اس بات پر فخر نہیں کرنا چاہیے کہ وہ وطن دوست ہے بلکہ حقیقی فخر یہ ہے کہ وہ ہر بشر کو دوست رکھے یہ ملاقات جلد ہی ختم ہو گئی۔ (نقطہ الکاف)

بہاء اللہ کی گفتگو اس کے دعووں کے برعکس تھی۔ اس کا یہ نظریہ مصنوعی تھا جسے اس نے پروفیسر براؤن کے سامنے اختیار کیا۔ بہاء اللہ حقیقت میں اپنے مرشد علی محمد باب کی تالیف شدہ

کتاب ''بیان'' کو وحی الٰہی سمجھتا تھا جس میں تحریر ہے کہ جو شخص کتاب بیان کی پیروی نہیں کرتا اس کا تقویٰ اور پرہیزگاری اس کو کچھ نفع نہ دے گی۔ بہاء اللہ نے اپنی کتاب ''کتاب مبین'' میں لکھا:

ترجمہ: ''کتاب بیان کی عظمت بلند ہوئی اور جو کچھ اس میں اتارا گیا وہ ثابت ہو گیا اور جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ غفلت اور گمراہی میں پڑے ہیں''۔

اس نے کتاب اقدس میں لکھا: ''جس شخص نے مجھے قبول نہ کیا وہ گمراہ ہے''۔

پروفیسر براؤن عکہ پانچ روز رہا اسکا قیام قصر بہجہ میں رہا یہ اہم شخصیتوں کے لئے مہمان خانہ تھا اسکی چار مرتبہ بہاء اللہ سے ملاقات ہوئی اس ملاقات میں ہر بار اسکا بیٹا ضرور موجود ہوتا۔ عکہ میں بہاء اللہ 31 اگست 1868ء کو اپنے سب ساتھیوں سمیت آیا تھا۔ اس کے خطرناک عقائد اور عزائم کے پیش نظر عکہ کے مختلف مقامات پر وہ منتقل ہوتا رہا۔ وہ 1877ء تک قید رہا پھر اسے عکہ کے نزدیک بہجہ میں دکھایا گیا لیکن پروفیسر براؤن کے بیان کے مطابق عکہ میں قید و بند کی سب کہانیاں فرضی تھیں۔ وہ مکمل آزاد تھا اس کو بہترین سہولتیں میسر تھیں 10 مئی 1892ء کو وہ بیمار ہوا۔ اور 28 مئی 1892ء کو اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا اور اپنے پیچھے اسلام کو مسخ کر کے نیا مذہب چھوڑ گیا۔

بہاء اللہ نے دو شادیاں کی تھیں پہلی شادی 18 برس کی عمر میں نواب نامی عورت سے ہوئی جس کے بطن سے صادق (چار سال کی عمر میں وفات) عباس آفندی عبدالبہاء 1841ء میں پیدا ہوا بہیہ خانم، علی محمد (سات سال کی عمر میں فوت ہوا) مہدی علی محمد دو سال کی عمر میں فوت ہوا۔ 1849ء میں بہاء اللہ نے اپنی چچازاد مہد علیا سے شادی کی جس کے بطن سے محمد علی حمدیہ خانم علی محمد (دو سال کی عمر میں فوت ہوا) ضیاء اللہ اور بدیع اللہ پیدا ہوا اس نے اپنے بیٹے عباس آفندی عبدالبہاء کو غصن اعلیٰ اور دوسری بیوی سے بیٹے محمد علی کو غصن اکبر کا لقب دیا۔

بہاء اللہ عکہ میں دفن کر دیا گیا اس کے مرنے کے نو دن بعد اس کی وصیت بہائیوں کے اجتماع میں کھول کر سنائی گئی جس کے ایک حصہ میں عباس آفندی عبدالبہاء کو اپنا

جانشین نامزد کیا گیا تھا لیکن اس حصہ کو اس کے دوسرے بیٹے محمد علی غصن اکبر نے تسلیم نہ کیا۔ بہر حال عبدالبہاء اسکا جانشین بن گیا وہ امریکہ گیا اور وہاں جا کر مسیح اور ابن اللہ ہونے کا اعلان کر دیا وہ ہندوستان آیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ زرتشی مذہب کا بہرام موعود وہی ہے۔ 1910 میں اس نے دنیا کے اہم شہروں کا سفر کیا وہ مصر، پیرس، لندن، امریکہ اور دوسرے یورپی ملکوں میں بہائی مذہب کے حق میں لیکچر دیتا رہا۔ اس مذہب کے سرپرستی برطانوی حکومت کر رہی تھی تا کہ مسلمانوں میں اختلافات پیدا ہوں، فساد برپا ہو اور اسلام کی تبلیغ رک جائے۔ 1920 میں برطانوی حکومت نے اسے کے بی ای Knight KBE of the order of British Empire خطاب دیا وہ بہاء اللہ کی موت کے بعد 19 برس تک زندہ رہا 1921ء میں حیفہ میں فوت ہو گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنے نواسے شوقی آفندی کو اپنا جانشین اور ولی امر اللہ مقرر کیا جو بہائیوں کا سربراہ تصور ہوتا ہے۔ بہائیت اسلام کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ بہائی مذہب ایک الگ مذہب ہے۔ بہاء اللہ نے ہدایت کی تھی کہ ایک مرکزی عبادت گاہ مشرق الاذکار تعمیر کی جائے (کتاب الاقدس) جس کے اوپر نو حصوں پر مشتمل ایک گنبد بنایا جائے (مشرق الاذکار)۔ 1902ء میں اشک آباد ترکمانستان میں تعمیر کیا۔ 10 مئی 1912ء کو عبدالبہاء نے شکاگو (امریکہ) میں جھیل مشی گن کے کنارے مشرق الاذکار کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کا افتتاح اس کے نواسے شوقی آفندی نے 2 جون 1953ء کو کیا۔

بہائی لوگ بہاء اللہ کو حقیقی معبود مانتے ہیں۔ امریکہ میں بہائی مذہب میں داخل ہونے کے لیے بیعت فارم میں ایک حلف دیا گیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"خدا کا نام لے کر میں بڑی عاجزی کے ساتھ اپنے خالق برتر و توانا خدا کی توحید کا اقرار کرتا ہوں اور خدا کے انسانی شکل میں (بہاء اللہ) ظاہر ہونے پر میرا ایمان ہے"۔

(معارف اسلامیہ، جلد ۵)

27

مرزا غلام احمد قادیانی

مغلیہ سلطنت اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی یہ سکڑ کر دہلی تک محدود ہو گئی تھی۔ پنجاب اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سکھوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ مسلمان سخت مشکلات میں تھے۔ مسجدیں گھوڑوں کے اصطبل میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ مغلوں کی طرف سے ملی جاگیروں پر سکھ قابض ہو چکے تھے۔ عیسائی مشنریاں لوگوں کو عیسائی بنانے میں اپنا پورا زور لگا رہی تھیں۔ ان حالات میں قادیان ضلع گورداسپور میں حکیم مرزا غلام مرتضٰی نامی شخص کے گھر 1839/40ء میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کا نام غلام احمد رکھا۔ حکیم مرزا غلام مرتضٰی کا بٹالہ میں مطب تھا۔ غلام احمد بڑا ہوا تو اپنے والد کے پاس بٹالہ آ گیا۔ اس نے فضل الٰہی نامی مولوی صاحب سے قرآن پاک اور فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ دس بارہ برس کی عمر میں فضل احمد سے کچھ اور کتابیں پڑھیں۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں مولوی گل علی شاہ سے چند مذہبی کتابیں پڑھیں۔ وہ سارا دن اپنے والد کے ساتھ مطب میں رہتا لیکن اسے مطب اور مریضوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ بچپن ہی سے آزاد خیال تھا اور گھر سے چوری چھپے چیزیں بھی لے جاتا رہا۔ (سیرت المہدی، حصہ اوّل)

1864ء میں گورداسپور اپنے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کے ساتھ خاندان کے تمام افراد کی پنشن لینے آیا۔ دونوں نے پنشن کی رقم لی۔ قادیان یا بٹالہ آنے کی بجائے

دونوں امرتسر اور لاہور جا کر سیر و تفریح میں ساری رقم خرچ کر بیٹھے۔ والد سے سزا کا خوف تھا۔ غلام احمد بڑا پریشان تھا۔ وہ سوچتا رہا کہاں جائے؟ اسے خیال آیا کہ سیالکوٹ میں بٹالے کا اس کا ہم جماعت لالہ بھیم سین رہتا ہے وہ اس کے پاس سیالکوٹ چلا گیا جبکہ گھر والے اس کو تلاش کرتے رہے۔ اس نے اپنے والد کو سیالکوٹ آنے کی اطلاع کر دی۔ لالہ بھیم سین نے مرزا غلام احمد کو سیالکوٹ کی کچہری میں دس، پندرہ روپیہ ماہوار کی نوکری دلا دی۔ دونوں اکٹھے رہنے لگے دونوں نے مختیاری کا امتحان دیا۔ لالہ بھیم سین پاس ہو گیا جبکہ مرزا غلام احمد جوان دنوں سیالکوٹ میں ملازمت کی وجہ سے منشی غلام احمد کے نام سے مشہور تھا فیل ہو گیا۔

لالہ بھیم سین کو چھوڑ کر منشی غلام احمد محلہ کشمیریاں سیالکوٹ میں عمر جولاہے کا مکان کرایہ پر لے لیا۔ کچھ دن اس مکان میں رہا۔ پھر منصب علی وثیقہ نویس کے پاس جامع مسجد کے سامنے چوبارے پر آ گیا۔ دونوں کرائے پر رہنے لگے۔ ان کی رہائش کے قریب فضل دین کی دکان تھی وہ رات گئے تک دکان کھلی رکھتا تھا۔ اس کی دکان کے تھڑے پر عشاء کی نماز کے بعد بعض لوگ آ کر بیٹھ جاتے اور آپس میں حالات حاضرہ، نجی مسائل پر گپ شپ کرتے۔ مذہبی باتیں ہوتیں۔ اس گفتگو میں بعض پڑھے لکھے مسلمان آ موجود ہوتے تھے۔ کبھی کبھی نصر اللہ عیسائی ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول بھی آ جاتا تھا۔ منشی غلام احمد نصر اللہ عیسائی سے اکثر الجھتا۔ اس بحث کے نتیجے میں منشی غلام احمد کو عیسائیت کے خلاف کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔

1868ء میں منشی غلام احمد نے سیالکوٹ کچہری کی نوکری چھوڑ دی اور اپنے والد کے پاس قادیان آ گیا۔ جہاں اس کا زیادہ وقت جائیداد کی بازیابی کے لیے مقدمہ بازی میں گذرا۔ 1876ء میں والد کی وفات پر مرزا غلام احمد اور اس کے بھائی مرزا غلام قادر کے خلاف جائیداد میں شریک مرزا اعظم بیگ نے تقسیم جائیداد کا دعویٰ دائر کر دیا جو ڈگری ہوا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کو تقسیم کے ذریعے جائیداد مرزا اعظم بیگ کو دینا پڑی اور تمام عدالتوں کا خرچہ بھی دونوں نے ادا کیا۔ (حقیقت الوحی، ص 243) مرزا غلام احمد بڑا مایوس

ہوا۔ اتفاق سے مرزا کا ہم مکتب محمد حسین بٹالوی دہلی سے مولوی نذیر حسین (اہلحدیث) سے تحصیل علم کے بعد بٹالہ آیا، مرزا نے اس سے ملاقات کی۔ ان دنوں وہ چینیاں والی مسجد لاہور میں خطیب تھے انہوں نے مرزا کو لاہور آنے کی دعوت دے ڈالی۔ مرزا غلام احمد ان کے پاس لاہور چلا گیا اور مسجد چینیاں والی میں مقیم ہو گیا۔

ان دونوں عیسائی مشنریاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے نیا نیا جال پھیلا رہی تھیں۔ ادھر ہندوؤں میں بھی نئی نئی مذہبی تحریکیں اٹھ کر اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ مختلف اخبارات میں اسلام کے خلاف مضامین شائع ہو رہے تھے۔ مرزا کی طبیعت میں مناظرانہ رنگ تو تھا ہی مرزا نے مختلف اخبارات میں اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید میں مضامین بھیجنے شروع کر دیئے۔ ان میں سفیر ہند، ہندو باندھو (برادر ہند) دربار کا شک، آفتاب، پنجاب اور وکیل وغیرہ شامل ہیں۔ جب مرزا کے مضامین نکلے تو دھوم پڑ گئی۔ مرزا نے مختلف مذاہب کے لیڈروں سے مناظرے تحریری و بذریعہ اخبارات و اشتہارات نیز تقریری شروع کر دیئے۔ (مجدد اعظم، بشارت احمد قادیانی لاہور)

مرزا نے اسلام پر سب سے زیادہ حملہ کرنے والے پنڈت دیانند سرسوتی کے خلاف 9 فروری سے 9 مارچ 1878 تک اخبار سفیر ہند میں مضمون لکھے اس سے مرزا کی شہرت میں بہت اضافہ ہوا۔ مرزا نے مضمون نویسی سے بڑھ کر یہ کیا کہ جولائی 1878ء میں اخبار میں سرسوتی کے خلاف چیلنج کا اشتہار شائع کرایا۔ یہ سلسلہ بعد تک جاری رہا۔ اب مرزا مسلمانوں میں مقبول و ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ مسلمان مرزا کو اسلام کا ہمدرد و راہنما سمجھنے لگے تھے۔ مرزا مسلمانوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا۔ عام مسلمانوں میں مرزا کی خدمات پر گفتگو ہوتی۔ اپنی شہرت دیکھ کر مرزا نے خدا سے انعام پانے اور مستجاب الدعوات ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور لاہور سے قادیان منتقل ہو گیا۔ لوگ قادیان جانے لگے۔ مرزا کے گرد مسلمانوں کا جم غفیر رہتا اپنی شہرت اور کامیابی دیکھ کر مرزا نے تالیف کے میدان میں

بھی قدم رکھ دیا۔ مرزا نے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے براہین احمدیہ لکھنے کا ارادہ کیا۔ مرزا نے اس کے لئے 1877ء کے آخر ہی سے اشتہارات دینے شروع کر دیے لیکن باقاعدہ کام کا آغاز 1879ء میں کیا۔ (مجدد اعظم، 199) مرزا نے اپریل 1879ء میں اس سلسلے میں ایک اشتہار شائع کرایا۔ جس میں اعلان کر دیا گیا کہ ''جو شخص اس کے دلائل کو توڑے گا تو میں اپنی جائیداد اور دس ہزار روپے اس کے حوالے کر دوں گا''۔

(تبلیغ رسالت، حصہ اول، مجموعہ اشتہارات)

مرزا نے اس مضمون کے ہزاروں اشتہارات چھپوا کر عوام میں تقسیم کرائے۔ ساتھ ہی مسلمان اکابر اور رؤسا کو بھی مالی معاونت کے لیے چٹھیاں لکھیں۔ لوگوں نے اسلام کے نام پر مرزا کو پیشگی رقوم بھیجنی شروع کر دیں۔ 1880ء میں براہین احمدیہ کی دو جلدیں شائع ہوئیں۔ 1882ء میں تیسرا حصہ اور 1884ء میں چوتھا حصہ شائع ہوا۔ چاروں حصے 562 صفحات پر مشتمل ہیں جس میں پہلا حصہ صرف اشتہار ہے۔ مرزا کی شہرت مناظروں اشتہارات و مضامین کی وجہ سے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ مسلمان مرزا سے عقیدت رکھتے تھے اور اسے اسلام کا سچا ہمدرد سمجھتے تھے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد مرزا کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا براہین احمدیہ ہی میں مرزا نے مامور من اللہ اور الہام پانے کا اعلان کیا تھا۔ جس پر صرف لدھیانہ کے علماء نے ہی اعتراض کیا تھا۔ مرزا نے اپنی شہرت اور لوگوں کی عقیدت دیکھ کر 1884ء میں ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کر دیا۔

''مصنف براہین کو اس بات کا علم بھی دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہہ ہیں''۔

(تبلیغ رسالت، حصہ اول، صفحہ 16،19)

مرزا نے ہزاروں کی تعداد میں یہ اشتہارات چھپوا کر پبلک میں تقسیم کرائے اور بیرون ممالک بھی روانہ کئے۔ مرزا سے عقیدت رکھنے والوں نے مرزا کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا۔

مجدد سے مثیل مسیح

مرزا بھی پہلے عام مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور آمد ثانی کا قائل تھا۔ مجدد وقت ہونے کے ساتھ مرزا نے اب یہ کہنا بھی شروع کر دیا تھا کہ وہ مثیل مسیح ہے لیکن باقاعدہ طور پر ابھی اس کا کوئی اعلان نہ کیا تھا بہت سے لوگوں نے مرزا کی اس حیثیت کو بھی تسلیم کر لیا تھا مرزا نے مزید ترقی کی اور 22 مارچ 1891ء کو ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کر کے اہل علم کو حیرت میں ڈال دیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکے ہیں اور جس مسیح کا احادیث میں دوبارہ آنے کا وعدہ ہے وہ میں ہی ہوں۔ (سلسلہ احمدیہ، مرزا بشیر احمد، صفحہ 30، 31) مرزا پر چاروں طرف سے اہل علم وبصیرت نے اعتراضات کرنے شروع کر دیے مرزا نے اپنے دعویٰ کی تشریح کے لیے فتح اسلام اور توضیح مرام رسائل تصنیف کئے۔ اس اعلان سے پہلے مرزا نے علماء کرام کے خدشات کو بھانپتے ہوئے یہ اعلان کیا۔

"مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو"۔ (تبلیغ رسالت حصہ اول) مرزا نے اپنے دعوے کی تشریح کے لیے لکھا کہ "سچ یہ ہے مسیح بھی صلیب پر فوت نہیں ہوا بلکہ اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوا"۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 473) لیکن بعد میں ایک اور پینترا بدلا۔ 24 جولائی 1898ء کے انگریزی اشتہار اور ایام الصلح نامی رسالے میں یہ اعلان کر دیا کہ "مسیح بن مریم سری نگر کشمیر میں جا کر 120 برس کی عمر میں محلہ نجار میں فوت ہوئے۔ اور یوسف نجار کی قبر اصل میں حضرت مسیح بن مریم کی قبر ہے"۔ (سلسلہ احمدیہ، صفحہ 80) اہل علم نے یہ اعتراض کیا کہ مسیح موعود تو دمشق میں نازل ہوں گے مرزا صاحب نے اس کی تاویل یہ کی کہ "قصبہ قادیان بوجہ اس کے اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے میرا دعویٰ تو نہیں کہ دمشق میں کوئی مسیح مثیل پیدا نہیں ہوا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے"۔ (حاشیہ ازالہ اوہام) اہل علم

نے یہ بھی اعتراض کیا کہ نزول مسیح کے وقت دجال کا خروج بھی لازمی ہے۔ مرزا صاحب نے دجال کی مختلف تاویلیں کیں۔ کبھی کہا کہ دجال سے مراد دنیا پرست لوگ ہیں۔ (فتح اسلام)

کبھی کہا دجال سے یا اقبال قومیں مراد ہیں، دجال سے پادری مراد ہیں، کبھی کہا دجال صناع اور کلوں کا کام کرنے والے لوگ ہیں۔ (کتاب البریہ، 210) کبھی کہا دجال شیطان کا اسم اعظم ہے۔ 1907 میں دجال کا پھر مطلب بدلا کر دجال جھوٹ کے حامی کو کہتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی، 313) دجال کی سواری سے مراد ریل گاڑی ہے۔

صرف اپنی تحریروں کے بل بوتے پر مرزا مثیل مسیح سے مسیح موعود پر فائز ہو گیا تھا۔ اہلِ علم نے مرزا کو بہت سمجھایا کہ احادیث صحیح میں مسیح موعود حضرت مسیح بن مریم ہوں گے جبکہ تُو تو غلام احمد بن غلام مرتضےٰ ہے۔ اعتراض معقول تھا آخر کئی سال کی سوچ بچار کے بعد قوت متخیلہ سے مرزا نے اس اعتراض کا جواب بھی دے دیا مرزا کہتا ہے۔

"خدا نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 496 میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں ہے بذریعہ اس الہام کے جو براہین کے صفحہ 556 میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے ابن مریم ٹھہرا"۔ (کشتی نوح، 46)

مرزا شاعرانہ تخیل سے جب ابن مریم بن گیا تو اہل علم نے مرزا سے معجزے دکھانے کا مطالبہ کیا۔ مرزا چونکہ معجزے نہیں دکھا سکتا تھا تخیل ہی میں ابن مریم بنا تھا اس لیے مرزا نے حضرت عیسیٰ کے ان معجزوں سے ہی انکار کر دیا جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

مہدویت کا دعویٰ

جب اہل علم نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر آپ مسیح موعود ہیں تو مہدی موعود کون ہیں۔

مرزا نے پہلے تو اس خیال اور عقیدہ کو ہی فضول بتایا۔ لیکن 22 مئی 1892ء کو مہدویت کا دعویٰ کر کے ثبوت میں شاہ نعمت اللہ کرمانی کا قصیدہ اپنے رسالہ آسمانی نشانی میں پیش کر دیا۔

اصل قصیدہ میں جو کہ ادبیات ایران میں موجود ہے مہدی کے بارے میں شعر یوں ہے:

میم حا میم ، دال می خوانم
نام او ، نامدار می بینم

لیکن مرزا نے اس شعر کے پہلے حصے کو اس طرح بدل دیا:

ا ح م و دال می خوانم
نام او نامدار می بینم

قصیدہ کے اس شعر کا ترجمہ بھی مرزا نے غلط کیا۔

ے مہدی وقت و عیسیٰ دوراں
ہر دو شاہ سوار می بینم

مرزا نے ترجمہ یوں کیا کہ وہ مہدی بھی ہوگا اور عیسیٰ بھی۔

حالانکہ اس کا ترجمہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اور مہدی ہر دو شہواروں کو میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 175 پر پھر لکھ دیا ''میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں مہدی ہوں، میرا تو دعویٰ مسیح موعود کا ہے''۔

نبوت کا دعویٰ

جب مرزا کے معتقدوں نے مرزا کے دعوے کو تسلیم کر لیا تو مرزا ایک قدم اور بڑھا اور 5 نومبر 1901ء کو ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان بھی کر دیا کہ

''میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی''۔ اس دعوے کے ساتھ ہی مرزا کے دعووں کی ایک طویل فہرست ہے۔ علامہ رفیق دلاوری نے اپنی مشہور کتاب ''آئمہ تلبیس'' میں مرزا کے 84 دعووں کی فہرست دی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

میں محدث ہوں، امام الزماں ہوں، مجدد ہوں، مثیل مسیح ہوں، مریم ہوں، مسیح موعود ہوں، ملہم ہوں، حامل وحی ہوں، تجمر مہدی ہوں، حارث موعود ہوں، اصل فارسی ہوں، سلمان ہوں، چینی الاصل موعود ہوں، خاتم الانبیاء ہوں، خاتم الخلفاء ہوں، حسینؓ سے بہتر ہوں، حسینؓ سے افضل ہوں، مسیح بن مریم سے بہتر ہوں، یسوع کا ایلچی ہوں، رسول ہوں، مانند خدا ہوں، خدا ہوں، خالق ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، خدا کا باپ ہوں، خدا مجھ سے ظاہر ہوا اور میں خدا سے ظاہر ہوا، تشریعی نبی ہوں، آدم ہوں، شیث ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، اسحاق ہوں، اسماعیل ہوں، یعقوب ہوں، یوسف ہوں، موسیٰ ہوں، داؤد ہوں، عیسیٰ ہوں، آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں، مثنی ہوں، ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں، موتی ہوں، حجر اسود ہوں، تمام انبیاء سے افضل ہوں، ذوالقرنین ہوں، احمد مختار ہوں، بشارت اسم احمد کا مصداق ہوں، میکائیل ہوں، ردر گوپال (آریاؤں کا بادشاہ) ہوں، کلنکی اوتار ہوں، شیر ہوں، شمس ہوں، قمر ہوں، محی ہوں، ممیت ہوں، صاحب اختیار کن فیکون ہوں، کاسر الصلیب ہوں، امن کا شہزادہ ہوں، جری اللہ ہوں، برہمن اوتار ہوں، اشجع الناس ہوں، معجون مرکب ہوں، داعی الی اللہ ہوں، سراج منیر ہوں، متوکل ہوں، مراد اللہ ہوں، آسمان اور زمین میرے ساتھ ہیں، وجیہہ حضرت باری ہوں، زائد المجد ون محی الدین ہوں، مقیم الشریعہ ہوں، منصور ہوں، اللہ کا محمود ہوں، نور اللہ ہوں، رحمتہ اللعالمین ہوں، نذیر ہوں، منتخب کائنات ہوں، میں وہ ہوں جس کا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا، میں وہ ہوں جس سے خدا نے بیعت کی"۔

دعوؤں کی اتنی کثرت کے ساتھ مرزا دنیا کی کسی شخصیت سے اپنا رتبہ کم نہ سمجھتا تھا۔ حضرت امام حسینؓ کے اور اپنے درمیان تقابل کرتے ہوئے بتایا کہ میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسینؓ دشمنوں کا کشتہ ہے جو جماعت میں داخل ہو وہ سید خیر المرسلین کے صحابہ کے برابر ہے۔ (نزول مسیح، 81)

حضرت علیؓ کے بارے میں کہا ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو۔ اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔ (ملفوظات احمدیہ، 131، بحوالہ برنی)

تمام انبیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختلف تائیدی نشانات (معجزات) عطا کیے۔ مرزا بھی مجدد مسیح موعود صدف نبی اور کل انبیاء کا مظہر ہونے کا دعویدار تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے بقول مرزا اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔

ان نشانات کی تعداد تین لاکھ ہے۔ ان نشانیوں سے مرزا کے ''مقام'' کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے صرف چند نشان قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کیے جا رہے ہیں۔

ایک آسمانی نشان کے طور پر مرزا نے براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل اعلان کیا تھا کہ یہ کتاب تین سو جزو اور چار ہزار آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہوگی۔

1۔ لوگوں نے اتنی ضخیم کتاب کی پیشگی قیمت روانہ کر دی لیکن مرزا نے چاروں جلدیں صرف 562 صفحات پر شائع کیں۔ اس پر بڑی لے دے ہوئی لیکن مرزا نے نہ تو خریداروں کو قیمت واپس کی اور نہ ہی اپنا عہد پورا کیا۔ (تبلیغ رسالت، جلد اوّل)

2۔ ''انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے عائد کیے ہوئے فرائض کو بخوبی ادا کرتے ہیں لیکن مرزا براہین احمدیہ کی تصنیف میں منہمک تھا۔ اس لئے زنان خانہ میں جانے کا موقعہ کم ملتا تھا جس سے اس کی بھاوج کو موقعہ مل گیا۔ اس نے مرزا کی زوجہ محترمہ کے ایسے کان بھرے کہ اسے خاوند سے بیزار کر کے چھوڑا اور عملاً قطع کرا کے اپنی طرف لے گئیں اور مرزا کی زندگی ایک تجرد کی زندگی بن کر رہ گئی۔ اس لئے مرزا نے خدا سے الہام پا کر نصرت بیگم سے دوسری شادی کی۔ مرزا کی بارات میں ہندو بھی ساتھ گئے''۔ (مجدد اعظم، 139)

3۔ 1885ء میں مرزا نے حسب عادت اس مضمون کا اشتہار شائع کرایا کہ جو شخص ایک سال تک مرزا کے پاس قادیان میں رہے گا۔ اسے معجزے دکھائے جائیں گے۔ اس

اشتہار پر پنڈت لیکھ رام پشاوری اور منشی اندر من مراد آبادی تیار ہوئے لیکن مرزا کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال گیا اور اعجاز نمائی سے قاصر رہا۔ (رئیس قادیان، 93)

4۔ 1884ء میں مرزا اپنی دوسری بیوی نصرت بیگم کو دہلی سے بیاہ کر قادیان لایا تو دوسرے برس میں وہ حاملہ ہوگئی۔ مرزا نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تجھے ایک وجیہ اور پاک لڑکا دیا جائے گا۔ اس کا نام عمانوائل بشیر ہے۔ یہ ایک کھلی نشانی ہے وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ صاحب شکوہ و عظمت و دولت ہوگا۔ (تبلیغ رسالت، جلد اوّل)

i۔ اپنی عادت شریف کے مطابق مرزا نے پھر ایک کروٹ لی۔ 22 مارچ 1886ء کو پھر ایک اور اشتہار میں یہ اعلان کیا کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

ii۔ اس پیشین گوئی کی طویل مدت پر اعتراض ہوا تو مرزا نے بڑے یقین اور وثوق سے ایک اشتہار شائع کرایا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ لڑکا جلد آنے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ (تبلیغ رسالت، جلد اوّل)

iii۔ پیدائش کا وقت قریب آیا تو مرزا نے تمام مریدوں سے کہا کہ لڑکا پیدا ہونے کی دعا کرو۔ خود بھی مرزا قادیان سے نکل کر جنگل میں جا کر سارا دن بارش میں دعائیں مانگتا رہا لیکن دعا قبول نہ ہوئی اور لڑکے کی بجائے لڑکی (عصمت) پیدا ہوئی۔

(سیرت المہدی، جلد اوّل، ص 82)

iv۔ لیکن دوسرے سال 7 اگست 1887 کو نصرت بیگم نے لڑکے کو جنم دے دیا تو مرزا نے اس لڑکے کی پیدائش پر ایک اعلان بعنوان ''خوشخبری'' شائع کر کے اپنے مریدوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے 7 اپریل 1886ء کو پیش گوئی کی تھی کہ وہ اگر موجودہ حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے

حمل جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔ سو آج 7 اگست 1887ء کو بارہ بجے رات وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ (تبلیغ رسالت، جلد اوّل)

مرزا نے اس کا نام عمانوائل بشیر احمد رکھا۔ حکیم نورالدین نے بھی جموں سے اس کی پیدائش پر مبارک باد بھیجی لیکن 4 نومبر 1888ء کو عمانوائیل بشیر احمد تیس روز بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ یہ پسر موعود کی پیش گوئی مرزا کی سب سے اہم پیش گوئی تھی، اور اس پیشین گوئی کو مرزا نے اسلام اور قرآن کی صداقت کی دلیل ٹھہرایا تھا پیشین گوئی غلط نکلنے پر مرزا کے بہت سے معتقد تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مرزا بعد میں اس پیشین گوئی کو مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی مختلف اولاد پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

5۔ مرزا نے 10 مئی 1888ء کو اپنی ایک رشتہ دار محمدی بیگم سے اپنے نکاح ہونے کے بارے میں پیشین گوئی اشتہار کی شکل میں شائع کی۔ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ جس کسی دوسرے شخص سے یہ بیاہی جائے گی تو وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور اس کا والد تین سال تک فوت ہو جائے گا۔"

مرزا نے محمدی بیگم کو نکاح میں لانے کے لیے محمدی بیگم کے رشتہ داروں کو خطوط لکھے۔ ڈرایا دھمکایا عذاب کی وعید سنائی لیکن محمدی کے والد مرزا احمد بیگ پر مرزا کے ہتھکنڈوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو مرزا نے اپنی پیشین گوئی میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر فرمایا ہے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ ہو کر اور ہر ایک روگ کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ لیکن محمدی بیگم مرزا کے نکاح میں نہ آئیں اس کی شادی دھوم دھام سے کسی اور جگہ ہوئی۔

محمدی بیگم کی اولاد لاہور میں اب تک زندہ ہے پیشین گوئی بھی پوری نہ ہوئی۔اس پیشین گوئی سے قبل مرزا نے 20 جون 1886ء کو حکیم نورالدین کے نام ایک چٹھی میں تیسرے نکاح کے الہام کے بارے میں لکھا ہے اوراس کو تقدیر مبرم (ایسی تقدیر جو ٹل نہ سکے جو اٹل ہو) قرار دیا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد اوّل، ص115)(ازالہ اوہام، 165)(مکتوبات احمدیہ، جلد 5)

6۔ انبیا علیہ السلام، اولیائے کرام جب بھی کوئی وعدہ کرتے ہیں تو اسے ہر حالت میں پورا کرتے ہیں مومن کی نشانی میں سے ایک وعدہ پورا کرنا بھی ہے۔ مرزا نے 20 فروری 1886ء کو رسالہ سراج منیر شائع کرنے کا اشتہار دیا جس میں بتایا گیا کہ ہر رسالہ قریب الاختتام ہے اور صرف چند ہفتوں کا کام باقی ہے اس رسالہ کے لیے مرزا نے پیشگی بکنگ شروع کر دی لیکن عرصہ دراز تک چھپ کر نہ آیا تو مرزا کے دعوؤں پر اعتراضات شروع ہو گئے تو مجبوراً گیارہ سال کے بعد 1897ء میں صرف بہتر صفحے کا یہ رسالہ شائع کیا۔ اپنی ایک کتاب میں ایک ماہوار رسالہ ''قرآنی طاقتوں کی جلوہ گاہ'' کا لمبا چوڑا اشتہار شائع کیا۔ اس میں یہ وعدہ تھا کہ پہلا پرچہ 20 جون 1887ء کو نکلے گا۔ اس کے بعد ہر مہینہ باقاعدہ شائع ہوتا رہے گا۔ لیکن مرزا کا یہ وعدہ کبھی پورا نہ ہوا اور رسالہ کبھی شائع نہ ہوا۔

22 جولائی 1900 کو مرزا نے اعلان کیا کہ مخالفین اور منکرین کی دعوت میں چالیس اشتہار شائع کروں گا ہر اشتہار پندرہ پندرہ دن کے بعد نکلا کرے گا۔ جب تک کہ چالیس اشتہار پورے ہو جائیں اس کا نام اربعین ہوگا لیکن مرزا نے صرف چار رسالے نکال کر یہ سلسلہ بند کر دیا۔

7۔ 28 نومبر 1885ء کو فطرت کے معمول کے مطابق رات کو تارے ٹوٹے تو مرزا نے یہ اعلان کیا ''تاروں کا ٹوٹنا اس کی تائید میں رب کی طرف سے نشان ہے''۔

8۔ طبیعاتی قوانین کے تحت چاند اور سورج کو گرہن لگتا ہے ماہرین فلکیات اس کے بارے میں قبل از وقت ہی عوام کو مطلع کر دیتے ہیں لیکن 1894ء میں چاند اور سورج گرہن ہوئے تو مرزا نے یہ اعلان کر دیا کہ یہ گرہن اس کے حق میں رب کی طرف سے نشان ہیں۔ (سلسلہ احمدیہ، ص58)

حالانکہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کے صاحبزادے کی وفات کے وقت سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ حضرت ابراہیم کی وفات کی بنا پر گرہن ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی تردید کی کہ ان کو کسی وجہ سے گرہن نہیں لگتا چاند سورج اللہ تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔

9۔ جون 1893ء کو مرزا نے حسب دستور ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کے بارے میں پیشین گوئی کی کہ

"پندرہ ماہ کے عرصہ میں آتھم بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لیے تیار ہوں"۔ مرزا میعاد پوری ہونے والی پوری رات سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ سے آتھم کے مرنے کی دعائیں مانگتا رہا لیکن وہ مرزا کی پیشین گوئی کے مطابق ہلاک نہ ہوا۔ (جنگ مقدس)

10۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دمشق میں سفید منارہ پر نزول فرمائیں گے چونکہ مرزا مسیح موعود ہونے کا دعویدار تھا۔ اس لیے اس نے اس کی مختلف تاویلیں کیں۔ دمشق، نزول، عیسیٰ علیہ السلام کا بوقت نزول دو چادریں پہنے ہونا۔ دو چادروں سے مرزا کی مراد دو بیماریاں ہیں جو اس پیشین گوئی کے مطابق مجھے لاحق ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نچلے دھڑ کی۔ دجال اور دیگر الفاظ کی تاویلیں گھڑلی تھیں۔ سفید منار کی کوئی تاویل نہ بن سکی تو مرزا نے اپنے آپ کو اس پیشین گوئی کا مصداق بنانے کے لئے 28 مئی 1900ء کو قادیان میں منارہ مسیح کی تعمیر کا اعلان کیا اور 13 مارچ 1903ء کو اس مجوزہ منار کی بنیاد رکھی لیکن مرزا کی زندگی میں منار مکمل نہ ہوسکا۔ اس طرح مرزا کی کوشش کے باوجود وہ اس پیشین گوئی کا مصداق نہ بن سکا۔

11۔ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور بھنگی افیونی، شرابی، نجومی اور جوتشیوں کی پیش گوئیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ منی آرڈر آئے گا یا نہ آئے گا، شادی ہوگی یا نہ ہوگی، لڑکی

ہوگی یا لڑکا ہوگا، مقدمہ میں بری ہوگا یا سزا ہوگی، مریض زندہ رہے گا یا مرجائے گا۔ یہ پیشین گوئیاں افیونی، شرابی، نجومی، جوتشی اور پیشہ وروں کی تو ہو سکتی ہیں کسی نبی، ولی یا مامور من اللہ کی نہیں ہوسکتیں۔ مرزا کی زندگی کا ایک حصہ مقدمہ بازی میں گزرا۔ مرزا نے اپنی نبوت کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی بتایا ہے کہ گورداس پور کے مجسٹریٹ نے 1904ء میں جب مرزا کو پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی تو جنوری 1905 میں مرزا کو سیشن جج نے بری کردیا۔ اس طرح ایک مقدمہ میں وارنٹ جاری کرنے کی بجائے عدالت نے صرف سمن جاری کئے تو یہ بھی مرزا کا نشان ٹھہرا۔ (سیرت المہدی)

12۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام پر جب وحی نازل کرتا ہے تو ان کو اس کی مکمل سمجھ بھی عطا کرتا ہے۔ وحی سمجھنے میں کسی دوسرے شخص کا محتاج نہیں ہوتا لیکن مرزا اکثر اپنے اوپر نازل شدہ وحی یا الہام کو سمجھ نہ پاتا تھا۔ ایک وحی کے الہام کے بارے میں میر عباس علی شاہ کو لکھا: ”اس ہفتہ بعض کلمات انگریزی وغیرہ الہام ہوئے ہیں۔ اگرچہ بعض ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کئے ہیں مگر کامل اطمینان نہیں اور بعض کلمات شاید عبرانی ہیں آپ جہاں تک ممکن ہو بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں اطلاع بخشیں“۔ (مکتوبات احمدیہ)

13۔ مرزا نے کتاب البریہ میں لکھا ہے کہ اس کے استاد فضل الٰہی، فضل احمد اور گل علی شاہ تھے لیکن جب لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض ہونے لگا کہ مہدی مسیح تو قرآن وحدیث میں کسی کا شاگرد نہ ہوگا تو مرزا نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے لکھا ”سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے“۔ (ایام صلح)

14۔ مرزا کی یہ عادت تھی کہ جب ملک میں کوئی واقعہ پیش آتا تو فوراً اعلان کرتا کہ یہ واقعہ اس کے حق میں ایک نشان ہے اور اس کی پیشین گوئی براہین احمدیہ میں موجود ہے چنانچہ جب 14 اپریل 1905ء کو شمالی ہندوستان میں زلزلہ آیا تو مرزا نے 21 اپریل

1905ء کو ایک اشتہار میں یہ اعلان کرایا کہ" اس کی پیشین گوئی میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں آج سے پچیس سال پہلے شائع کرائی تھی۔ لیکن اس خرق عادت بات (زلزلہ) کی طرف ذہن منتقل نہ ہوسکا تھا۔ (براہین احمدیہ، 114)

اس اشتہار میں نہ صرف مزید زلزلوں کی پیش گوئی کی تھی۔ بلکہ مرزا نے لوگوں کو مزید زلزلے آنے کا اتنا یقین دلانے کی کوشش کی کہ خود اپنے مکان سے نکل کر باغ میں مقیم ہوگیا اور کئی ماہ تک باغ میں مقیم رہا لیکن پیشین گوئی کے مطابق کوئی زلزلہ نہ آیا۔

15۔ مرزا کے دعوؤں کے ثبوت میں مرزا کا اپنا وجود سب سے بڑا نشان تھا۔ انبیاء علیہم السلام احسن تخلیق ہوتے ہیں۔ وہ ہر قسم کے جسمانی وروحانی عارضوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن مرزا دائم المرض آدمی تھا۔ ہمیشہ دردسر، دوران سر، کم خوابی، تشنج، دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی، ذیابیطس بھی لاحق تھی۔ بسا اوقات کئی دفعہ رات کو پیشاب آتا تھا بیر یا مراق کی بیماری میں بھی مبتلا تھا۔ اعصابی کمزوری، سستی اور مردی کالعدم تھی اپنے والد کی زندگی میں چھ ماہ تک دق اور سل کی بیماری بھی ہوئی تھی چوبارہ کی کھڑکی سے گر کر مرزا کے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ دانتوں کو کیڑا بھی لگ گیا تھا۔

16۔ مرزا ہمیشہ پیشین گوئی کرنے کا عادی تھا۔ اس نے اپنی عمر کے بارے میں پیشین گوئی کہ اسی سال ہوگی۔ (نشانِ آسمانی، مواہب الرحمن، ص 27) لیکن مرزا کی عمر ابھی اڑسٹھ سال ہی تھی کہ 25 مئی 1908ء کو رات کو طبیعت اچانک خراب ہوگئی مرزا ان دنوں برانڈرتھ روڈ لاہور میں مقیم تھا۔ اس سلسلے میں مرزا بشیر احمد نے اپنی والدہ کا بیان نقل کیا ہے۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ" حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی۔ اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کیلئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف

محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے بعد میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے چارپائی کے پاس بیٹھ کر ہی آپ فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپکا سر چارپائی کی لکڑی سے جا ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔ دستوں کی وجہ سے زبان اور گلے میں خشکی پیدا ہوگئی تھی آخر صبح دس بجے ایک اور دست آیا اور اس کے ساتھ ہی آپ چل بسے"۔ (سیرۃ المہدی، مرزا بشیر احمد)

جن حالات کو بنیاد بنا کر مرزا نے مجدد، مسیح، مہدی، نبی اور مظہر کل انبیاء ہونے کے دعوے کیے وہ بدستور موجود رہے، مرزا نہ تو اپنے الہام کے مطابق مخالفوں پر غالب آسکا۔ نہ ہی مرزا دنیا میں انصاف و عدل قائم کرسکا اور نہ ہی اس کی تاویل کے مطابق عیسائیت ختم ہوئی۔ اور نہ ہی مرزا کے اعلان کے مطابق چودھویں صدی آخری ثابت ہوئی۔ مسیحیت کو ختم کرنے کا دعویدار ساری عمر مسیحی حکومت کی اعانت کو اپنا فرض اولین قرار دیتا رہا اور آج تک اس کے پیروکار حکومت برطانیہ کے وفادار ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی لاش کو برانڈرتھ روڈ لاہور سے لیجا کر قادیان میں دفن کر دیا گیا۔ قادیانیوں نے اس کی قبر کو بہشتی مقبرہ کا نام دیا۔ اس قبرستان میں دفن ہونے کے لئے قادیانی اپنی جائیداد کا بڑا حصہ جماعت احمدیہ کو وقف کرتے ہیں اور اس جگہ دفن ہونے والے کو پکا بہشتی سمجھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد حکیم نور دین بھیروی اسکا خلیفہ اور قادیانی جماعت کا سربراہ بنا۔ وہ مرزا کا رازدان تھا اور اس مذہب کے پھیلانے

میں اسکا بڑا ہاتھ تھا بلکہ اسے ماسٹر مائنڈ کہنا چاہیے۔ 1914ء میں اسکی وفات کے بعد مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ دوم اور جماعت کا سربراہ بنا۔ اسی کے دور میں پاکستان معرض وجود میں آیا ان دنوں مرزا قادیانی کا پوتا مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ یہ علاقہ گورداس پور کے نزدیک ہے۔ چنانچہ قادیان سے ہیڈ کواٹر ربوہ (جھنگ) تبدیل ہوا حکومت نے کوڑیوں کے حساب سے زمین قادیانیوں کو الاٹ کی۔

مرزا بشیر الدین محمود کی جانشینی پر مرزائی دو گروپوں میں بٹ گئے ایک گروہ نے محمد علی کی قیادت میں ان سے علیحدہ ہو کر لاہوری گروپ کی بنیاد رکھی۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مصلح اور مجدد مانتے ہیں جبکہ اکثریت نے مرزا بشیر الدین محمود کو اپنا سربراہ تسلیم کرلیا۔ مرزا بشیر الدین محمود کے دور میں قادیانیوں نے بڑی ترقی کی اسکی وجہ چوہدری ظفر اللہ تھا جو مرکزی وزیر اور قائداعظم کا بہت قریبی تھا اسی کی وجہ سے دنیا کے ملکوں میں احمدی مشن کھولے گئے اعلیٰ سطح پر فیصلہ ہوا کہ احمدی فوج میں بھرتی ہوں اور اپنی شناخت کو چھپائیں۔ چنانچہ پاکستان کی مسلح افواج میں ایک اچھی خاصی تعداد احمدیوں کی ہے۔ پنجاب بانڈری کمیشن کے سامنے احمدیوں نے کمیشنڈ افسران کی جو فہرست پیش کی ہے اس میں گل حسن اور نور خان کا نام بھی شامل ہے جو بالترتیب پاکستانی بری فوج اور فضائیہ کے سربراہ تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود کے دور میں مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد مرتد ہو کر قادیانی مذہب میں داخل ہوئی قادیانیوں نے تبلیغ کا جدید طریقہ اختیار کیا پہلے کسی شخص کو ہدف بناتے اور پھر اس پر تبلیغ کرتے۔ اپنے شکار کو ختم نبوت کی بحث میں الجھاتے، کئی روز تک بحث جاری رکھ کر آخر میں اپنے شکار کو کہتے کہ اپنے اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ مرزا نبی تھا یا نہیں تھا۔ بے چارا شکار جال میں پھنس کر استخارہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہی ان کی منزل تھی کہ جب شکار اللہ تعالیٰ سے خواب میں پوچھنا چاہتا کہ مرزا نبی تھا یا نہیں تھا تو ایمان اس کے قلب سے نکل جاتا۔ وہ ختم نبوت کے عقیدے پر وسوسہ کا شکار ہو گیا اسکی مثال یہ ہے کہ

سورج نکلا ہوا ہے۔ کوئی شخص کہے کہ سورج نہیں نکلا ہوا آپ کہیں نکلا ہوا ہے پھر آپ استخارہ کے لئے تیار ہو جائیں کہ سورج نکلا ہوا ہے یا نہیں نکلا ہوا ہے۔ جب شکار تیار ہو جائے تو ایمان اس کے اندر سے نکل گیا۔ وہ شیطان کے نرغے میں آ گیا اور شیطان خواب میں خدا بن کر کہتا ہے کہ مرزا سچا نبی تھا۔ بہت سے اہل ایمان نے قادیانیوں کی اس واردات کے ذریعے ایمان گنوایا۔

1965ء میں مرزا بشیر الدین محمود کی وفات کے بعد اسکا بیٹا مرزا ناصر احمد اس کا خلیفہ اور جماعت کا سربراہ بنا اس کے دور میں 29 مئی 1974ء کو ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر نشتر کالج ملتان کے 170 طلبہ پر قادیانی غنڈوں نے بے پناہ تشدد کیا۔ ٹرین بہت دیر تک رکی رہی پھر فیصل آباد پہنچی تو لہولہان طلباء کو دیکھ کر پورا شہر اُمڈ آیا۔ 30 مئی 1974ء سے پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان بھی قادیانیوں کی سازشوں سے تنگ تھا۔ 1970ء کے انتخابات میں قادیانیوں نے معاہدہ کے تحت پیپلز پارٹی کی فنڈز، ٹرانسپورٹ کرایوں اور ووٹروں سے مدد کی تھی۔ 1971ء میں سقوط ڈھاکہ کی منصوبہ بندی قادیانیوں نے کی تھی اس پلان کو ایم ایم احمد پلان کہتے ہیں جس کا ذکر جنرل اے اے کے نیازی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ بھٹو کو اقتدار میں لانے والے قادیانی تھے اقتدار میں آنے کے بعد قادیانیوں نے مطالبات شروع کر دیئے۔ چنانچہ اہم اسامیوں پر قادیانیوں کو لگا دیا گیا پھر بھی وہ مطمئن نہ ہوئے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ان کو وہ حیثیت دی جائے جو 3 فیصد یہودیوں کی امریکہ میں ہے۔ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ ان کے ہاتھ میں ہو۔ یہ بھٹو کے لئے بڑی خطرناک بات تھی وہ ان کو اپنے اقتدار میں ایک حد تک شرکت دینے کو تیار تھا لیکن وہ نہ مانے۔ فضائیہ کا سربراہ ایئر مارشل ظفر چوہدری قادیانی تھا۔ خطرہ تھا کہ قادیانی فضائیہ اور چھپے ہوئے قادیانی افسروں کے ذریعے اس کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں۔ ربوہ کے واقعہ نے بھٹو کو سوچنے پر مجبور کر دیا قادیانی خواتین کے ایک وفد نے نصرت بھٹو سے ملاقات کر کے اسے گمراہ کرنے کی کوشش۔

کی لیکن پانی سر سے گزر چکا تھا۔

پاکستان کے بڑے شہروں اور قصبوں میں طلبہ پر حملے کے خلاف جلوس نکالے گئے۔ بہت سے پرامن جلوسوں پر قادیانیوں نے چھپ کر فائرنگ کی جس سے بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا تو قومی اسمبلی میں لے جایا گیا۔ کچھ روز گرما گرم بحث کے بعد 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کیلئے ایک قرارداد پیش کی گئی۔ اس قرارداد کے محرکین مندرجہ ذیل اراکین اسمبلی تھے۔

1۔ مولانا مفتی محمود
2۔ مولانا غلام غوث ہزاروی
3۔ مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
4۔ مولانا صدرالشہید
5۔ مولانا نعمت اللہ
6۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی
7۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
8۔ پروفیسر غفور احمد
9۔ مولانا سید محمد علی رضوی
10۔ چوہدری ظہور الٰہی
11۔ مولانا محمد ظفر احمد انصاری
12۔ سردار شیر باز خان مزاری
13۔ عبدالحمید جتوئی
14۔ محمود اعظم فاروقی
15۔ صاحبزادہ احمد رضا قصوری
16۔ عُمرا خان
17۔ مخدوم نور محمد
18۔ غلام فاروق
19۔ مولا بخش سومرو
20۔ سردار شوکت حیات خان
21۔ علی احمد تالپور
22۔ راؤ خورشید علی خاں
23۔ رئیس عطا محمد خان مری

بعد میں مزید اراکین نے اس قرارداد پر دستخط کیے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

24۔ نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی
25۔ غلام حسن خان دھاندلا
26۔ کرم بخش اعوان
27۔ صاحبزادہ محمد نذیر سلطان

28۔مہر غلام حیدر بھروانہ
29۔میاں محمد ابراہیم برق
30۔صاحبزادہ صفی اللہ
31۔صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری
32۔ملک جہانگیر خان
33۔عبدالسبحان خان
34۔اکبر خان مہمند
35۔میجر جنرل جمالدار
36۔حاجی صالح محمد
37۔عبدالمالک خان
38۔خواجہ جمال محمد کوریجہ

یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی اور قومی اسمبلی کے قواعد کے مطابق معاملہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ حالات کے تقاضے کے مطابق پورے ایوان کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر اس وقت کے قادیانیوں کا سربراہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفہ مرزا ناصر احمد، لاہوری جماعت کا سربراہ صدر الدین، جنرل سیکرٹری مرزا مسعود بیگ اور حکیم نور دین کا بیٹا عبدالمنان عمر کمیٹی کے روبرو پیش ہوئے۔

کمیٹی کے اجلاس سے پہلے علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی اس کے بیٹے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اور دیگر قادیانیوں کی تالیفات کو اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار صاحب کو پیش کیا۔ انہوں نے گواہوں پر سوالات بھی تیار کیے۔ کتب پر فلیگ بھی لگائے گئے۔ ایک خصوصی اجلاس میں طے کیا گیا کہ جو اراکین اسمبلی مرزا ناصر یا دوسرے گواہوں سے سوال کرنا چاہیں وہ سوال تحریر کر کے مولانا ظفر احمد انصاری اور عبدالعزیز بھٹی کے پاس جمع کروادیں۔ وہ ان سوالوں کو وقفے میں اٹارنی جنرل کو دیں گے۔ مرزا ناصر اور دوسرے گواہوں سے سوالات / جرح صرف اٹارنی جنرل کریں گے۔ اجلاس کے دوران کوئی رکن کھسر پھسر نہ کرے گا۔ اشتعال انگیز جواب پر اراکین صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں گے۔ خصوصی کمیٹی کا اجلاس 5 اگست 1974ء کو شروع ہوا جس میں مرزا ناصر احمد اپنے معاونین اور کتب کے ساتھ پیش ہوا۔ اٹارنی جنرل اپنی نشست کے سامنے کھڑے

ہو کر سوال کرتے۔ متعلقہ حوالہ جات مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب واشتہار کو بھی گواہ کو دکھاتے۔ کتاب کا نام، صفحہ اور ہو بہو عبارت کو پڑھا جاتا۔ مرزا ناصر بھی کھڑے ہو کر جواب دیتا۔ اکثر جوابات مبہم، غیر متعلقہ، ٹال مٹول، پہلو تہی اور گریز پر مشتمل ہوتا۔ اصل جواب کے لیے گواہ پر مزید سوال کیے جاتے آخر گواہ کو اصل جواب دینا پڑتا۔ مرزا ناصر پر سوالات/جرح 5 اگست تا 10 اگست، 20 اگست تا 24 اگست 1974ء کے اجلاس میں ہوئی۔ 27 اگست 1974ء کو لاہوری جماعت کا سربراہ صدرالدین، جنرل سیکرٹری مسعود بیگ اور حکیم نوردین بھیروی کا بیٹا عبدالمنان عمر پیش ہوا۔ 28 اگست کو عبدالمنان عمر پر جرح مکمل ہوئی۔ اجلاس بند ایوان میں ہوئے۔ اشتعال کی وجہ سے یہ کارروائی عوام سے خفیہ رکھی گئی لیکن تمام کارروائی، سوالات وجوابات حتیٰ کہ گواہوں واراکین کے قہقہوں تک اسمبلی کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ اجلاس میں مرزا ناصر احمد، صدرالدین، مسعود بیگ اور عبدالمنان عمر پر کیے گئے سوالات اور حتمی جوابات میں سے چند کا انتخاب کر کے قارئین کے علم میں اضافہ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

اٹارنی جنرل: آپ کے مرزا بشیر صاحب نے کہا جو شخص موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر وہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

مرزا ناصر: یہی جواب ہے۔

اٹارنی جنرل: مرزا غلام احمد قادیانی نے حقیقت الوحی (مندرجہ روحانی خزائن صفحہ 185، جلد 22) میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کا منکر کافر ہے؟ (کتاب پیش کروں؟)

مرزا ناصر: جی لکھا ہے۔ کتاب کی ضرورت نہیں۔

اٹارنی جنرل: آپ کے دادا مرزا غلام احمد کی کتاب لیتے ہیں آئینہ کمالات صفحہ 344 میں ہے کہ ”جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا سو ضروری ہے

کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی میرے پر وحی نازل ہوتی ہے نیز ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب الٰہی جانتی ہو؟

مرزا ناصر: یہ میں چیک کروں گا۔

اٹارنی جنرل: وہ جو مرزا نے کہا کہ میری وحی میں امر بھی ہے نہی بھی۔ اس لیے میں شریعت والا نبی ہوں۔ (اربعین نمبر 4 مندرجہ روحانی خزائن صفحہ 534، جلد 17)

مرزا ناصر: وہ تو میں نے دیکھا ہے مگر وہ الزاما کہہ رہے ہیں۔

اٹارنی جنرل: الزام یا لزوم (قہقہہ) اچھا بتائیں کہ مرزا نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا یا اُمتی نبی کا؟

مرزا ناصر: تشریعی کا بالکل نہیں وہ تو اُمتی۔

اٹارنی جنرل: وحی آتی تھی جن میں امر و نہی بھی تھے؟

مرزا ناصر: یہ ہاں ٹھیک ہے۔

اٹارنی جنرل: چلو یہ ظلی بروزی کیا ہے؟

مرزا ناصر: یہ 20 صفحات کی بحث ہے میں لکھ کر لایا ہوں۔

اٹارنی جنرل: جب کہتے ہیں کہ ہماری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔

مرزا ناصر: یہ قرآن کی آیات ہیں۔

اٹارنی جنرل: آیت کی وحی جو مرزا صاحب پر اتری قرآن مجید میں موجود ہے۔ کیا قرآنی آیات کو دوبارہ اپنے اوپر نازل شدہ بتا رہے ہیں؟

مرزا ناصر: وضاحت کے لیے اتریں مرزا صاحب پر تا کہ وہ ان کو قائم کریں۔

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب نے خطبہ الہامیہ مندرجہ روحانی خزائن صفحہ 259 جلد 16 میں کہا ہے:

من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رائی

ترجمہ: "جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفیٰ ﷺ میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ ہی دیکھا"۔

مرزا ناصر: مرزا فنائیت کے درجے میں کہتے ہیں جو شخص میرا وجود علیحدہ سمجھتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

اٹارنی جنرل: آپ کی نظر میں مسیح موعود کا کیا معنی اور تصور ہے؟ کیا یہ حضرت عیسیٰؑ کا دوسرا جنم ہے یا اس کی دوسری چیز؟ ہم واضح معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

مرزا ناصر: یہ تاثر غلط ہے کہ دوبارہ روح آ گئی ہے جیسے ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ بلکہ مسیح نے اس امت میں نازل ہونا تھا تو ان کی جگہ اس کی طبیعت سے ملتے جلتے خواص لے کر کسی اور کو آنا ہی ہے۔ حلئے دو ہیں۔ خدوخال۔ مسیح ناصری نے نہیں آنا بلکہ اس کی خو بو رکھنے والا ایک شخص پیدا ہوگا۔ اسلام کی مظلومیت کے زمانے میں نوع آدم کے دل جیتنے والا سو وہ ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ یہ ہے مسیح موعود کا تصور۔

اٹارنی جنرل: میرا سوال جو تھا مرزا صاحب وہ یہ تھا

تجسیم بار دگر دوسرا جنم؟

مرزا ناصر: ہرگز نہیں۔ کوئی تصور نہیں بلکہ خو بو رکھنے والا۔

اٹارنی جنرل: اس کی صفات رکھنے والا؟

مرزا ناصر: بلکہ صفات رکھنے والا۔

اٹارنی جنرل: مگر مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ مسیح کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیو، نہ عابد نہ زاہد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بیں، خدائی کا دعویٰ کرنے والا (مکتوب احمدیہ، جلد 3، صفحہ 23، 24) کیا یہ حضرت عیسیٰ کی صفات تھیں جو

مرزا صاحب نے بیان کی؟ اور یہی خوبو مرزا صاحب لے کر آئے ہیں؟

مرزا ناصر: یہ تو انجیل کی باتیں ہیں۔

اٹارنی جنرل: لیکن مرزا صاحب نے تو اپنی کتابوں میں ان کو صحیح تسلیم کر کے حضرت عیسیٰ پر ازراہِ تنقیص لکھا ہے۔

مرزا ناصر: جی یہ ٹھیک ہے۔

اٹارنی جنرل: یہ کتاب بھی دیکھ لیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور میں آیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 7)

مرزا ناصر: کونسا حوالہ ہے؟ چیک کرتا ہے۔

اٹارنی جنرل: انجام آتھم مرزا صاحب کی تصنیف ہے۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا ”گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی وعظ کو جو انجیل کا مغز کہلاتا ہے یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے“۔ کیا یہ کہیں بائبل میں ہے؟ ہے تو لائیے۔

مرزا ناصر: انجیل میں تو نہیں مگر عیسائیوں کے لٹریچر میں ہے۔

اٹارنی جنرل: آپ نے مؤقف تبدیل کر لیا۔ مگر کیا کسی کے لٹریچر کو سامنے رکھ کر ایک سچے نبی پر اعتراض کرنا اور وہ بھی اخلاقی اور معاملاتی؟ کیا یہ درست ہے؟

مرزا ناصر: ہاں یہ ٹھیک ہے۔

اٹارنی جنرل: انجام آتھم صفحہ 7 حاشیہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔

مرزا ناصر: اس کا حوالہ

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 7 میں لکھتے ہیں کہ ”متی کی انجیل سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ) کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے نہیں روک سکتے تھے...... آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی"۔

مرزا ناصر: یہ حوالہ تو پہلے آگیا۔

اٹارنی جنرل: کیا آپ تسلیم کریں گے کہ ایک نبی ان خوبیوں کا نہیں ہوسکتا؟

مرزا ناصر: میں تسلیم کرتا ہوں کہ انجیل میں یہ حضرت عیسیٰ پر الزامات ہیں حقائق نہیں۔

اٹارنی جنرل: مرزا غلام احمد نے کہا "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے"۔ (دافع البلاء، صفحہ 24) اس کے کیا معنی ہیں؟

مرزا ناصر: دیکھیں ناں۔ معاملہ صاف ہوگیا۔ غلام احمد نہیں، اضافت کے ساتھ پڑھیں "غلامِ احمد" یعنی احمد کا غلام۔

اٹارنی جنرل: یعنی احمد کا غلام ایک نبی ہے؟ جو ایک نبی سے بہتر ہے؟

مرزا ناصر: نہ نہ احمد سے فیض حاصل کرنے والا۔ موسیٰ علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے والے سے بہتر ہے۔

اٹارنی جنرل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض حاصل کرنے والا حضور علیہ السلام کا اُمتی ہوا؟

مرزا ناصر: مگر وہ (مرزا غلام احمد) تو انبیاء بنی اسرائیل سے بھی آگے نکل گئے۔

(توبہ توبہ کی آوازیں)

اٹارنی جنرل: اس سے بہتر غلام احمد ہے کیا ان کی اپنے سے مراد ہے؟

مرزا ناصر: ہاں اپنے سے مراد ہے۔

اٹارنی جنرل: یعنی مرزا غلام احمد عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہے؟

مرزا ناصر: ہاں۔ عظیم تر عیسیٰ سے۔ مگر حضور علیہ السلام کی وجہ سے۔ آپ کے طفیل۔

اٹارنی جنرل: ایک حقیقی پیغمبر سے بڑھ گیا۔

مرزا ناصر: یہ ایک دوسرا مسئلہ آ گیا۔

اٹارنی جنرل: مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھوں کا پنیر کھاتے تھے اور مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی تھی (الفضل 23 جنوری 1924)

کیا یہ اتہام ہے یا خود کے لیے پنیر کھانے کا جواز پیدا کیا ہے؟

مرزا ناصر: دیکھئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا "شک سے کوئی چیز پلید نہیں ہوتی"۔

اٹارنی جنرل: میں اس کی وضاحت چاہتا ہوں۔

مرزا ناصر: خدا کے لیے اس پر بحث نہ کریں۔ جانے دیں۔ اُف اللہ یہ کیا؟ توبہ توبہ۔

اٹارنی جنرل: کیا مرزا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب ایک نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی (مرزا غلام احمد) تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور ایک مردہ علی کو تلاش کرتے ہو (ملفوظات احمدیہ، جلد 2، صفحہ 142)۔

مرزا ناصر: مردہ علی کے معنی وفات یافتہ کے ہیں۔ ہاں یہ عبارت ہے مگر یہ غالی شیعہ کو کہی۔

اٹارنی جنرل: کسی کو کہی۔ مگر کہی ہے اور اپنے آپ کو افضل قرار دیا۔ میں زندہ ہوں وہ مردہ ہیں وہ اپنے آپ کو حضرت علیؓ سے افضل کہتا ہے۔

مرزا ناصر: مگر وہ وفات شدہ۔

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ "حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ، حاشیہ صفحہ 9)

مرزا ناصر: اصل حوالہ دیکھتے ہیں۔

اٹارنی جنرل: اردو کی عبارت ہے آپ دیکھتے رہیں۔ میں اگلا سوال پڑھتا ہوں۔
مرزا نے کہا

کربلا است سیر ہر آنم　　　صد حسین است در گریبانم

ترجمہ: ''کربلا ہر وقت میری سیر گاہ ہے اور سو حسین میرے گریبان میں ہیں''۔　　(نزول مسیح، صفحہ 99)

مرزا ناصر: یہ ایک شیعہ عالم کے جواب میں۔

اٹارنی جنرل: شیعہ عالم کے جواب میں حضرت حسینؓ کی اور عیسائیوں کے جواب میں حضرت عیسیٰ کی توہین۔ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔

مرزا ناصر: مگر حضرت حسینؓ کی بانی سلسلہ نے بہت تعریف کی۔

اٹارنی جنرل: اسی طرح کہیں حضرت عیسیٰ کی بھی کی ہوگی۔

مرزا ناصر: جی ہاں بہت۔

اٹارنی جنرل: ہمارا موقف واضح ہے کہ ڈبل گیم کھیلنے والا عیار۔

مرزا ناصر: آپ کی مرضی۔

اٹارنی جنرل: کبھی مبلغ، کبھی مجدد، کبھی مسیح۔ تو وہ موقف تبدیل کرتے رہتے تھے۔ حضرت حسینؓ کے بارے میں رائے تبدیل کرلی ہوگی۔ اس شعر کے بعد کوئی حوالہ دیں؟ مرزا نے کہا کہ ''مجھ میں اور تمہارے حسینؓ میں بہت فرق ہے میں خدا کا کشتہ ہوا اور تمہارا حسینؓ دشمنوں کا کشتہ ہوا''۔ (اعجاز احمدی، صفحہ 61)

مرزا ناصر: دیکھو ہم نے چیک کیا۔

اٹارنی جنرل: کیا مرزا نے کہا کہ حضور علیہ السلام کے لیے چاند گرہن ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟ (اعجاز احمدی، صفحہ 71)

مرزا ناصر: میں چیک کروں گا۔

اٹارنی جنرل: مرزا نے صاف لکھا کہ "میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسینؓ دشمنوں کا کشتہ ہے"۔ اور فرق کھلا اور صاف ظاہر۔

مرزا ناصر: پھر پڑھیں۔

اٹارنی جنرل: مجھ میں تو ہمت نہیں کہ حضرت حسینؓ کی توہین بار بار دہراتا رہوں۔ یہ مرزا اپنے سے حضرت حسینؓ کا موازنہ کر کے خود کو افضل قرار دے رہا ہے۔

مرزا ناصر: مرزا صاحب حضور علیہ السلام کے ظل کامل ہیں اور وہ تمام امت سے افضل ہیں۔ یہ عقیدہ کی بات ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

اٹارنی جنرل: آپ نے کہا کہ حضور علیہ السلام کے سوا تمام سے افضل۔ مگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد حضور علیہ السلام سے بھی افضل ہے۔ آپ کے اشعار ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار البدر قادیان، 25 اکتوبر 1906)

مرزا ان کو سن کر کہتا ہے جزاک اللہ۔ اور خوشخط لکھوا کر گھر جا کر لگا دیتا ہے۔

(الفضل قادیان، 22 اگست 1944)

مرزا ناصر: دیکھیں انہوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

اٹارنی جنرل: یہ مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس میں مرزا جی کہتے ہیں کہ "میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں"۔ (کتاب البریہ، مندرجہ روحانی خزائن، صفحہ 103، جلد 13)

مرزا ناصر: کبھی انہوں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ تو کشف کی بات ہے۔

اٹارنی جنرل: نبی کا کشف وحی ہوتا ہے۔

مرزا ناصر: لوگوں نے خدا کے متعلق کیا کچھ کہا؟ بزرگوں کے حوالہ جات بتاؤں؟

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب نے کہا ہے کہ جو میرا مخالف ہے عیسائی ہے، یہودی ہے، مشرک ہے اور جہنمی ہے۔ آپ کے علم میں کوئی ایسی بات ہے؟

مرزا ناصر: میں دیکھ کر بتاؤں گا۔

اٹارنی جنرل: مرزا نے کہا کہ کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا اور میری دعوت کی تصدیق کی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔

مرزا ناصر: یہ کہاں کا حوالہ ہے؟ جواب: صفحہ 547،548۔

اٹارنی جنرل: مرزا نے کہا جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے۔ (انوار الاسلام، صفحہ 31، روحانی خزائن، جلد 9)

مرزا ناصر: یہ سارے جواب اکٹھے آجائیں گے۔

اٹارنی جنرل: مرزا نے کہا (الہام کے مطابق) ''جو شخص پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے''۔ (تبلیغ رسالت، صفحہ 92، جلد 27)

مرزا ناصر: کہاں کا حوالہ؟ جواب: تبلیغ رسالت۔

چیئرمین: آپ صاف بتائیں کہ مرزا کا منکر مسلمان ہے یا نہیں؟

مرزا ناصر: مرزا کے نہ ماننے والے مسلمان نہیں۔

اٹارنی جنرل: سارے غیر احمدی؟

مرزا ناصر: سارے کے سارے۔ کہہ دیا کتنی دفعہ کہلوائیں گے۔

اٹارنی جنرل: آپ کی توجہ مرزا بشیر احمد کی تحریر کی طرف مبذول کراتا ہوں جو کہتا ہے کہ ''غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ، ان کو لڑکیاں دینا حرام اور ان کی

نماز جنازہ پڑھنے سے روکا گیا"۔ (کلمۃ الفصل، صفحہ 169، 170)

مرزا ناصر: پہلے مولویوں نے ہمیں کافر کہا اور فتویٰ دیا۔

اٹارنی جنرل: مگر قائداعظم نے تو آپ کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا تھا۔

مرزا ناصر: مگر اس (قائداعظم) کی موجودگی میں حامد بدایونی نے لاہور کے اجلاس میں ہمارے خلاف فتویٰ دیا اور قرارداد پیش کی اس لیے قائداعظم کو ہمارے خلاف فتوے کا علم تھا۔

اٹارنی جنرل: مگر انہوں نے فتویٰ تو نہیں دیا۔

مرزا ناصر: مگر فتوے سے انکار نہیں کیا۔ انہوں نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے کے خلاف کچھ صادر نہیں کیا۔

اٹارنی جنرل: قائداعظم کی نماز جنازہ اس لیے نہیں پڑھی گئی کہ انہوں نے آپ کے خلاف فتویٰ دینے والوں کو منع نہیں کیا بلکہ اتفاق کیا تھا؟

مرزا ناصر: جی ہاں۔

اٹارنی جنرل: ہم انہیں (قائداعظم) کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

مرزا ناصر: آپ سمجھتے ہوں گے۔ ویسے بھی قائداعظم شیعہ تھے۔

اٹارنی جنرل: اور لیاقت علی خان؟

مرزا ناصر: کسی فرقے سے بھی متعلق ہوں نماز نہیں پڑھی ہم نے۔

اٹارنی جنرل: تو چوہدری ظفر اللہ نے موجود ہوتے ہوئے قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھا۔

مرزا ناصر: تو اس کا چوہدری صاحب نے خود جواب دیا۔

اٹارنی جنرل: کیا دیا؟

مرزا ناصر: جواب

مولانا غلام غوث ہزاروی: یہ عمداً گریز کر رہے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ نے جو جواب دیا عرض کرتا ہوں۔

مولانا اسحاق ایبٹ آبادی نے ظفر اللہ سے پوچھا کہ تم نے قائداعظم کا جنازہ کیوں نہ پڑھا؟ تو چوہدری ظفر اللہ نے جواب دیا کہ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لو۔ ظاہر ہے وہ اپنے آپ کو کافر نہیں کہہ رہے تھے۔ اس نے قائداعظم سمیت پوری حکومت کو کافر کہا۔

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب کے ایک صاحبزادے تھے جو احمدی نہیں تھے۔ (ان کا نام مرزا فضل احمد تھا)۔

مرزا ناصر: ہاں بیعت بھی نہیں کی تھی۔

اٹارنی جنرل: ان کی وفات پر ان کا جنازہ نہ پڑھا۔

مرزا ناصر: مجھے یاد نہیں۔ ساتھی سے پوچھ کر کہا نہیں پڑھا۔

اٹارنی جنرل: مرزا غلام احمد نے کہا کہ یہ میرے بیٹے بڑے فرمانبردار تھے اور احمدی نہیں ہوئے اس لیے میں نے جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا اس بھی کوئی مرزا صاحب کے خلاف فتویٰ دیا تھا؟

مرزا ناصر: نہیں۔

اٹارنی جنرل: وہ کہ کلام اللہ کی طرح مرزا صاحب کے الہامات اور کلام بھی خطاؤں سے پاک ہے اور مرزا صاحب کا کلام قرآن مجید کی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟

مرزا ناصر: دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں۔

اٹارنی جنرل: جتنی احادیث ہیں وہ قدرتاً قرآن کے لیول پر نہیں ہو سکتیں۔ مرزا صاحب کی وحی کو آپ حدیثوں سے بلند سمجھتے ہیں۔ الفضل: 25 اپریل 1915ء کے مطابق مرزا محمود نے کہا کہ مسیح موعود نے جو باتیں ہم سے کیں وہ احادیث اور روایات سے معتبر ہیں۔ باتیں مرزا صاحب کی وہ بھی حدیث سے آپ کے نزدیک افضل ہو گئیں۔ لیول اونچا ہو گیا۔۔۔ مرزا صاحب کے الہام احادیث سے مقدم ہیں؟

مرزا ناصر: جی ہاں۔

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ "پہلے میں سمجھتا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں لیکن خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے مجھے اس خیال پر نہ رہنے دیا"۔ (حقیقت الوحی، صفحہ 149، 150) نبی تو سب سے پہلے اپنی نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ یہ اپنی نبوت کا انکار کرتے ہیں پھر اقرار؟

مرزا ناصر: میں اس حوالے کے ان معنی سے انکار کرتا ہوں۔

اٹارنی جنرل: مرزا صاحب کو کس کس زبان میں وحی آتی تھی؟

مرزا ناصر: عربی، اردو، بعض دفعہ انگلش، پنجابی، فارسی۔

چیئرمین: مرزا صاحب آپ کے نزدیک صحابہ کی تعریف کیا ہے؟

مرزا ناصر: ہم انہیں بھی صحابی کہتے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کا فیض صحبت پایا۔

28 اگست 1974ء کو لاہوری جماعت کے صدر، جنرل سیکرٹری اور حکیم نور دین کے بیٹے نے اپنا مؤقف پیش کیا جس پر جرح بھی ہوئی۔ اجلاس ملتوی ہو کر 5 ستمبر 1974ء کو شروع ہوا جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور پابندی لگانے کے بارے میں تحریک اور قرارداد پیش ہوئی۔ اٹارنی جنرل نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ایوان نے متنازع امور کا فیصلہ کرنا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

2۔ اس دعوے کے اسلام میں یا اسلام کے حوالے سے کیا مضمرات ہیں۔ میں نے اسلام میں اور اسلام کے حوالے سے دونوں کا ذکر کیا ہے؟

3۔ ختم نبوت کا مطلب یا تصور کیا ہے؟ جب ہم خاتم النبیین کہتے تو ہمارا کیا مطلب ہوتا ہے؟

4۔ کیا ملت اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار جو اسے نبی یا مسیح موعود مانتے ہیں یا دونوں حیثیتوں سے مانتے ہیں، دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

5۔ کیا مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار ایسے مسلمانوں کو، جو مرزا غلام احمد کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے ، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں۔

6۔ کیا مرزا غلام احمد نے ایک علیحدہ مذہبی جماعت کی بنیاد رکھی جو کہ دائرہ اسلام سے باہر ہے یا کہ اس نے اسلام کے اندر ہی نئے فرقے کا آغاز کیا؟

7۔ اگر اس نے الگ مذہبی جماعت کی بنیاد رکھی تو ایسی جماعت کا اسلام کے حوالے سے کیا مقام یا حیثیت ہوگی اور آئین کے مطابق اس جماعت کے حقوق کیا ہوں گے؟"

ان نکات کو پیش کر کے اٹارنی جنرل نے ایوان سے طویل اور مدلل خطاب کیا جو 6 ستمبر 1974ء تک جاری رہا۔ یہ خطاب اسمبلی کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ ان کے خطاب کے کچھ اقتباسات قارئین کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں:

"مرزا غلام احمد کی نبوت اور احمدیہ تحریک کا شوشہ اس وقت پیدا کیا گیا جب سوڈان سے لے کر سماٹرا تک سامراجیت کے خلاف اعلان جہاد ہوا۔ یہ سب انگریزوں نے جہاد کو روکنے کے لیے کیا اور مرزا غلام احمد کی خدمات سے پورا فائدہ اٹھایا۔۔۔۔۔ مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کے لیے انگریزوں سے مکمل وفاداری جزو ایمان ہے۔ اس کا عہد وہ بیعت کے وقت کرتے ہیں۔۔۔۔ انگریزوں سے وفاداری کی شرط ایمان ہونے کی وجہ سے احمدی یا غلام احمد کے پیروکاروں کی شکل میں انگریزوں کو بہت ہی اعلیٰ قسم کے جاسوس مل گئے تھے۔ ہمیں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ 1925ء میں افغانستان میں دو مرزائیوں/احمدیوں کو قتل کر دیا گیا۔ نہ محض اس وجہ سے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے بلکہ ان کے قبضے سے ایسی دستاویز برآمد ہوئی تھی جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ انگریز حکومت کے جاسوس تھے"۔

"مرزا غلام احمد کی کتاب 'نزول مسیح' کے صفحہ 3 پر ہے کہ مرزا نے کہا میں رسول ہوں نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"۔

"جناب والا یہ حالات تھے جن کے تحت مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر مرحلہ وار اپنے مرتبے خود ہی بلند کرتا چلا گیا۔۔۔۔تمام مسلمانوں کا ایمان ہے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ سوائے اسلام کے کسی اور مذہب میں نبی نہیں آئے گا اور جو نبی ہو گا وہ امتی نبی ہو گا اور اس کی نبوت پر نبی کریم ﷺ کی مہر ہو گی۔ نیا نبی اپنی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔۔۔۔۔"

"اپنے عقائد کا پرچار کرنے کے لیے مرزا غلام احمد کو انگریزوں کی امداد کی ضرورت تھی اور یہ امداد انگریزوں نے بھرپور طریقے سے مہیا کی۔۔۔۔مرزا نے لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کو خط میں تحریر کیا:

"۔۔۔میں دعویٰ سے کہتا ہوں تمام مسلمانوں میں اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں"۔

ایک اور تحریر میں لکھا "میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں۔ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو 50 الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔۔۔۔"۔

"اتنی بلندی سے وہ (مرزا غلام احمد) اس قدر ذلت کی گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ کیا آپ کو کہیں بھی اس قسم کی گھٹیا خوشامد مل سکتی ہے۔ ایک نام نہاد نبی کا یہ کمینہ پن۔ کیا کوئی نبی ایسی فطرت کا مالک ہو سکتا ہے؟ میں کہوں گا اس قسم کے خط لکھنے والے نبی کی نبوت کا انکار کفر ہے تو میں سب سے بڑا کافر ہوں"۔۔۔۔

مرزا ادب کے ساتھ لیفٹیننٹ گورنر سے التجا کرتا ہے کہ "گورنمنٹ اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرے۔ گورنر بہادر اس پر اور اس کے پیروکاروں پر مزید کرم نوازی کرے۔۔۔۔۔۔اس کے ساتھ اور اس کی جماعت کے ساتھ ترجیحانہ سلوک کرے"۔

جناب والا! یہ ایک نبی کی درخواست ہے۔ لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے نام "حضور والا اپنے ماتحت افسروں کو میرے ساتھ ترجیحانہ سلوک کرنے کا حکم دیں"۔

یہ نبی تو لیفٹیننٹ گورنر کی سطح کے برابر بھی نہیں۔۔۔۔یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ وہ تمام نبیوں سے (نعوذ باللہ) بہتر ہے۔

اٹارنی جنرل کے خطاب کے دوران ایوان میں مکمل خاموشی رہی۔ اجلاس 7 ستمبر 1974ء تک ملتوی ہوا۔

پھر 7 ستمبر 1974ء کو آئین میں ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کی اصطلاح سے نکال دیا گیا۔ دونوں گروپ لاہوری اور قادیانی غیر مسلم قرار پائے بھٹو نے قادیانیوں کو مسلح افواج میں سی کیٹیگری میں رکھ دیا کوئی قادیانی بریگیڈیئر سے اوپر ترقی نہیں کرسکتا۔ لیکن جو بے شمار چھپے ہوئے قادیانی پاکستان کی مسلح افواج میں موجود تھے اور موجود ہیں جو ختم نبوت کے بارے میں جھوٹا بیان حلفی داخل کر کے ترقی کرتے ہیں ان میں جنرل اختر عبدالرحمان کی مثال دی جاسکتی ہے۔

مرزا ناصر 9 جون 1982ء کو آنجہانی ہو گیا اسکے بعد اسکا بھائی مرزا طاہر احمد خلیفہ بنا اور قادیانی جماعت کا سربراہ بنا۔ اس کے دور میں یہ جماعت لندن اور یورپ کے شہروں میں پاؤں جمانے میں کامیاب ہوئی۔ قادیانی جھوٹے پروپیگنڈے کی بنیاد پر یورپ کے شہروں میں سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں فرانس، کینیڈا میں ان کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ 19 اپریل 2003ء کو مرزا طاہر بھی اگلے جہان روانہ ہوا۔ اب خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا شریف احمد کے پسر مرزا منصور کا بیٹا مرزا مسرور احمد خلیفہ اور قادیانی جماعت کا سربراہ ہے۔ اس جماعت کا مرکز لندن میں ہے۔ افریقی ملکوں میں قادیانیوں نے بڑا اثر ڈالا ہوا تھا لیکن لوگ قادیانیت کے دام سے نکل کر اصل دین اسلام کی طرف آرہے ہیں۔

28

قادیانی جماعت کے چند مدعیان نبوت

شروع میں مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد قرآن وسنت اور جمہور علماء کے مطابق تھے۔ مرزا کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح بن مریم قیامت کے نزدیک اس دنیا میں دوبارہ نزول فرمائیں گے نبوت کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا اور وہی رسالت تا قیامت قائم ہے مرزا بھی نبوت کے دعویدار کو اسلام سے خارج تصور کرتا تھا اور مدعی نبوت کو کاذب و کافر جانتا تھا لیکن وہ زیادہ عرصہ تک اپنے عقائد پر قائم نہ رہ سکا۔ پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا پھر مثیل مسیح پھر مسیح موعود پھر محدث اور آخر میں نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔ مرزا نے صرف نبوت تک اکتفا نہ کیا بلکہ کل انبیا کے مظہر ہونے کا دعویٰ کیا، کرشن بنا اور پھر سب کچھ بن گیا۔

مرزا نے اپنے دعوؤں کی بنیاد الہامات پر رکھی کہ مجھے الہام ہوا ہے میں ہی مسیح موعود ہوں اللہ تعالیٰ نے متواتر الہامات کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ میں نبی ہوں اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ میں کل انبیاء کا مظہر ہوں وغیرہ۔ مرزا ان الہامات کی بنیاد پر کیے گئے دعوؤں کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی من مانی تاویلیں کرتا تھا۔ احادیث میں تحریف کی احادیث وضع کیں اور پیش گوئیاں کیں۔ مرزا چونکہ گفتگو اور تحریر کا ماہر تھا قوت تخیل بھی اللہ تعالیٰ نے اسے شاعرانہ عطا کی ہوئی تھی۔ لفظوں کے کھیل سے واقف تھا اشتہار بازی جانتا تھا اور موقع سے فائدہ اٹھانے کا ہنر بھی اسے حاصل تھا اس لئے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اُس کے جال میں پھنس گئی۔ مرزا کے الہامات کو بنیاد بنا کر نبوت کا دعویٰ کیا اس کے

پیروکاروں میں سے بعض ذہین اور قوت متخیلہ کے حامل افراد مرزا کے نقش قدم پر چل کر خود نبوت کے دعویدار بن بیٹھے۔ان میں سے چند مدعیان کا تذکرہ پیش کیا جارہا ہے:

ا۔ چراغ دین جموی

چراغ الدین جموں (کشمیر) کا رہنے والا تھا مرزا کا پیروکار تھا مرزا کی زندگی میں تقریباً 1902ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کرڈالا۔اس نے اپنے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس مضمون بھیجا مرزا نے اس مضمون کو پڑھ کر چراغ دین کے دعویٰ نبوت پر اپنی کتاب ''دافع البلاء'' میں لکھا کہ

''چراغ دین کا مضمون بڑا خطرناک اور زہریلا ہے اس میں لکھا ہے میں رسول ہوں اور رسول بھی اولوالعزم اور اپنا کام یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح کرادے اور قرآن وانجیل کا باہمی تفرقہ دور کردے اور ابن مریم (مرزا) کا ایک حواری بن کر یہ خدمت کرے اور رسول کہلائے۔

یہ کہنا کہ میں رسول ہوں کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہتک عزت ہے گویا رسالت اور نبوت بازیچہ اطفال ہے ناداں یہ نہیں سمجھتا کہ پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے رفقاء میں ہوئے تھے۔جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارونؑ اور جیسا کہ آں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کوئی دوسرا مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے اس طرح اس جگہ بھی (قادیان میں) ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کو بدل دے۔نفس امارہ کی غلطی نے اس (چراغ دین) کو خودستائی پر آمادہ کیا''۔ (دافع البلاء ص 22،19)

۲۔ منشی ظہور الدین اروپی

منشی ظہیرالدین اروپ ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا اس نے لاہوری فرقہ کے رسالے الھدیٰ میں مضمون لکھے جس میں اس نے اپنے الہامات کا ذکر کیا ہے۔اس نے

لہامات کی بنیاد پر یوسف علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا یہ مرزا کو صاحب الشریعت نبی مانتا تھا اس کے نزدیک قادیان کی مسجد ہی بیت اللہ شریف ہے اور وہی خدا کے نبی کی جائے ولادت ہے اس لئے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے اس نے قادیانی جماعت کے بعض سرکردہ افراد کی ہلاکت کی پیشین گوئی بھی کی لیکن مرزا کی پیش گوئیوں کی طرح پوری نہ ہوئی اس نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تحریروں میں بہت تضاد ہے۔

۳۔ یار محمد قادیانی

یار محمد ہوشیار پور کا وکیل تھا اور مرزا کا بہت ہی پکا معتقد۔ اس نے الہام ہی کو بنیاد بنا کر یہ اعلان کر دیا کہ محمدی بیگم جس کے ساتھ مسیح موعود کا آسمان پر نکاح ہوا تھا وہ در حقیقت میں ہوں اور نکاح سے بیعت مراد ہے کہ میں انکی بیعت میں داخل ہوں گا۔ اس نے مرزا کو ایک کشف بیان کیا تھا کہ مرزا عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مرزا سے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔ (اسلامی قربانی)

یار محمد نے یہ بھی اعلان کیا کہ وہ مرزا کا حقیقی جانشین اور خلیفہ برحق ہے اس نے اعلان کیا کہ مرزا نے الوصیۃ میں پیش گوئی کی تھی کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دوں گا اس پیشین گوئی کا صحیح مصداق میں ہوں کیونکہ مسیح موعود نے یہ بھی کہا تھا قدرت ثانی کا مظہر وہ ہوگا جو میری خو بو پر ہوگا سو یہ علامت میری ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ یار محمد نے خلیفہ بشیر الدین محمود کے خلاف بہت سے رسالے شائع کرائے۔

۴۔ عبداللہ تیماپوری

عبداللہ تیماپور حیدر آباد دکن کا رہنے والا تھا مرزا کا پیروکار تھا پہلے روح القدس

کے نزول کا مدعی بنا اس نے بہت سی کتب تصنیف کی ہیں ایک کتاب اُم القرآن میں یہ اعلان کیا کہ مرزا نے تصوف میں مرتبہ شہود کا سبق پڑھایا اور ان کے خادم اس عاجز کو مامور من اللہ کے ذریعے سے دنیا کو دین کے رنگ میں لانے کی تعلیم دی۔ (صفحہ 9) اللہ تعالی نے اس عاجز پر صحیفہ آسمانی کا نزول فرمایا صحیفہ آسمانی کی طرف مخلوق کو دعوت دینے کی تاکید کی ہے بائیس سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاکسار خدا سے وحی پاکر اس کام کو انجام دے رہا ہے۔ (اُم القران،9)

اس نے اپنی تفسیر کے بارے میں یہ اعلان کیا کہ اس کے بارے میں پیشین گوئی مرزا کی کتاب "براہین احمدیہ" کے حاشیہ 248 میں دی گئی ہے اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ اس کے ذریعے مسیح موعود مرزا کی صداقت زور آور حملوں کے ساتھ دوبارہ ظاہر ہوگی۔

اس نے اپنی تفسیر آسمانی میں لکھا حضرت اقدس مسیح احمد یہ مرزا روئے تولد روحانی مظہر جمال تھے آپ کے موعود میں جمالی غلبہ زیادہ تھا۔ اور یہ عاجز آپ کے پیچھے اور ساتھ میں مرتبہ جلال و جمال پر تولد پاکر خاتم نبوت ہوا ہے۔ عبداللہ تیماپوری کہا کرتا تھا کہ اسے دائیں بازو کی طرف سے الہام ہوتا ہے اس نے انجیل قدس نامی اپنی کتاب میں مرزا کے ان خطوط کو جو محترمہ محمدی بیگم سے نکاح کرنے کی کوشش میں مختلف افراد کو لکھے تھے سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے اس نے انجیل قدس میں لکھا ہے کہ ان خطوط کے پڑھنے سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔

اسکے بقول اس پر جوسب سے پہلی وحی نازل ہوئی تھی وہ یہ تھی "یا ایہا النبی تیماپور میں رہیو"۔

اس کا دعویٰ تھا کہ وہ ظل محمد بھی ہیں اور ظل احمد (مرزا) بھی۔ درجہ رسالت میں وہ اور مرزا دونوں برابر ہیں جو فرق کرے وہ کافر ہے۔ مامور من اللہ کو تیس چالیس مردوں کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ اس نے دربار خداوندی میں حاضر ہو کر ساڑھے بارہ روپیہ سینکڑہ سود کی اجازت حاصل کر لی تھی رمضان کے بجائے تیس

روزے اور عورتوں کو بے پردگی کی اجازت اس کی شریعت میں دی گئی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ چونکہ میں بروز محمد ہوں۔ اس لئے شریعت محمدی کے نسخ وتبدیلی کی اسے اجازت ہے۔

۵۔ احمد نور کابلی

یہ قادیان کا سرمہ فروش تھا اور مرزا کے جانشینوں میں شامل تھا اس کی ناک پر ایک پھوڑا تھا جو علاج کرانے کے باوجود اچھا نہ ہوا تو مجبوراً ناک کٹوانی پڑی۔ مرزا کے مرنے کے بعد اس نے ایک پمفلٹ بعنوان لکل امۃ اجل شائع کرایا اس میں اس نے یہ دعویٰ کیا۔

''لا الٰہ الا اللہ احمد نور رسول اللہ، اے لوگوں میں اللہ کا رسول ہوں اب اللہ کا دین میری تابعداری ہے اور اللہ کا رسول زندہ موجود دنیا میں ہوں مجھے مان لینا اللہ کا دین ہے اور نہ مان لینا اللہ کے دین سے اخراج ہے۔ اور اللہ کے دین کی رسی صرف میرے پاس اور رحمٰن کے ہاتھ میں ہے میری وحی اللہ کی طرف سے ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اللعالمین ہوں میں تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔

قرآن کو ستاروں سے لایا ہوں''۔

اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ'' وہ شرعی رسول ہے اسے خدا نے الہام کیا تھا کہ تجھے خلیفہ محمود کے وقت میں قادیان میں معبوث کیا جائے گا۔ وہ کہتا تھا کہ خدا نے اس سے بکثرت کلام کیا ہے میری وحی کی تعداد دس ہزار تک پہنچی ہے جو شخص میرا انکار کرے گا وہ لعنت کی موت مرے گا''۔

۶۔ محمد صدیق بہاری

محمد صدیق صوبہ بہار کے علاقہ گدک کا رہنے والا تھا مرزا کا پیروکار تھا اس نے پنی کتاب ''ظہور ریشو یسوز'' میں اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ'' ہندوؤں کی کتابوں میں جن موعود کا ذکر ہے وہ میں ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد صرف مجھے صدیق کا

مرتبہ ملا اور صدیق کا رتبہ مہدی اور مسیح کے رتبہ سے فائق ہے۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا مرزا غلام احمد کی بشارت میں جتنی صفتیں یوسف موعود کی آئی ہیں وہ مجھ پر صادق آتی ہیں حضرت مرزا صاحب کی بشارت میں بار بار مجھے یوسف کہا گیا ہے"۔

اس نے اعلان کیا کہ 8 اپریل 1886ء میں مرزا صاحب نے جس پسر موعود کی پیشین گوئی کی تھی وہ میں ہی یوسف موعود ہوں، میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اس قادیان کی اصلاح کروں قادیان سے آواز اٹھ رہی ہے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد بھی نبوت جاری ہے اسلام میں سرور دو جہاں کی ذات گرامی پر اس سے بڑھ کر اور کوئی حملہ نہیں کہ حضور کے بعد کوئی اور نبی کھڑا کیا جائے۔ اور بیس کروڑ مسلمانوں کو مرزا کی نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام تصور کیا جائے۔ اس توہین آمیز عقیدہ کے مٹانے کی غرض سے مبعوث ہوا ہوں۔ میں محمودیوں اور پیغامیوں کے درمیان حکم بن کر آیا ہوں۔ میرے نشانات کئی ہزار ہیں میری بعثت کے بغیر قادیان کی اصلاح ناممکن ہے۔

۷۔ عبداللطیف گناچوری

یہ بھی مرزا صاحب کے پیروکاروں میں سے ایک تھا۔ اس نے بھی اپنے پیشرو کی طرح دعویٰ نبوت کر کے ایک ضخیم کتاب "چشمہ نبوت" اپنے دعویٰ کی تائید میں شائع کی۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ مرزا کا نام زمین پر غلام احمد اور آسمان پر مسیح ابن مریم۔ اس طرح خدا نے میرا نام زمین پر عبداللطیف اور آسمانوں پر محمد بن عبداللہ موعود رکھا۔ جس طرح مرزا روحانی اولاد بن کر سید ہاشمی ہوئے اسی طرح میں بھی آل رسول ہوں میں نعمت اللہ شاہ ولی کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہوں۔ احادیث میں جو مہدی کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں دانیال نبی نے میرا زمانہ 1335 ہجری سے 1340 ہجری تک بتایا ہے مرزا کے زمانہ میں کوئی مہدی نہ تھا اس لئے میں ہی مہدی ہوں مرزا صاحب کو اٹھارہ سال تک اپنی رسالت کا یقین

نہ تھا آخر جب زور سے وحی آنے لگی تو یقین ہوا میرے نوے معجزے ہیں میری پیشین گوئیاں مرزا سے بھی بڑھ کر سچی نکلی ہیں، میں خاتم الانبیاء ہوں۔ اس نے اپنا لقب ''قمر الانبیاء'' رکھا تھا۔

۸۔ نبی بخش

نبی بخش موضع معراج کے تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا اور مرزا کا پیروکار تھا اس نے 1911ء میں ایک اعلان شائع کیا کہ:

''اے ہر مذہب وملت کے دوستو آپ پر واضح ہو کہ اس عاجز پر ستائیس سال سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام جاری ہے مجھے ایک روشن نور اپنی طرف کھینچ کھینچ کر مقام محمود کی طرف لے جا رہا ہے مجھے سلطان العالمین کا درجہ دیا گیا ہے مجھے چار سال سے تبلیغ کا حکم ہو رہا ہے میں نے عرض کی۔ الٰہی میں اُمی ہوں اس کے بعد یہ عاجز ان الفاظ سے مخاطب کیا گیا:

یا یھا الصدیق یوسف انی معک اس طرح بار بار حکم ہوا میں اس قابل نہیں ہوں لیکن مجھے سمجھایا گیا کہ نبوت کا سلسلہ بدستور جاری ہے تم دنیا کے طعنوں سے مت ڈرو نبوت کا تاج تمہارے سر پر رکھا گیا میں تیری مدد کے لئے فرشتوں کی فوج تیار رکھوں گا بڑے بڑے فرعون تیرے سامنے آئیں گے لیکن منہ کی کھائیں گے تیرے خاندان کے لوگ اس دعویٰ کو تسلیم نہ کریں گے مگر کسی کی پرواہ نہ کرنا بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو ابراہیمی نسل سے ہے تو خاندان نبوت سے ہے۔

۹۔ عبداللہ پٹواری

عبداللہ پٹواری چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کا رہنے والا تھا اور مرزا کا پیروکار تھا۔ مرزا کے مرنے کے کافی دن بعد عبداللہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اس نے مرزا کے نقش قدم پر

چل کر اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کیا کہ میں رسول اللہ بنا کر بھیجا گیا ہوں بندے بنو، تمہارے لئے اسلام کے پیروؤں، مرشدوں اور مولویوں کی خود ساختہ شریعت کے پیچھے نہ جاؤ۔ وہ سب احکام بلاوحی ہیں جن کا ثبوت نہ کتاب سے تعلق ہے۔ لا الہٰ الا اللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ کہنا شرک ہے۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام "ہدایۃ العالمین" تھا اس نے اس میں لکھا:

الرسول یدعوکم اور اطیع الرسول جو قرآن میں الفاظ ہیں ان میں میری طرف اشارہ ہے اس نے لکھا کہ میں نے خواب میں اپنی والدہ مرحومہ کو دیکھا اور کہا کہ خدا نے مجھے مسیح ابن مریم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ سن کر والدہ حیران رہ گئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا کل تو تو یہ کہتا تھا کہ مسیح آئے گا اور آج خود مسیح بن بیٹھا۔ جب بیدار ہوا تو یقین ہو گیا کہ کسی بدروح نے مجھ سے مسیح ہونے کا دعویٰ کرایا تھا۔ اسی خبیث روح نے مرزا غلام احمد سے بھی مسیحیت کا دعویٰ کرایا تھا حالانکہ وہ اس سے پیشتر خود لکھ چکا تھا کہ حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے مجھے الہام ہوا کہ مرزا ابن مریم نہیں ہے اور اس کی آمد کا کوئی حکم نہیں ہے۔ مرزا جیسے فرضی نبی بنے اس طرح ابن مریم بھی بنے جو ماں ہے وہ بیٹا نہیں ہو سکتا اور جو بیٹا ہے وہ ماں نہیں ہو سکتا۔ مرزا نے لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے اور مرزا محمود لکھتا ہے مرزا ہی احمد رسول ہیں یہ دونوں باتیں لغو ہیں۔

29

محمد یحییٰ بہاری

بہار بھارت کا ایک اہم صوبہ ہے جہاں کی مقامی زبان اردو ہے اگست 1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو بہار سے مسلمان ہجرت کر کے مشرقی پاکستان آباد ہوئے۔ بنگالیوں نے اردو بولنے والے بہاریوں سے کبھی اچھا سلوک نہ کیا۔ زبان کے مسئلے پر کئی بار انہی سے جھگڑا ہوا۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بنا تو ڈھاکہ اور دوسرے شہروں میں انہی لوگوں کا قتل عام ہوا۔ بہاریوں کو اب تک بنگلہ دیش کا شہری تسلیم نہ کیا گیا ہے۔ وہ محمد پور ڈھاکہ میں اب بھی کیمپوں میں رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو پاکستانی کہتے ہیں لیکن ان کی طرف پاکستان کی حکومت نے کبھی توجہ نہ کی۔

صوبہ بہار کے ضلع گیا میں موضع بدرا اسی میں محمد یحییٰ نامی نوجوان تحصیل علم کے لیے یورپ گیا۔ پہلی جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی، اس نے کسی یونیورسٹی میں تعلیم تو حاصل نہ کی لیکن وہ لندن پیرس اور دوسرے شہروں میں سیر سپاٹے کرتا رہا۔ وہ عربی، فارسی، فرانسیسی، انگریزی اور اردو روانی سے بولتا تھا۔ واپسی پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آیا اور پھر گیا میں آ گیا۔ وہ اسلامی شعائر اور تہذیب سے نفرت کرتا تھا۔ انگریزی لباس پہنتا تھا، وہ ہندو سادھوؤں میں بھی رہا، اس کو یوگ میں بھی دسترس حاصل تھی وہ روحانیت میں ہندو ازم سے زیادہ متاثر تھا۔ اس نے مختلف اخبارات اور رسائل میں مضامین لکھے۔ پہلے وہ مہدی بنا، پھر مسیح موعود

اور آخر میں خدا کا اوتار ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ وہ شاعر بھی تھا، اس کی نظمیں مختلف جرائد اور اخبارات میں شائع ہوئیں۔ ان نظموں میں اس نے مختلف دعوے کیے۔ وہ اخبارات، جرائد اور رسائل کے مدیروں کو خطوط بھی لکھتا۔ 1930ء میں وہ گیاہ سے لاہور آیا۔ اس نے روزنامہ ''ملاپ'' میں ایک تحریر شائع کرائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی ریڑھ کے اندر ایک سہ پہلو چیز ہوتی ہے جو سانپ سے مشابہ ہوتی ہے جس پر انسان کا ڈھانچہ قائم ہے جو خیمے کے بیچ میں ستون کا حکم رکھتی ہے جسے انگریزی میں Verbatim Column کہتے ہیں۔ سنسکرت میں یہواہ اور عربی میں عمود الفقری کہتے ہیں جس میں نور پیدا ہو جانے سے وجدانی وجذباتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کے پیدا ہوتے ہی جو بات بصیرت اور بصارت سے معلوم نہیں ہو سکتی اس کیفیت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کی روشنی میں ازل سے ابد تک معلوم ہو جاتا ہے لیکن یہ کیفیت کب پیدا ہوتی ہے؟ اس کا انصاب خدا کی مرضی پر ہے۔

اس نے 824 صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''فرمان'' کے نام سے لکھی جسے وہ اپنا قرآن بتاتا تھا۔ اس میں تحریر کیا کہ

''ایسے حرام زادوں پر پھٹکار ہے جو فرمانروا کی پیروی نہیں کرتے۔ نمک حرام، سور کے بچو تمہیں اب بھی یقین نہیں ہوگا حالانکہ تمہارے لیے مالک نے انسانی لباس اختیار کیا ہے۔ اُمی بن کر اہل فصاحت کو حیران کرایا۔ قبل از وقت پیدا ہو کر 45 روز تک بغیر دودھ کے رہا۔ بچپن میں چائے پر گزارا کیا اور مہینوں لگاتار فاقہ کشی کی۔ خواب میں خدائی لباس میں بہتیروں کو دیدار دے دیا۔ پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ غیب سے آ کر کسی نے کہا کہ یہ خدا کی تصویر ہے۔ فوٹو گرافر نے ہمارے فوٹو لینے کی کوشش کی۔ ایک درجن شیشے استعمال کیے مگر فوٹو نہ آیا۔ غیب سے میری تصدیق کے لیے آواز آئی۔ حضرت مولانا سید محمد یحییٰ التحیات علیکم وخیر لک من الاولیٰ۔ 28 روز برودہ میں فاقہ کش رہ کر لیکچر دیا۔ لوگ مارنے

آئے۔ ہم نے تلوار دکھائی، سب لوگ بھاگ گئے۔ مکہ میں لیکچر دیا، زنجبار اور بمبئی میں انتقال کیا۔ چار گھنٹے بعد پھر جی اٹھا۔ مقام لندن انڈن آفس میں خوبصورت تصویر نے جھک کر سلام کیا۔ ایک ہی وقت میں تم کو کئی جگہ نظر آیا"۔

اس نے اپنا ایک کلمہ بھی گھڑا ہوا تھا جو کہ درج ذیل ہے:

لا الٰہ الا اللہ یحیٰ عین اللہ۔

اس نے اپنی کتاب "فرمان" میں خود ساختہ شریعت کے احکامات تفصیل سے لکھے ان میں کچھ جنسی جرائم کے بارے میں ہیں۔ اس بارے میں جو سزائیں مقرر کی گئیں اور جو زبان استعمال کی گئی اسے ان صفحات پر بیان کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ بہرحال چند احکامات ملاحظہ فرمائیں:

"آگ لگانے والے کو توپ سے اڑاؤ، حکومت برطانیہ کے باغی کو بچھوؤں کی خندق میں ڈالو اور زبان کاٹ دو۔ جو شخص برا افسانہ لکھے یا غیبت یا غمازی کرے یا جھوٹی مخبری کرے اس کی آنکھ میں چونا بھر دو۔ سب اُردو بولو یہی ذریعہ تعلیم ہو۔ فرمانروائے کل (یحیٰ) کو قبول کرو جس کے ماتحت فرمانروائے جزو ہیں۔ خمس وصول کر کے بیت المال میں جمع کرواؤ۔ بلا استحقاق مال کھانے والے پر وہی مال پگھلا کر ڈالو، فرمان کے خلاف چلنے والوں کو سنگسار کرو، یحیٰ مسیح کا یہی لیکچر ہے جو گرجاؤں میں دہرایا جائے۔ گرجا کو صاف رکھو۔ اتوار کو منبر کے پاس بخور جلاؤ۔ دائیں بائیں مسیح ثانی (یحیٰ) کی دو تصویریں ہوں۔ لوگ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائیں۔ حکام کے بیٹھنے کے لیے اوپر برآمدہ ہو۔ منبر کے پاس سٹیج پر خوش آواز باجا ہو۔ جب فرمان پڑھتے پڑھتے کوئی سرور افزا مقام آجائے تو خوش گلو لوگ باجے کے ساتھ گانے لگیں۔ بیت المقدس کو قبلہ بناؤ۔ فرمان کی تلاوت ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہ ہو۔ دعا کے بعد لا الٰہ الا اللہ یحیٰ عین اللہ کہہ کر سب لوگ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکائیں۔ مردے کو گاڑی پر لے جا کر مشین کے ذریعے آگ میں پھونک دو۔ شادی کے

لیے لڑکی اپنی تصویر بھیجے۔ شادی گرجا میں ہو۔ ٹیلیفون اور تار کے کھمبوں پر سلیب اور چاند تارے کی شکل ہو۔ کوئی نن (راہبہ) مرلی، جوگی اور سنیاسی نہ بنے۔ کوئی عورت چہرے پر نقاب نہ ڈالے اور پاجامہ نہ پہنے بلکہ گاؤن، بوٹ اور ساڑھی پہنے۔ کوئی عورت مہندی نہ لگائے۔ سلام کرنے میں ٹوپی اتارو اور سینے پر ہاتھ رکھو۔ فرستادۂ خدا (یحییٰ) کے سامنے دلائل پیش نہ کرو۔ کسی کا جھوٹا پانی نہ پیو۔ گلاس بائیں ہاتھ میں پکڑو۔ شریعت قدیم ختم ہوگئی اب شرع جدید پر عمل کرو۔ رومی، ایرانی، حیدرآبادی اور انگریزی ٹوپی پہنو۔ پگڑی شملہ ابلیس کا لباس ہے۔ وہ قوم بڑی مردود ہے جس نے کتابوں (قرآن) کا حرف حرف، نکتہ نکتہ، اعراب وغیرہ شمار کیا ہے۔ موسیقی بہترین چیز ہے مگر وہ سور کے بچے اور حرام زادے ہیں جو اس نعمت الٰہی کا کفران کرتے ہیں۔ ختنہ نہ کرو۔ بیہودہ قیام وقعود اور حرکت بے جا (نماز) کو عبادت نہ سمجھو مثلاً بار بار زمین پر ناک رگڑنا (سجدہ)۔ دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑ دھوپ (مناسک حج سعی) کرنا روس یا پتھر (حجر اسود) کو چومنا شیاطین کا ایک مجمع تصور کر کے اینٹ پھینکنا سخت بیہودہ حرکتیں ہیں"۔

اس کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

خود بقا اور خود فنا ہوں
خود نبی اور خود نباہ ہوں
واہ کیا خوب دلربا ہوں
اپنے ہی آپ پر فدا ہوں

یحییٰ جو اپنے آپ کو عین اللہ کہتا تھا اس کی خود ساختہ شریعت پر عمل ناممکن تھا۔ مسلمان اس کی باتیں سنتے، کچھ اسے سنجیدہ لیتے بعض یحییٰ کو مخبوط الحواس خیال کرتے لیکن ہندوؤں کی ایک تعداد اس کی معتقد ہوگئی تھی۔ 824 صفحات پر مشتمل کتاب "فرمان" بھی بہار کے ہندو سیٹھ نے چھپوا کر دی تھی۔ وہ برملا کہتا تھا کہ وہ مردہ زندہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک

ہندو بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا تو لوگوں نے یحییٰ کے بارے میں اسے بتایا وہ عورت اپنے مردہ بچے کو لے کر ہندو سیٹھ کی رہائش گاہ پر گئی جہاں یحییٰ ٹھہرا ہوا تھا۔ ہندو سیٹھ باہر نکلا اس نے اندر جا کر یحییٰ کو کہا کہ بیچاری بیوہ عورت ہے اس کا ایک ہی بچہ تھا جو اس کی زندگی تھا وہ باہر آیا۔ عوام کا جم غفیر بھی اس کا معجزہ دیکھنے جمع ہو چکا تھا۔ اس نے باہر آ کر اعلان کیا کہ یہ درست ہے کہ میں اس کو زندہ کر سکتا ہوں لیکن اگر میں مردوں کو زندہ کرنے لگوں تو پورا نظام کائنات دگرگوں ہو جائے اس لیے ہم جس کو ایک بار موت دیتے ہیں اس کو ہم دوبارہ زندہ نہیں کرتے۔ وہ عورت روتی پیٹتی ہوئی اپنے بچے کی میت لے کر چلی گئی۔ لوگ یحییٰ کو گالیاں دینے لگے۔ کچھ لوگوں نے ڈنڈے بھی اٹھا لیے۔ چند نوجوانوں نے اسے پتھر مارے۔ وہ اندر چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ ایسا غائب ہوا کہ لوگ اسے ڈھونڈتے ہی رہے۔ اس کا آخری وقت کسی اجنبی شہر میں گزرا جہاں وہ گم نام موت سے ہمکنار ہوا اور اس کا خود ساختہ مذہب اس کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔ البتہ اس کی کتاب ''فرمان'' بہار کے کتب فروشوں کے پاس اب بھی موجود ہے۔

مصنّف

کتاب ہذا کے مصنف کنور انتظار محمد خاں کا تعلق پیشہ وکالت سے ہے جو جون 1974ء کو ماتحت عدالت کے وکیل بنے۔ اگست 1976ء میں ہائی کورٹ کے وکیل اور 1998ء میں سپریم کورٹ کے وکیل بنے۔ وہ ملتان ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ اسلام آباد میں وکالت کرتے ہیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی مختلف اخبارات میں مضامین تحریر کرتے رہے ہیں۔ ان کے مضامین روزنامہ ''کوہستان''، ''مشرق''، ''جسارت''، ''خبریں''، ''نوائے وقت''، ہفت روزہ ''تکبیر''، ''ندائے ملت'' اور دیگر جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے 1975ء میں جنرل یحیٰی خان سے 61 ہارنگ سٹریٹ راولپنڈی میں نظر بندی کے دوران 4 گھنٹے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے دوران گفتگو اور دیگر ذرائع سے تحقیق کے بعد 1977ء میں سقوط ڈھاکہ پر مصنف کی کتاب ''تاشقند سے شملہ تک'' بہت مشہور ہوئی۔

مصنف کی دیگر تصانیف میں ''غداروں کی جنت...... پاکستان''، ''سازشوں اور غداری کی داستان''، انگریزی کتاب "The Secrets of Past & Future Defeats"، ''اسلام کے عظیم سپہ سالار'' اور ''ایمان فروش ججوں کی داستان'' شامل ہیں جنہیں قارئین نے بے حد پسند کیا۔

مصنف نے موجودہ کتاب ''نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی عبرت آموز داستان'' بھی تاریخ، سیرت اور مختلف کتب کے محققانہ جائزے کے بعد تحریر کی ہے۔ اُمید ہے کہ دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی قارئین کے ذہنی معیار پر پورا اترے گی۔